(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

بارِ اوّل

۱۴۲۰ھ ——— ۱۹۹۹ء

کتابت ——— حفیظ الرحمٰن حامد
طباعت ——— کاکوری آفسٹ پریس لکھنؤ
صفحات ——— ۳۱۰
قیمت ——— اسّی روپئے

طابع وناشر

مکتبہ اسلام ۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

کاروانِ زندگی

حصّہ ہفتم

مصنّف کی سرگزشت حیات (آپ بیتی) کا ساتواں حصّہ جو جنوری ۱۹۹۷ء سے شروع ہوکر جولائی ۱۹۹۹ء تک پیش آنے والے قومی، ملّی اہم واقعات وحالات اور تأثرات پر مشتمل ہے، ملکی وبین الاقوامی حوادث، اہم دعوتی، علمی وادبی اور تعلیمی واصلاحی کانفرنسوں اور سیمناروں کی روداد، ملّت کی اہم شخصیات کے انتقال، مصنّف کی زندگی کے بعض پرشور ہنگامہ خیز مراحل، اس کے خلاف حریفانہ وجارحانہ مہم، بعض بین الاقوامی ایوارڈ کی پیشکش، اپنے ماحول اور عہد کے بہت سے حقائق وتغیرات واحساسات اور بدلتے ہوئے ماحول کی تصویرکشی، دین کے داعیوں اور ادیان وملل کے طالب علموں کے لیے چشم کشا کتاب۔ ایک تاریخی دستاویز، ادبی مرقع، دعوت فکر وعمل۔

سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی

مکتبہ اسلام ۲/۵۴، ۱۷ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عناوین

۱	پیش لفظ	۶
۲	ہندوستان کی عظیم دینی واصلاحی تحریکات	۸
۳	ایک بے موقع اور ناوقت مہم	۱۱
۴	علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامی کا سانحۂ وفات	۱۹
۵	والد مرحوم مولانا حکیم سید عبدالحیؒ صاحب پر لکھنؤ میں ایک علمی سیمینار	۲۲
۶	منیٰ کا حادثہ	۲۴
۷	مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی وفات اور مصنّف کی تعزیتی تقریر	۲۵
۸	مولانا محمد عمرؒ صاحب پالن پوری کا حادثۂ وفات	۳۷
۹	صحیح الفکر والاعتقاد مدارس و مراکز کے بانی اور وقت کی اہم اسلامی تحریکوں اور جدوجہد کے داعی و سرچشمہ	۳۸
۱۰	ایک کارگزار ندوی فاضل کا سانحۂ وفات	۴۰
۱۱	مولانا قاری سیّد صدیق احمدؒ صاحب کی وفات	۴۱
۱۲	رابطۂ ادب اسلامی کا اجلاس پٹنہ	۴۹
۱۳	ادب کو صحیح رُخ پر لگایا جائے تخریب کا ذریعہ نہ بنایا جائے	۴۹
۱۴	لاہور میں عالمی رابطۂ ادب اسلامی کا تاریخی بین الاقوامی سیمینار	۵۳
۱۵	دارالعلوم ندوۃ العلماء میں قادیانیت کے فتنہ اور موضوع پر ایک عظیم عالمی تاریخی اجلاس	۵۸

www.abulhasanalinadwi.org

۱۶	حرمین شریفین کا سفر اور رابطۂ عالم اسلامی میں ایک اہم تقریر	۶۴
۱۷	پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کی وفات	۷۰
۱۸	عزیز فاضل ڈاکٹر مولوی سیّد حبیب الحق ندوی کی وفات	۷۳
۱۹	دینی تعلیمی کونسل کا ایک اہم اجلاس منعقدہ دار العلوم ندوۃ العلماء	۷۴
۲۰	خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے	۷۹
۲۱	دو خاندانی حادثے	۸۱
۲۲	مولانا سیّد عبد الغفار نگرامی ندویؒ کی وفات	۸۲
۲۳	جودھ پور اور دہلی کا سفر	۸۳
۲۴	عالم اسلام میں احساس کہتری کا مرض اور اسکے اثرات و نتائج	۸۸
۲۵	ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے	۱۰۱
۲۶	ضلع سلطان پور میں پیام انسانیت کا ایک جلسہ	۱۰۸
۲۷	سیّد شہاب الدّین دیسنوی کی وفات	۱۱۱
۲۸	دُو اہم حادثۂ وفات	۱۱۳
۲۹	جنرل الیکشن اور مرکز میں بی۔ جے۔ پی کی حکومت	۱۱۵
۳۰	دہلی علی گڑھ کا سفر مسلم پرسنل لا بورڈ اور دینی تعلیمی کونسل کے جلسوں میں شرکت	۱۱۶
۳۱	علی گڑھ کا سفر اور دینی تعلیمی کونسل کا جلسہ	۱۱۹
۳۲	جنوبی ہند کا ایک خوشگوار اور مفید سفر	۱۳۵
۳۳	بھٹکل کا سفر	۱۴۰

www.abulhasanalinadwi.org

۳۴	رابطہ ادب اسلامی کا اجلاس پونہ	۱۴۳
۳۵	دکن مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ میں ایک تقریب	۱۴۵
۳۶	پیام انسانیت کا جلسہ	۱۴۵
۳۷	اندور میں	۱۴۷
۳۸	ایک عزیز و یادگار تحریر	۱۴۹
۳۹	ملک کی موجودہ صورت حال پر ایک نظر	۱۵۴
۴۰	عمان (شرق اردن) اور حرمین شریفین کا ایک نازک سفر	۱۵۹
۴۱	عمان پر ایک طائرانہ نظر	۱۶۷
۴۲	عمان کے دوسرے پروگرام	۱۶۸
۴۳	شام کے سفر کا التواء	۱۶۹
۴۴	مدینہ طیبہ حاضری	۱۷۵
۴۵	ہندوستان مراجعت بمبئی کا قیام	۱۷۸
۴۶	سفر مدراس	۱۸۰
۴۷	چند وفیات	۱۸۷
۴۸	کانپور کی تحفظ ختم نبوت کانفرنس	۱۹۰
۴۹	گیا میں پیام انسانیت کا عظیم جلسہ	۱۹۶
۵۰	ایک خانگی حادثہ اور ایک عالم ربانی و داعی الی اللہ کی وفات	۲۰۱
۵۱	زندگی کا ایک پر شور اور ہنگامہ خیز مرحلہ	۲۰۴
۵۲	آرڈر کی منسوخی اور وزیر تعلیم کی برطرفی	۲۱۳

www.abulhasanalinadwi.org

۵۳ ملاقاتیں ۲۱۵
۵۴ ایک صاعقہ اثر خبر، ماہ مبارک میں دہلی کا اضطراری سفر ۲۱۶
۵۵ ادب اسلامی سیمینار بنگلور اور سفر منگلور و بھٹکل ۲۲۶
۵۶ مقامی ادباء اور صحافیوں کا اجتماع ۲۲۹
۵۷ ادب علمی، فکری، اخلاقی اور انقلابی محرکات پیدا کرتا ہے ۲۳۲
۵۸ دار العلوم سبیل الرشاد کا جلسہ تقسیم اسناد ۲۳۶
۵۹ جلسہ پیام انسانیت ۲۳۸
۶۰ سفر منگلور و بھٹکل ۲۳۸
۶۱ ضعف وعلالت ۲۴۲
۶۲ وزیر اعظم ہند، اٹل بہاری باجپئی کی رفقاء کے ساتھ آمد ۲۴۴
۶۳ علالت کی شہرت اور عیادت ودعا کی سرگرمی ۲۴۵
۶۴ سعودی سفیر کی آمد ۲۴۸
۶۵ ایک ندوی فاضل کی وفات ۲۵۰
۶۶ ایک مخلص عالم دین کی رحلت ۲۵۱
۶۷ مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبد العزیز بن باز کی رحلت ۲۵۱
۶۸ ادیب کبیر شیخ علی طنطاوی کی وفات ۲۵۳
۶۹ تبلیغی اجتماع میں راقم کی اہم تقریر ۲۵۷
۷۰ راقم کی تقریر کی ایک شرارت آمیز رپورٹ اور ایک حریفانہ
وجارحانہ صحافی مہم واشتعال انگیزی ۲۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

۷۱	علامہ مصطفیٰ زرقاء کی وفات	۲۶۹
۷۲	استاذ محمد المجذوب کی وفات	۲۷۱
۷۳	حکیم عبدالحمید کا سانحۂ وفات	۲۷۳
۷۴	سلطان برونائی ایوارڈ	۲۷۶
	انڈکس مرتبہ: محمد غفران ندوی	۲۸۲

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۰

خاکسار راقم کا زیرِ نظر تصنیف "کاروانِ زندگی" جلد ہفتم کو ناظرین کے سامنے پیش کرنے پر دل مسرور اور شکر گزار ہے، کہ اس کو عمر اور توفیق کی اس منزل پر پہنچنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، اور اس کو نہ صرف اپنی ذات سے تعلّق رکھنے والے واقعات، مشاہدات، اور اسفار کی روداد پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے، بلکہ اپنے ماحول، ملک اور عہد کے بہت سے حقائق، حوادث، تغیّرات اور احساسات کو بھی محفوظ و منضبط کرنے اور ناظرین کے سامنے پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے جو ضابطہ کی تاریخوں اور کسی ایک موضوع پر محدود تصنیفات میں نہیں ملتے، اور اس طرح سات جلدوں کے اس سلسلہ کو جو اسفار، دوروں، ملاقاتوں، اور بدلتے ہوئے ماحول کی تصویر کشی پر مشتمل ہے "سبع سیّارہ" کہا جا سکتا ہے، اور اس سے معاصر اور آنے والے مصنفین کو وہ مواد مل سکتا ہے اور زمانہ کی نبض بھی پہچانی جا سکتی ہے جو تاریخ کی عام کتابوں اور سوانح عمریوں سے کم پہچانی جاتی ہے۔

"کاروانِ زندگی" کے اس سلسلہ کا عربی میں بھی ترجمہ ہو رہا ہے، اور تینؔ جلدیں اس وقت تک "فی مسیرۃ الحیاۃ" کے نام سے شائع ہو چکی ہیں، پہلی جلد پر

www.abulhasanalinadwi.org

عربی کے مشہور ادیب وصاحب طرز انشاء پرداز اور اسلامی الفکر کاتب ومصنف علامہ علی طنطاویؒ کا مقدمہ ہے،

کتاب کی تصنیف وطباعت واشاعت میں جن احباب ومعاونین نے مدد کی مصنف ان سب کا شکر گزار[1] ہے، وہ (جہاں تک اس جلد کا تعلق ہے) عزیز القدر سید محمود حسن حسنی ندوی سلمہ کے لیے خاص طور پر دعاگو ہے جنھوں نے اس کتاب کی تصحیح، نگرانی وتاکید میں مدد کی بارک اللہ فیہ ووفقہ لما یحب ویرضیٰ، اور اسی طرح مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے موجودہ معاون ناظم اور رفیق کار مولوی محمد غفران ندوی کا شکر گزار ہے جنھوں نے اس کی طرف خاص توجہ کی اور اس کی طباعت واشاعت میں خصوصی تعاون کیا۔

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ — ابوالحسن علی ندوی

۳۰ جون ۱۹۹۹ء — مہمان خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

---

[1] افسوس ہے کہ ۵ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ ۱۹ جون ۱۹۹۹ء کو حجاز میں ان کا انتقال ہوا اور مکہ معظمہ میں مدفون ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ،

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کی عظیم دینی واصلاحی تحریکات

نامور مدارس اور تعلیمی و تربیتی مرکزوں کا تعارف اور ان کے بارہ میں غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کچھ عرصہ سے ہندوستان کی بعض ایسی دینی و دعوتی تحریکوں کے جن کا دائرہ عمل بڑا وسیع، جن کی جڑیں مضبوط اور جن کے اثرات بڑے وسیع دور رس ہیں اور بعض ایسے تعلیمی و تربیتی اداروں کے جنھوں نے اسلامی علوم و فنون کی حفاظت، ان کی تعلیم و تدریس اور نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا اور برّصغیر ہند و پاک میں اسلامی بیداری پیدا کرنے، دینی رجحان عام کرنے اور شریعت کی بالادستی قائم کرنے میں بنیادی حصّہ لیا، عقیدہ و طریق کار، قرآن و حدیث سے ان کے تعلق، عقیدۂ توحید سے ان کی وابستگی اور اسلامی شریعت پر ان کے عمل پیرا ہونے کے سلسلہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی مہم شروع کی گئی ہے، اور ان کے خلاف پروپیگنڈا، ان پر تنقید اور بے تحقیق الزام تراشی کا سلسلہ شروع کرکے ان کی شبیہ بگاڑنے کی کوشش کی جارہی ہے[1] اور یہ سب

[1] وجہ یہ ہے کہ ان خدمات اور کارناموں کے ساتھ وہ مسلکاً و عملاً حنفی ہیں اور اسی بنیاد پر مخالفت اور تشکیک کی یہ مہم شروع کی گئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

صرف جماعتی مفاد، مالی استحصال یا ایک خاص مشرب اور طریقہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیا جارہا ہے، اس تحریک سے ان ہمہ گیر اور گہرے اثر و رسوخ کی حامل دینی تحریکوں دعوتی سرگرمیوں اور اصلاحی کوششوں کے بارہ میں غلط فہمی اور بدگمانی پیدا ہو رہی ہے اور ان دینی، تعلیمی و تربیتی مرکزوں کے سلسلہ میں تشکوک و شبہات پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جو نہ صرف یہ کہ "دین خالص" پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہے اور شرک و بدعت کی آمیزش سے دین حنیف کی حفاظت کرتے رہے بلکہ تعلیم یافتہ نسلوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات پر کاربند رکھنے، اپنے دینی سرمایہ کی حفاظت کرنے، اسلامی خصوصیات کو برقرار رکھنے، برطانوی سامراج سے سرزمین ہند کو آزاد کرنے، اسلامی تشخص کا دفاع کرنے، اسلامی تہذیب کو فروغ دینے اور اسلامی عائلی قانون (پرسنل لا) کے لیے سینہ سپر ہو جانے میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

ان حالات میں راقم سطور نے اپنی یہ ذمہ داری محسوس کی کہ وہ غیر جانبدارانہ اور تاریخ کے صحیح واقعات کی روشنی میں پوری دیانت داری کے ساتھ ان انقلاب انگیز دعوتی و اصلاحی تحریکوں، قدیم و مشہور تعلیمی اداروں اور فکری تربیتی مراکز اور ان کے کاموں اور سربراہوں کا مختصر تعارف پیش کرے، اور عقائد کی تصحیح کرنے، قرآن و حدیث سے عوام کا رشتہ جوڑنے اور شرک و بدعت کی نفرت ان کے دلوں میں بٹھانے میں ان دینی مدرسوں اور دعوتی تحریکوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان پر کچھ روشنی ڈالے تاکہ قارئین ان عالمگیر دعوتی و اصلاحی تحریکوں، تعلیمی و تربیتی اداروں اور ان سے نسبت رکھنے والی قابل احترام شخصیتوں کی دینی خدمات سے واقف، ان کی اصلاحی کوششوں سے آگاہ اور تصحیح عقائد

www.abulhasanalinadwi.org

کے سلسلہ میں ان کی قربانیوں اور اس راہ میں ان کو حاصل ہونے والی حیرت انگیز کامیابیوں سے روشناس ہو سکیں، اور صحیح معلومات، تاریخی حقائق اور مستند واقعات ان کی نگاہوں کے سامنے آسکیں تاکہ ان تاریخی واقعات اور صحیح معلومات کی روشنی میں اس بے موقع اور بے محل چھیڑی جانے والی ان بحثوں پر رائے قائم کرنا اور فیصلہ کرنا ان کے لئے آسان ہو سکے۔

افسوس ہے کہ یہ مسائل ایک ایسے ملک میں اٹھائے گئے ہیں جو مرکز اسلام سے ہزاروں میل دور ہے جہاں مسلمانوں کو مختلف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سامنا ہے، جہاں ان کے ثقافتی، لسانی اور تہذیبی امتیاز کو ختم کرنے کی منصوبہ بند کوشش کی جارہی ہے، جہاں ان کے دینی تشخص کو مٹانے، یکساں عائلی قانون نافذ کرنے اور ایک لادینی بلکہ ہندو دیومالا (MYTHOLOGY) کے ساتھ نصاب تعلیم نافذ کرنے، مختصراً اس کو دوسرا اسپین بنانے کی سازش برسوں سے رچی ہوئی ہے۔

ایسے ملک میں اس طرح کی مہم چلانے، مفید اور ضروری تعلیمی اداروں اور دعوتی تحریکوں پر بے بنیاد الزامات لگانے اور اس سے اپنے جماعتی مفادات کو بروئے کار لانے والوں سے قرآن کریم کی روشنی میں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا	اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو
قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ	اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف
بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ	کی، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث
شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا	انصاف ہرگز نہ چھوڑو، عدل کرو

www.abulhasanalinadwi.org

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ــ یہی بات زیادہ نزدیک ہے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ــ تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۃ المائدۃ:۸) ــ اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

یہ رسالہ حجاز و خلیج کے اہل نظر و اہل خیر کی واقفیت و معلومات کے لئے عربی میں "أضواء" کے نام سے ندوۃ العلماء کے عربی پریس سے چھپوا کر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام سے شائع کیا گیا، اور ان مقامات پر پہنچایا گیا جہاں اس کی ضرورت تھی، بعد میں برصغیر ہند و پاکستان کے لئے بھی اس کی ضرورت سمجھ کر اس کو اردو میں منتقل کر دیا گیا، یہ خدمت عزیز القدر سیّد جعفر مسعود حسنی ندوی (فرزند ارجمند مولوی سیّد محمّد واضح رشید حسنی ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء و رئیس التحریر صحیفۂ عربی الرّائد) نے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دی وہ رسالہ "بصائر" کے نام سے شائع ہوا۔

ایک بے موقع اور ناوقت مہم

راقم سطور فضل الٰہی سے ایک ایسے خاندان سے تعلّق رکھتا ہے جو صدیوں سے توحید کے عقیدۂ خالص، کامل اتّباعِ سنّت اور ائمہ و سَلَف سے پوری عقیدت ان کے اعتراف و احترام کا صدیوں سے خوگر چلا آرہا ہے اور کتاب و سنّت پر عمل کو اصل دین سمجھتا ہے، اس کے زمانہ شعور میں بعض ایسے علماء اور افراد خاندان بھی رہے ہیں جو براہ راست حدیث پر عمل کرتے تھے اور ان کو خاندان میں اعتراض اور طعن و تشنیع کا ہدف نہیں بنایا جاتا تھا، بلکہ ان کے علم و صلاح کی وجہ سے ان

www.abulhasanalinadwi.org

کا پورا احترام کیا جاتا تھا، خود راقم کے عربی زبان و ادب کے باکمال و متبحر عرب استاذ (جن کی نظیر تحقیق و اتقان اور حسن تعلیم میں خود ممالک عربیہ میں ملنی مشکل تھی) استقلالاً عامل بالحدیث تھے، پھر اس کے ساتھ راقم کو معاصر اہلِ حدیث علماء و شیوخ سے احترام و عقیدت کا تعلّق بھی رہا ہے، اس نے ان کی کتابوں اور شروحِ حدیث سے ایام تدریس حدیث میں فائدہ بھی اٹھایا ہے اور خاص طور پر وہ محدّث جلیل علاّمہ عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحبِ "تحفۃ الاحوذی" شرح "سنن الترمذی" کے علم و تحقیق کا معترف ہے اور اس نے زمانۂ تدریس حدیث میں ان کی فاضلانہ شرح سے فائدہ اٹھایا اور اس کو ان سے حدیث کی سند کے حصول کا شرف بھی حاصل ہے۔

لیکن ادھر کچھ دنوں سے (خاص طور پر ہندوستان میں) مذاہب اربعہ (جن میں اپنی اکثریت اور اشاعت کی وجہ سے مذہب حنفی ہی خاص طور پر نشانہ ہے) اور تقلید ائمہ کے خلاف ایک طاقت ور اور عمومی مہم جاری ہے، جو ان مذاہب اور تقلید ائمہ کو بدعت اور تعلیمات اسلام کے خلاف بتاتی ہے، یہ مہم کچھ عرصے سے اتنی تیز ہو گئی ہے کہ گویا وہ ایک بڑی "ضلالت" اور "بدعت" کے خلاف محاذ آرائی ہے اور اس وقت وہ دین صحیح کی طرف دعوت کے مرادف ہے۔

چند دنوں سے مصنّف کے پاس ہندوستان کے مختلف اطراف و نواح سے خطوط آئے کہ یہ مہم بہت تیز ہو گئی ہے اور اس سے خود مسلمانوں میں (جو دینی اور تہذیبی بنیاد پر سازشوں، حملوں اور کردار کشی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں)

لہ ان سے مراد شیخ خلیل بن محمد بن حسین الانصاری الیمانی اور علامہ تقی الدین الہلالی المراکشی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک انتشار اور خانہ جنگی کی سی نوبت آرہی ہے۔

جنوبی ہند، گجرات اور کئی ریاستوں، اضلاع اور قصبوں سے ایسے خطوط آئے، فاضل گرامی مولانا مفتی سیّد عبدالرحیم لاج پوری نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی، خود تقلید ائمہ اور مذاہب اربعہ کے جواز و صحت پر انھوں نے اردو میں ایک مفصّل کتاب لکھی، جس کا ایک عالم سے عربی میں ترجمہ کروایا، اور راقم سے اس پر مقدّمہ لکھوایا، ان شکایتی واحتجاجی خطوط کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

راقم نے مناسب سمجھا کہ وہ اس مہم کے خلاف کوئی مخالفانہ ومقابلانہ مہم شروع کرنے کے بجائے (جس سے مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا ہونے کا خوف ہے) حضرات علمائے حدیث کو ایک داعیانہ، مخلصانہ اور برادرانہ خط لکھے جس میں ان کو اس "جہاد فی غیر جہاد" و "نضال فی غیر عدو" سے اجتناب کرنے کی دعوت اور مخلصانہ مشورے دے اور وقت کی نزاکت اور معنوی نسل کشی کی جو مہم اس وقت ملک میں چل رہی ہے اس سے آگاہ کرے، اور یہ مشورہ دے کہ یہ وقت توجہ اور توانائی حقیقی دشمن اور سنگین خطرہ کا مقابلہ کرنے پر صرف کرنے کا ہے[1] اس کے لئے اس نے

---

[1] خود رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے اپنی مجلس "المجمع الفقہی الاسلامی" کے ایک اجلاس میں جو ۲۴ صفر ۱۴۰۸ھ (۱۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء) میں منعقد ہوئی تھی اس مسئلہ اور ضرورت پر روشنی ڈالی اور بالاتفاق یہ طے کیا کہ معتبر اور معمول بہ مذاہب فقہی اور تقلید ائمہ اربعہ کے خلاف مہم چلا کر عالم اسلام میں انتشار نہ پیدا کیا جائے (ملاحظہ ہو القرار التاسع بشأن موضوع الخلاف الفقهي بين المذاهب والتعصب المذهبي من بعض اتباعها)

www.abulhasanalinadwi.org

(احتیاطاً) عربی ہی میں ایک مراسلہ ترتیب دیا[1] اور دس ممتاز و نامور سلفی علماء کی خدمت میں بھیجا۔

اس مراسلہ کے جواب میں سعودی عرب کے سب سے نامور عالم و دینی شخصیت علاّمہ شیخ عبدالعزیز بن باز صدر ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء و سکریٹری ہیئۃ کبار العلماء کا گرامی نامہ آیا، جس میں انھوں نے لکھا کہ میں آپ کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں کہ البحوث العلمیۃ والافتاء کی مستقل کمیٹی کی طرف سے ۷ ار شوال ۱۴۰۷ھ میں اور المجمع الفقہی رابطۂ عالم اسلامی کی جانب سے ۲۴ ر صفر ۱۴۰۸ھ میں یہ فتویٰ صادر ہوا کہ ائمہ مذاہب اربعہ، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ) فضلائے اہل علم متبعین رسول اور احکام شریعہ میں اجتہاد و استنباط کے اہل ہیں ان کا مقلد کافر نہیں، اس لئے کہ اگر انسان احکام شرعیہ کی براہ راست معرفت نہیں رکھتا اور وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی کا پیرو ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

پھر اس مراسلہ میں ائمہ اربعہ کی واضح الفاظ میں تعریف و اعتراف کیا گیا ہے اور ان کی خدمات و مناقب بیان کئے گئے ہیں[2]۔

اس کے علاوہ اور بھی مؤقر اور ذمہ دار اداروں اور مرکزوں کی طرف سے اسی مضمون کے جوابات ہیں[3]۔

"کاروانِ زندگی" کے اس حصہ میں اس پورے مکتوب کا (جو عربی میں لکھا

---

[1] اس کو عربی میں اس لیے پیش کیا گیا کہ وہ مکتوب الیہم علماء ہی کے دائرہ میں محدود رہے اور اس سے کوئی سیاسی یا جماعتی فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

[2] اس مراسلہ پر علاّمہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اور متعدد علماء و مفتیوں کے دستخط ہیں۔

[3] یہ جوابات اور مراسلات مصنّف کتاب کے پاس محفوظ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

گیا تھا، ترجمہ پیش کیا جارہا ہے کہ شاید وہ اب بھی چشم کشا اور کم سے کم غور طلب بن جائے[1]۔

"یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں انسان نے غلطی، لغزش اور گمراہی و کج روی سے بچنے کے لئے ایسے اصحابِ اختصاص اور ماہرینِ فن سے رجوع کرنا ضروری سمجھا ہے جو اپنے فن اور موضوع میں خصوصی مہارت اور اس میں تفوّق و امتیاز اور مجتہدانہ صلاحیتوں کے حامل ہوں، علوم و فنون و بحث و تحقیق کی قدیم و جدید تاریخ اس طرح کی بکثرت مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔

اس سے بھی زیادہ روشن، تابناک اور بدیہی حقیقت یہ ہے کہ دین پر عمل کرنے، نت نئے پیش آنے والے مسائل کے بارہ میں شریعت کے احکام معلوم کرنے کے لئے ایسے اصحابِ اختصاص اور ماہرینِ فن سے رجوع کیا جائے جو اپنے فن پر نہ صرف کامل دست گاہ رکھتے ہوں بلکہ ان کی تحقیقات و معلومات میں گہرائی کے ساتھ گیرائی اور وسعت و تبحّر علمی بھی ہو، اس کے ساتھ وہ لوگوں کو دینی مسائل و احکام بتانے میں اجر و ثواب کے حریص اور ایمان و احتساب کی روح سے سرشار ہوں، دیانت کے ساتھ اپنے فرائض اور علمی امانت کو دوسروں تک پہنچانے میں انھیں اللہ تعالیٰ کے یہاں جواب دہی کا غیر معمولی شعور اور حساب و کتاب کا خوف ہو، اسی بنا پر اسلامی تاریخ کے اوّلین دور، خلفائے راشدین، صحابہ کرام او رتابعین عظام کے عہد میں فقہی احکام و مسائل معلوم کرنے کے لئے ایسے حضرات سے رجوع کرنا عام بات تھی جو علوم دینیہ

---

[1] اس عربی مکتوب کا ترجمہ عزیز گرامی مولوی نذر الحفیظ ندوی ازہری استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کے قلم سے ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں رسوخ و تبحّر رکھتے تھے، اس کے ساتھ انفرادی و اجتماعی مسائل و مشکلات کے حل کرنے میں، شریعت کے احکام بتانے اور قرآن و سنّت کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کو وہ حضرات باعث اجر و ثواب اور تقرّب الٰہی کا ذریعہ تصوّر کرتے اور اس امانت کی ادائگی کو اپنے اوپر ایسی ذمہ داری سمجھتے تھے جس کے بارہ میں قیامت کے دن وہ جواب دہ ہوں گے۔

اسلامی تاریخ کے اوّلین دور میں کسی خاص اور متعیّن فقہی مکتب فکر یا کسی مخصوص مسلک پر عمل پیرا فرد سے علمی و فقہی معاملات میں رجوع کرنا ضروری نہیں تھا اور نہ اس کا التزام اور کوئی پابندی تھی، بلکہ سائل کسی شخص سے بھی دینی و فقہی احکام و مسائل معلوم کر لیتا تھا، اس لئے کہ اس دور کی یہی خصوصیت تھی پھر ایمان واحتساب کی روح عام طور پر موجود تھی اور صحیح بات معلوم کرنے اور حق تک رسائی کا جذبہ اس عہد کے تمام لوگوں میں پایا جاتا تھا، دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ علمی ماحول عام تھا اور ہر جگہ بحث و تحقیق کے حلقے قائم تھے۔

پھر وہ دور آیا جب حالات کے تقاضوں کی رعایت اور محنت و وقت بچانے کی خاطر حق و صواب کی جستجو اور تلاش کے لئے لوگ ایسے فقہی مکتب فکر کی طرف رجوع کرنے لگے جو اس کی بہترین نمائندگی و ترجمانی کرے اور جس کے علم و تحقیق، امانت و دیانت اور تقویٰ پر اعتماد و اعتبار کیا جا سکے، چنانچہ کسی خاص فقہی مکتبِ فکر کی طرف رجوع کرنا ایک عام اور قابلِ تقلید طریقہ بن گیا، جو پسندیدہ بھی تھا اور سہل الحصول بھی، اس علمی رجوع میں نہ تو کوئی برائی تھی اور نہ رجوع کرنے والے کو شرک و بدعت کا مرتکب اور اجماع اُمّت کا مخالف قرار دیا گیا، اس کا نتیجہ

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ہوا کہ پورے عالم اسلام میں چار فقہی مکاتب فکر میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرنا عام بات ہوگئی، اس رجوع نے نہ تو لوگوں کے اندر غلط ردِّ عمل پیدا کیا اور نہ اس طرز عمل کو کسی بدعت یا گمراہی کا نام دیا گیا، اس لیے کہ اصحاب اختصاص سے شرعی معاملات میں رجوع اور ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل درآمد میں بنیادی شرط یہ تھی کہ وہ مسائل وتحقیقات کتاب وسنّت کے مطابق ہوں کہ یہی دونوں سرچشمۂ ہدایت ہیں[1]۔

دینی وشرعی احکام معلوم کرنے میں کسی خاص فقہی مکتب فکر کی طرف رجوع اور اس کے ائمۂ مجتہدین کے اجتہاد اور فقہی بصیرت پر اعتماد واعتبار کرنے کی (جو کتاب وسنّت سے مسائل کا استنباط کرتے اور انھیں دونوں سرچشموں سے کسب فیض کرتے ہیں) ضرورت تو اس دور میں اور بھی بڑھ گئی ہے کہ یہ زمانہ خاص طور سے فکری انارکی، ذہنی انتشار، مادی کشش، فتنوں اور جدید چیلنجوں کا ہے، ہر قسم کے اخلاقی قید وبند سے گلوخلاصی وآزادی حاصل کرنے، نفس کی خواہشات وترغیبات اور معاشرہ وزمانہ کے ساتھ دینے کا دور ہے اس کا پورا مشاہدہ ان ملکوں اور معاشروں میں ہو رہا ہے۔ جہاں شرعی حدود وقیود اور دینی واخلاقی قدروں سے بے قید آزادی کی زندگی پائی جاتی ہے۔

رنج وافسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے نازک، پُرخطر چیلنجوں اور آزمائشوں کے دور میں برِّصغیر ہندوستان جیسے ملک میں ائمہ اربعہ کے فقہی مکاتب فکر کے

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید"

www.abulhasanalinadwi.org

خلاف زبردست یورش کا آغاز کر دیا گیا ہے، اس میں خاص طور سے احناف کو نشانہ بنایا جا رہا ہے جن کی اس ملک میں اکثریت ہے، اس طرح کی یورش کا نہ تو یہ وقت ہے اور نہ ہندوستان اس کی مناسب جگہ ہے، اس طرح کی سرگرمیوں سے بجز اختلافات میں اضافہ اور ذہنی انتشار کے کچھ حاصل نہیں، جب کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس وقت شدید ضرورت اتحاد و اتفاق کی ہے، اس لئے کہ انھیں بت پرستانہ، مشرکانہ اور لادینی طاقتوں اور مغرب کی ملحدانہ تہذیب و ثقافت کے چیلنج کا سامنا ہے۔

احناف کے خلاف جدوجہد اور جنگ شروع کرنے کے بجائے اس کی شدید ضرورت ہے کہ مشرکانہ عقائد و اعمال کے خلاف پوری توجہ اور پوری طاقت لگا دی جائے، کہ ہم ہندوستانی مسلمان جس ماحول میں رہتے ہیں وہ مرکز اسلام سے دور ہونے کی بنا پر شرک و بت پرستی کا قدیم زمانہ سے مرکز رہا ہے اس ملک کی زبان و ثقافت بھی اسلامی زبان و ثقافت سے قطعی مختلف ہے، ہندوستانی مسلمان اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کے مشرکانہ عقائد و اعمال، بدعات و خرافات، جاہلی رسم و رواج اور شادی و غمی اور "پرسنل لا" میں ان سے متاثر ہیں، اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت پر ساری توجہ اور توانائی صرف کر دی جائے کہ مسلمانوں کے اس ملک میں بقا و تحفّظ کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ کس حد تک اپنے عقائد، تہذیب، ثقافت، دینی غیرت و حمیت اور اسلامی تشخّص و امتیاز کو باقی رکھ سکتے ہیں، یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ملک میں تہذیبی و ثقافتی ارتداد کے آثار و قرائن ظاہر ہو چکے ہیں (ہم دینی ارتداد کا لفظ

استعمال کرنے سے گریز کر رہے ہیں کہ یہ لفظ دل ودماغ اور سماعت پر گراں ہے اور اس کے اندر بڑی شناعت ہے)

اس ملک کے لیے سب سے زیادہ بہتر منہج اور اصول حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ہے جس کے آثار وتابندہ نقوش اب بھی باقی ہیں، ان کے باکمال فرزندوں نے جن میں سے ہر ایک نابغۂ روزگار اور مجتہدانہ، فقہی وعلمی بصیرت کا حامل تھا، ان کا مشن جاری رکھا، پھر اس علمی خانوادہ کے تربیت یافتہ اور خوشہ چیں شاگرد رشید امام المسلمین سید احمد بن عرفان شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ) جیسے داعی ومجاہد ہیں، جن کے دست مبارک پر ہر قسم کے شرک وبدعات، خرافات، اور جاہلی عادات واطوار سے توبہ وبیعت کرنے والوں کی تعداد تیس[3] لاکھ ہے اس توبہ وبیعت کے بعد ان لوگوں کے اندر ہر قسم کے شرک وبدعت اور جاہلانہ رسوم ورواج سے سخت نفرت وکراہیت پیدا ہو گئی، اس کے ساتھ دینی غیرت وحمیت میں بھی نمایاں اور ممتاز تھے، جن غیر مسلموں نے سید صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ان کی تعداد چالیس[4] ہزار سے کچھ زیادہ ہی بتائی جاتی ہے، یہی حال ان کے جانشین اور قوت بازو، مجاہد کبیر مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ) صاحب "تقویۃ الایمان" کا تھا، جن کی کتاب توحید خالص کے بیان اور شرک وبدعات کی تردید میں سب سے طاقتور اور مؤثر کتاب شمار کی جاتی ہے اور جسے پڑھ کر ایک بڑے سعودی عالم نے کہا تھا کہ یہ کتاب توحید کی "منجنیق[1]" ہے۔

علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامی کا سانحۂ وفات: محدث عصر، فاضل

[1] وہ مشین جو پتھر پھینکتی ہے اور سنگ سار کرتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جلیل، علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامی نے ۸؍شوال ۱۴۱۷ھ (۱۶؍فروری ۱۹۹۷ء) کو سفرِ آخرت اختیار کیا، اور ریاض میں جہاں وہ عرصے سے مقیم تھے جان جانِ آفریں کے سپرد کی، پھر ۹؍شوال ۱۴۱۷ھ (۱۷؍فروری ۱۹۹۷ء) کو ریاض ہی میں نماز جنازہ ہوئی، نماز جنازہ میں عقیدت مندوں کا ہجوم تھا، جن میں کبار علماء اور معززین شامل تھے، تدفین جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں عمل میں آئی۔

راقم نے دارالعلوم کے جلسۂ تعزیت میں شیخ کے ارتحال کو ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا خاص کر ایک ایسے دور میں جب علم حدیث سے شوق اور دلچسپی اور اس میں مہارت میں نمایاں طور پر کمی واقع ہوگئی ہے، شیخ عبدالفتاح سے پہلا تعارف اور ملاقات شام سے ترکی جاتے ہوئے حلب میں ۲؍ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ (۱۲؍جون ۱۹۵۶ء) کو ہوئی تھی، جہاں اس وقت ان کا قیام تھا، موٹر حلب کے حدود میں پہنچی ابھی شہر ۳، ۴ میل دور تھا کہ چند موٹریں سڑک پر نظر آئیں، انھوں نے ٹھہرنے کا اشارہ کیا، اترے تو معلوم ہوا کہ حلب کے احباب وفضلاء لینے آئے ہیں، ان میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور متعدد دوسرے فضلاء واعیانِ شہر تھے[2] اس کے بعد ان سے ربط بڑھتا گیا، وہ کئی بار ہندوستان اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تشریف لائے اور اپنے افادات وارشادات سے اساتذہ وطلباء کو مستفید کیا۔

ان کے ساتھ سب سے بڑی تاریخی اور یادگار رفاقت سمرقند کے اس جلسہ میں ہوئی جو امام بخاریؒ کی ایک یادگار قائم کرنے کے سلسلے میں اسلامک اسٹڈیز سنٹر

---

[2] ملاحظہ ہو "دو ہفتہ ترکی میں" ص ۱۱، ۱۲

www.abulhasanalinadwi.org

آکسفورڈ کی طرف سے وہاں منعقد کیا گیا تھا، راقم (جو اس سنٹر کا صدر رہے) اور اس کے عزیز و رفیق مولوی سید محمد رابع حسنی ندوی اور بعض اساتذہ دار العلوم ندوۃ العلماء و دار العلوم دیوبند بھی اس میں شریک ہوئے، سمرقند پہنچ کر بخاری کی زیارت اور وہاں کے ائمہ علم و سلوک اور خاص طور بانی سلسلۂ نقشبندیہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی زیارت اور فاتحہ خوانی سے محروم رہنا ایک ناشکری و ناقدری محسوس ہوئی، میزبانوں اور منتظمین نے بخارا جانے کے لئے ایک مستقل بس کا انتظام کیا، علامہ شیخ عبد الفتاح ابوغدّہ اور دوسرے ممتاز شرکائے اجلاس (پروفیسر خلیق احمد نظامی وغیرہ) بھی شریک سفر تھے، محبیّ محمد عثمان صاحب حیدر آبادی مقیم سعودی عرب نے اپنے معمول کے مطابق آمد و رفت کا انتظام کیا تھا، ہم لوگ خواجہ بہاء الدّین نقشبندؒ اور مشہور درویش عالم و وزیر خواجہ عبید اللہ احرارؒ وغیرہ کے مزارات پر حاضر ہوئے اور فاتحہ پڑھی، پھر سمرقند واپس ہوئے، سمرقند ہی میں امام بخاریؒ مدفون ہیں، ان کے مزار پر بھی حاضری دی، اور حاضرین سے کچھ خطابت کرنے کی بھی نوبت آئی۔

اسلامک اسٹڈیز سنٹر آکسفورڈ نے (جو عالم اسلام کے ناموراں اہل علم اور ماہرین خصوصی کو ایک اعزازی و امتیازی رقم (ایوارڈ) دینے کا شرف حاصل کرتا ہے جو برونائی کی علم شناس اور قدر داں حکومت کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے) ۱۴۱۶ھ یا ۱۴۱۷ھ فن حدیث میں مہارت و امتیاز کے عنوان سے علامہ عبد الفتاح ابوغدّہ کو پیش کیا جو ہر طرح سے حق بجانب اور شایانِ شان تھا۔

علامہ عبد الفتاح ابوغدّہ نے اپنی گراں قدر کتاب "صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم والتحصیل"، پر (جو علمائے سلف کی جفاکشی، بلند ہمتی اور ایثار

www.abulhasanalinadwi.org

کے بارہ میں تاریخی شواہد اور نمونے پیش کرتی ہے، اور جو بڑے سائز کے ۵۰۸ صفحات پر مشتمل ہے) مقدمہ لکھنے کی فرمائش اس قاصر الہمہ راقم سے کی اور اس نے ان کے احترام میں اس کی تعمیل کی، یہ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں جو بیروت سے ۱۳۹۴ھ (۱۹۷۴ء) میں شائع ہوا، شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ موصوف کے درجے بلند فرمائے اور علم حدیث کے فن کی طرف توجہ اور اس میں مہارت کے سلسلۃ الذہب کو جاری اور برقرار رکھے۔ وماذلک علی اللہ بعزیز۔

والد مرحوم مولانا حکیم سیّد عبدالحی صاحبؒ پر لکھنؤ میں ایک علمی سیمینار

۱۶/۱۷ مارچ ۱۹۹۷ء کو عزیز گرامی قدر پروفیسر محمد یونس نگرامی (لکھنؤ یونیورسٹی) و چیرمین اردو اکیڈمی لکھنؤ کے منشاء اور دلچسپی اور ان کی تحریک اور قدر دانی کی بنا پر والد مرحوم مولانا حکیم سیّد عبدالحی حسنی پر ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا، جس میں ان کے مابہ الامتیاز، منفردانہ اور بے نظیر یا قلیل النظیر تاریخی و تحقیقی خدمات اور امتیازی کمالات پر روشنی ڈالی گئی، اس سیمینار میں دانش گاہوں، مدارس اور جامعات (یونیورسٹیز) اور علمی و تحقیقی مجالس اور اکیڈمیوں کے اچھی تعداد میں فضلا، تحقیقی کام کرنے والے اور اہل قلم شریک ہوئے، جن میں فاضل گرامی پروفیسر خلیق احمد نظامی (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سعودی عرب کے وزیر امور دینی ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی کے نمائندہ احمد عبداللہ خلیفہ، اُمّ القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرّمہ کے سابق پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی (حال معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org

خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان فضلاء کے علاوہ سابق مرکزی وزیر راجیش پائلٹ، صوبہ کی حکومت کے سربراہ اعلیٰ (گورنر یو۔پی) رومیش بھنڈاری بھی قابل ذکر ہیں۔ مندوبین کے علاوہ شہر کے معززین کی ایک تعداد بھی شریک ہوئی۔

سیمینار میں پروفیسر خلیق احمد نظامی کا فاضلانہ مقالہ "علامہ حکیم سیّد عبدالحیؒ، اساس فکر و علمی کارنامے"، خاص طور پر ایک بصیرت افروز، فکر انگیز مقالہ تھا، جس میں مولانا حکیم سیّد عبدالحیؒ کے خاندان (خاندان حضرت سیّد احمد شہیدؒ) پر تاریخی روشنی ڈالی گئی اور اس کی اصلاحی، دعوتی، مجاہدانہ و علمی کارناموں کا تعارف کرایا گیا، پھر "نزہۃ الخواطر"، کی آٹھ جلدوں[1] پر علمی و حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا، اور کہا کہ اس کتاب نے ہندوستان کی علمی و ثقافتی تاریخ کی ایک زبردست کمی کو پورا کیا ہے۔

راقم نے اپنے مقالہ میں کہا کہ عالم عربی میں بھی کوئی تذکرہ یا تاریخی جائزہ ایسا نہیں ملتا، جس میں پہلی صدی ہجری یا اس کے بعد کی ایک دو صدی سے لے کر مصنّف یا تصنیف کے عہد تک کے اعیان و مختلف طبقات و فنون کی ممتاز شخصیتوں کا ذکر ہو، عام طور پر بلکہ کلّی طور پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ ایک ایک صدی کے مشاہیر اور ممتاز شخصیات کے تذکرے اور تعارف پر مشتمل ہیں، یا کسی ایک موضوع اور فن کے دائرہ میں محدود ہیں (جیسے ادب، نحو، شعر، طب، عروض وغیرہ)[2]

[1] پورا نام "نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر" ہے، اب وہ "الإعلام بمن فی تاریخ الہند من الأعلام"، کے نام سے دار عرفات رائے بریلی کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

[2] اس پر تفصیل سے "رواق عبدالحیؒ"، کے افتتاح کی تقریب میں روشنی ڈالی گئی تھی، اور کتابوں کے نام بھی سنائے گئے تھے، ملاحظہ ہو "کاروانِ زندگی"، جلد ششم ص ۲۳۱-۲۳۶

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن نزہۃ الخواطر" میں بلا امتیاز موضوع اور دائرہ کمال اور بلا امتیاز صدی، پہلی صدی ہجری سے لے کر مصنّف کی صدی (چودھویں صدی ہجری) تک کے اصحاب امتیاز و اہل کمال کا تذکرہ ہے۔

"نزہۃ الخواطر" کے علاوہ مصنّف مرحوم کے ہندوستان کے اسلامی عہد کے بارہ میں دو اور تحقیقی شاہکار ہیں ایک "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الهند" جو ہندوستان کی علمی، دینی، ادبی، تحقیقی اور نصابی کتابوں کی ڈائرکٹری ہے، یہ کتاب دمشق کی نامور عربی اکیڈمی المجمع العلمی العربی نے شائع کی اور اس کے دو ایڈیشن نکلے، دوسرا "الهند فی العہد الاسلامی" جو ہندوستان کے پورے اسلامی عہد کا ایک تاریخی جائزہ ہے اور اس میں اس عہد کے انتظامی، تعمیری، تعلیمی اقدامات و اضافات کو دکھایا گیا ہے۔

بعض اور فضلاء نے کتاب کے دوسرے امتیازات پر روشنی ڈالی جن میں مولوی سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولوی نذر الحفیظ ندوی، مولوی سید عبد اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی (میسور) جناب عابد سہیل (لکھنؤ) پروفیسر نثار احمد فاروقی، ظفر احمد صدیقی، (شعبۂ اردو بنارس ہندو یونیورسٹی) پروفیسر وارث کرمانی (شعبۂ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) مولانا ضیاء الدین اصلاحی ناظم دار المصنّفین (شبلی اکیڈمی) انھوں نے مقالہ بھی پڑھا، پروفیسر محمد راشد ندوی، مولوی ابو سحبان روح القدس ندوی، سیّد جعفر مسعود حسنی ندوی، اور پروفیسر انیس چشتی پونا وغیرہ شامل تھے۔

منیٰ کا حادثہ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ (اپریل ۱۹۹۷ء) میں ۸ر ذی الحجہ (منیٰ کے

www.abulhasanalinadwi.org

قیام کے دن) ایام حج میں آتشزدگی کا وہ حادثۂ فاجعہ پیش آیا جس کی نظیر کم سے کم تاریخ اسلام میں نہیں ملتی، اس حادثہ میں حجّاج آتشزدگی کا شکار اور شہید ہوئے، اور جن ملکوں اور شہروں سے وہ آکر حج کا فریضہ ادا کرنے، یا حصولِ سعادت وثواب کے لئے حج کی عبادت ادا کرنے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے حجاج کی ایک بڑی تعداد میں شریک تھے، انھوں نے عبادت کے بجائے اس شہادت کا اجر و ثواب حاصل کیا جو ہر عبادت سے زیادہ حصولِ ثواب اور بلندی درجات کا ذریعہ ہے ہندوستان میں بھی (جس کے شرکاء و شہداء کی تعداد شاید اور ملکوں سے زیادہ تھی) اس حادثہ کا رنج والم کے ساتھ اثر محسوس کیا گیا، حکومت ہند نے ایک ایک فرد کے سلسلہ میں اس کے پسماندگان کے لئے ایک ایک لاکھ روپیہ رقم منظور کی جو غالباً ادا نہیں کی گئی۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی وفات اور مصنّف کی تعزیتی تقریر

عالم ربّانی داعی الی اللہ و خادم دین مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی ذات کم سے کم ہندوستان کے علمی و دینی حلقہ اور خصوصیت کے ساتھ راقم کے حلقۂ احباب اور "کاروانِ زندگی" کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے قطعاً محتاجِ تعارف نہیں، جہاں تک مصنّفِ کتاب کا تعلّق ہے شائد دو حقیقی بھائیوں میں بھی اتنی قریبی رفاقت، یکجائی، ہم نشینی، ہم سفری اور اتحاد فکر و عمل رہا ہو جو ہم دونوں میں تھا، سلوک و تربیت، تحریک و دعوت، تصنیف و اظہار خیال کے علاوہ تقریباً ۱۵ سال کے قریب (لکھنؤ کے تبلیغی مرکز واقع محمد علی لین امین آباد) میں یکجائی رہی، پنج گانہ نمازوں

www.abulhasanalinadwi.org

میں معیت و شرکت، اجتماع سے خطاب و درس، کھانے اور ناشتہ کی یکجائی سالہا سال قائم رہی دہلی کے مرکز تبلیغ اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضری، ان کی دعوت میں شرکت و ہم سفری، پھر رائے پور، سہارنپور کی حاضری، عارف باللہ، و مرشد زمانہ حضرت مولانا عبد القادرؒ صاحب رائے پوری سے انتساب و ارادت' پھر رابطۃ العالم الاسلامی مکّہ معظّمہ کی رکنیت اور شرکت میں رفاقت اور سفر حج و زیارت مدینہ طیبہ میں بار بار مصاحبت، اتحاد خیال و اتحاد عمل یہ سب وہ خصوصیتیں اور امتیازات ہیں جو ان دو شخصوں میں کم دیکھنے میں آتے ہیں جن کا مولد و منشاء مدرسہ و دانش گاہ، شہر و وطن اور خاندانی انتساب الگ الگ ہو۔

مولانا ایک حادثہ کے نتیجہ میں جو دار العلوم دیوبند سے واپسی پر سواری پر پیش آیا تھا، پھر اس میں دوسرے سفر میں کچھ اور اضافہ ہو گیا تھا تقریباً دس سال تک اضطراراً نہ صرف خانہ نشیں بلکہ صاحب فراش رہے، اس طویل مدّت اور اضطراری حالت میں بھی وہ افادۂ مسلمین اور خدمت دین سے کنارہ کش اور منقطع نہیں رہے مشہور دینی مجلّہ "الفرقان" ان کے مضامین و افادات سے مزیّن و معمور رہا، اور کبھی کچھ املائی و تلقینی خدمات و افادات جاری رہے لیکن یہ مجبوری و معذوری بڑھتی گئی یہاں تک کہ ۲۶ر ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ (مطابق ۴ر مئی ۱۹۹۷ء) کو انھوں نے سحر نرسنگ ہوم میں جہاں وہ کئی دن سے زیر علاج و استراحت تھے داعی اجل کو لبیک کہا اور سفر آخرت اختیار کیا، ۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ (۵ر مئی) ۹ بجے صبح دار العلوم ندوۃ العلماء میں عالم ربّانی مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی نے نماز جنازہ پڑھائی، راقم انتقال کے دن رائے بریلی میں تھا، صبح ۸ بجے لکھنؤ حاضر ہو گیا اور نماز جنازہ میں شرکت کی، دار العلوم ندوۃ العلماء کے

www.abulhasanalinadwi.org

وسیع میدان میں صفیں لگ گئیں، خود دار العلوم میں مقیم افراد (طلبہ واساتذہ) کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہی ہے، اس کے علاوہ ملحقہ مدارس ومکاتب اور شہر کے محلّوں سے بہت بڑی تعداد میں لوگ آ گئے، شہر کی انتظامیہ نے ٹریفک کو روک دیا، پانی کے ٹینکر بھی مہیا کر دیے، دو گھنٹہ میں یہ جنازہ آخری منزل تک پہنچا اور اس خادم دین، عالم ربّانی کو سپرد خاک کیا گیا غفر اللہ لہ ورفع درجاتہ۔

۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ (مطابق ۵/ مئی ۱۹۹۷ء) کو بعد نماز مغرب دار العلوم ندوۃ العلماء میں (جس میں مولانا نے کئی سال تدریس حدیث کا عمل بھی جاری رکھا اور جس کے وہ مستقل رکن انتظامی اور مشیر ومعاون تھے) جلسۂ تعزیت ودعا منعقد ہوا، راقم نے وہاں جو تعزیتی تقریر کی اور اپنی طویل رفاقت اور علمی تجربات ومشاہدات کا خلاصہ پیش کیا وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

حمد وثنا کے بعد

"وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ"

شرکائے مجلس، برادران ورفقائے عزیز!

میرے لئے اس وقت بڑی آزمائش کی بات ہے کہ میں اپنے رفیق مخلص، رفیق فاضل، رفیق مکرم، محبوب رفیق اور رفیق رفاقت طویلہ بلکہ رفاقت اطول حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (پہلی مرتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہنا پڑ رہا ہے اور کہنا ضروری ہے) کے متعلق کچھ عرض کروں، یوں تو تعلقات وروابط کی کثرت، واقفیت کے وسیع میدان اور دینی خدمت کے مختلف انواع واقسام سے تعلق وربط ہونے کی

www.abulhasanalinadwi.org

وجہ سے مجھے بارہا اس طرح کا ناخوشگوار فریضہ انجام دینا پڑا ہے اور ہندوستان ہی نہیں مشاہیرِ عالم اسلامی اور مشاہیر مصلحین اور اہل کمال کے بارہ میں اپنے مشاہدات و تأثرات اور ان کے فضل و کمال کا اظہار کیا ہے لیکن اس وقت مجھے جو آزمائش پیش آرہی ہے اور اس سلسلہ میں جو مجاہدہ کرنا پڑ رہا ہے اس کو میں ہی جانتا ہوں، اس کی خاص طور پر دو وجہیں ہیں۔

ایک تو مولانا کا فضل و کمال، ملّتِ اسلامیہ پر ان کے حقوق و احسانات اور دوسرے میرا وسیع تعلّق، یکجا زندگی گزارنا، یکجا رہنا، اس کی مدّت تقریبًا نصف صدی ہے، ان سب کی وجہ سے مجھے اس فرض کی ادائگی میں کوتاہی کا اندیشہ ہے اس کے ساتھ ان دقّتوں اور ذمّہ داریوں کا احساس بھی ہے جو مجھے متفکّر بنائے ہوئے ہے، میں جو کچھ کہوں گا وہ ان کے حق کی ادائگی نہیں ہوگی بلکہ اپنے فرض کی ادائگی ہوگی اور یہ واقعہ ہے کہ فرض کی ادائگی بڑی مشکل ہوتی ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مولانا ان راسخین فی العلم میں تھے جن کی مثال کم ملتی ہے خصوصًا اس زمانہ میں علمی انحطاط اور علمی انتشار، تحریکوں کی کثرت، مشغولیتوں کی فراوانی اور ان کا تنوع اتنا ہے کہ علم میں رسوخ حاصل کرنا بڑا مشکل ہو گیا ہے، لیکن جو لوگ مولانا سے اجمالی واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں اور اس کی تصدیق کریں گے کہ مولانا ہندوستان کے ان منتخب اور مخصوص ممتاز علماء میں شامل تھے جنھیں علومِ اسلامیہ میں رسوخ حاصل تھا، اور یہ معمولی بات نہیں ہے وسعتِ معلومات، وسعتِ مطالعہ، تصنیف و تالیف کی صلاحیت، یہ سب چیزیں بہت عام اور کثرت سے پائی جاتی ہیں، لیکن علمی رسوخ یہ بہت اونچی بات ہے اور ایک خاص امتیاز ہے، میں خدا

کے گھر میں بیٹھ کر اس کی شہادت دیتا ہوں کہ مولانا کو حدیث میں، تفسیر میں، علم کلام میں اور فرق منحرفہ و محرّفہ کے بارہ میں جو وسیع معلومات تھیں، ان سے جو غیر معمولی واقفیت اور ان کی کمزوریوں اور ان سے پیدا ہونے والے خطرات کا جتنا صحیح اندازہ ان کو تھا وہ ہندوستان کے کم علماء کو حاصل ہوگا، جن لوگوں نے یہاں ان سے ترمذی شریف پڑھی ہے وہ اس کی شہادت دیں گے، پھر ان کی جو کتابیں ہیں وہ بتاتی ہیں کہ ان کو علم میں کتنا رسوخ حاصل تھا، پھر زمانہ کی نبض شناسی، نئی نسلوں کی ضروریات اور ان کی نفسیات اور تقاضوں سے گہری واقفیت اور ان کے ذہنوں کی گہرائیوں تک پہنچنا اور ان کو متاثر کرنا یہ اپنی جگہ پر ایک کمال ہے اس کے ساتھ علم میں رسوخ اور اس کو پیش کرنے کی صلاحیت، انتخاب کی صلاحیت، ذہنوں کی رعایت یہ ایک خاص چیز ہے، جن لوگوں نے مولانا کی کتابیں پڑھی ہیں خاص طور پر ان کی کتاب "معارف الحدیث" جو اس مسجد میں عصر بعد سنائی جاتی ہے کم از کم اردو لٹریچر میں یہ بے نظیر کتاب ہے، جس طرح حدیث وسنّت کو پیش کیا گیا ہے، جس طرح اس سے سبق لینے اور احادیث کے مختلف پہلوؤں اور مخفی گوشوں کو اُبھارا گیا ہے وہ بے مثال ہے، ان کی عام فہم اور مقبول عام کتاب "اسلام کیا ہے؟" نیز آپ حج کیسے کریں؟" "قرآن آپ سے کیا کہتا ہے" "دین وشریعت" وغیرہ وہ کتابیں ہیں جو ممتاز ہی نہیں بلکہ بعض حیثیتوں سے منفرد ہیں، اپنے مقصد، حسن انتخاب، حسن تعبیر، حسن بیان، حسن تفہیم اور ذہنوں کی رعایت کی بناء پر اس کو توفیق الٰہی ہی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

مولانا نے دار العلوم دیوبند کے چوٹی کے اساتذہ مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب جیسے حضرات سے تعلیم حاصل کی تھی اس لئے ان کو علم میں بڑا رسوخ اور کمال حاصل تھا، ان کا یہ رسوخ آخر عمر تک باقی رہا، ہمارے مشاہدہ اور علم میں یہ بات ہے کہ بعض حضرات کو ابتدائی دور میں رسوخ فی العلم حاصل ہوتا ہے لیکن جوں جوں ان کی مشغولیتیں بڑھتی جاتی ہیں زندگی کے تقاضے، راحت و آرام اور خانگی زندگی کے مطالبات بڑھتے ہیں، دینی و ملّی اور سیاسی جدوجہد میں حصّہ لینا پڑتا ہے ان سے متأثر ہوکر بلکہ ان سے دب کر وہ ایسے ہو جاتے ہیں کہ صحیح عبارت کا پڑھنا بھی ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، لیکن مولانا کا رسوخ فی العلم آخر تک باقی رہا جو بہت کمیاب بلکہ نادر بات ہے، یہ نتیجہ ہے ان کے والدین کے حسن نیت، ان کے اساتذہ کرام کی للّٰہیت و خلوص و ربّانیت کا، پھر مولانا کی محنت و خلوص اور مسلسل علمی اشتغال کا کہ ان کا تعلّق علم سے برابر قائم رہا، آخر تک علمی رسوخ و پختگی باقی رہی اس کا میں عینی شاہد ہوں اور قریب ترین رفیق کی حیثیت سے مجھے خود اس کا تجربہ ہے۔

مولانا کی دوسری بڑی خصوصیت ان کی حمیّت دینی ہے، ایک ہے "حمایت"، دوسری چیز ہے "حمیّت"، حمایت میں وہ اندرونی جذبہ اور دل سوزی نہیں ہوتی، وہ دل کی تپش اور ذہن کی خلش اور وہ اضطراب و بے چینی نہیں ہوتی جو حمیّت میں ہوتی ہے، حالانکہ حروف دونوں کے متقارب ہیں، اللہ تعالیٰ نے مولانا کو حمیّت دینی کا جو جوہر عطا فرمایا تھا وہ کم لوگوں کو ملتا ہے، ہو سکتا ہے دینداری، عبادت گزاری تہجّد اور شب بیداری اور ذکر و شغل میں دوسرے لوگ بڑھے ہوئے ہوں لیکن دینی غیرت و حمیّت کی دولت و نعمت سے مولانا مالامال تھے، حمیّت یہ ہے کہ دل میں آگ سی لگ جائے، سوزش پیدا ہو جائے کہ یہ کیا ہو رہا ہے، کیا خطرات درپیش ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی آبادی کا کیا حشر ہوگا، خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقہ کا کیا انجام ہوگا۔

تقسیم کے بعد مسلمانوں کے یہاں رہنے کے سلسلہ میں بہت سے حضرات کے ذہنوں میں بات واضح نہیں تھی کہ مسلمان اب کیسے رہیں گے، لیکن مولانا کا ذہن بہت واضح تھا اور ان کے سامنے کام کا پورا نقشہ بنا ہوا تھا، یہ اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو حمیّت جیسی نعمت سے نوازا تھا، یہ ایک نفسیاتی نقطہ اور تجربہ کی بات ہے کہ یہ حمیت بھی ہمیشہ یکساں باقی نہیں رہتی، اس لئے کہ علم جتنا بڑھتا اور معلومات و تجربات میں جتنی وسعت ہوتی جاتی ہے حمیّت میں اسی اعتبار سے کمی ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ احساس ہی ختم ہو جاتا ہے، جو لوگ عجائب گھر اور میوزیم دیکھتے رہتے ہیں ان کے اندر استعجاب کا مادّہ باقی نہیں رہتا وہ سب کچھ دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب چیزیں یکساں ہیں لیکن میں عینی شاہد کی حیثیت سے گواہی دیتا ہوں کہ اپنے وسیع علم و مطالعہ اور مشاہدہ کے ساتھ مولانا کے اندر دینی حمیت و غزت بھری ہوئی تھی۔

میں نے مولانا کو سب سے پہلے "دارالمبلّغین" میں حضرت مولانا عبدالشّکور صاحبؒ کے پاس دیکھا، اس کے بعد تعارف و ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، جب میری کتاب "سیرت سید احمد شہیدؒ" شائع ہوئی تو جن خاص خاص لوگوں کو میں نے کتاب بھیجی ان میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ بھی تھے، مولانا نے کتاب ملنے کے بعد خط لکھا، اس میں انھوں نے تحریر کیا کہ "یہاں جو وقت ڈاک کا ہوتا ہے وہی کھانے کا ہوتا ہے، آپ کی کتاب آئی تو میں اس میں اتنا مشغول ہو گیا کہ میرے لئے کھانا مشکل ہو گیا، میں اس سے بہت متأثر ہوا، اس زمانہ میں ہندوستان میں ایک نئی تحریک

www.abulhasanalinadwi.org

چلی تھی جس کے بانی علّامہ مشرقی تھے جو نام کے تو مشرقی تھے لیکن ذہنی و فکری لحاظ سے مغربی تھے، وہ خاکسار تحریک تھی جو اس دور کی خطرناک ترین تحریک تھی اس وقت ہندوستان میں تحریکوں کا زور تھا، اس تحریک نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں زیادہ مقبولیت حاصل کی، اور ایک طوفان کی طرح پھیل گئی، مولانا کو غالباً سب سے پہلے اس کا احساس ہوا کہ اگر یہ تحریک پھیلنے میں کامیاب ہوجاتی ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے اس کا رابطہ ہوجاتا ہے تو ایمانی ربط جس میں عزت اسلامی بھی ہو باقی نہیں رہے گا، معروف و منکر اور کفر و ایمان میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا، اس لئے کہ اس کے جو مقاصد تھے وہ زیادہ تر سیاسی و تنظیمی مقاصد تھے، مولانا اس وقت رائے بریلی تشریف لائے اور انھوں نے مجھے آمادہ کیا کہ میں اس کی ذمہ داری قبول کروں کہ ایک جماعت بنائیں اور تحریک چلائیں اور میں اس کی قیادت و ترجمانی کروں، میں نے مولانا سے عرض کیا کہ یہ کام اس شخص کے سپرد کرنا چاہیئے جو انگریزی پر پوری قدرت رکھتا ہو، انگریزی میں تقریر کرسکے، بیان دے سکے اور اخبارات میں مضامین لکھ سکے، انھوں نے کہا کہ وہ کون ہے؟ تو میں نے اپنے پیر بھائی حاجی عبدالواحد صاحب کا مشورہ دیا جو انگریزوں کے دور میں پورے پنجاب میں ایم۔ اے انگریزی میں فرسٹ ڈویزن پاس ہوئے تھے، ان دنوں وہ فورٹ سنڈیمن میں تھے، چنانچہ ہم رائے بریلی سے اور مولانا بریلی سے پنجاب میل میں سوار ہوکر لاہور پہنچے وہاں مولانا مودودی سے ہم لوگوں نے ملاقات کی، پھر حاجی عبدالواحد صاحب سے ملنے فورٹ سنڈیمن گئے جو کوئٹہ سے آگے تھا، اور درۂ بولان ہوکر راستہ جاتا تھا، ہم تینوں نے مشورہ کیا، پھر

طے ہوا کہ اپنی جماعت بنانے سے پہلے ان دینی و دعوتی مراکز اور خانقاہوں کا دورہ کرنا چاہیئے جہاں کام ہو رہے ہیں، چنانچہ ہم لوگ سہارنپور ہوتے ہوئے رائے پور پہنچے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے مشورہ پر ہم لوگ مرکز نظام الدین آئے وہاں تبلیغی جماعت کے نظام کو بچشم خود دیکھا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے ملاقاتیں کیں، بالآخر ہم نے اپنی صلاحیتیں اس جماعت کی نصرت و حمایت اور استحکام کے لئے وقف کر دیں، ہم دونوں ساتھ ساتھ رہے، بڑے بڑے اجتماعات میں شریک ہوئے پورے ملک کا سفر کیا، باہر بھی گئے جہاں تک تبلیغی جماعت کی افادیت اور ضرورت کا تعلق ہے تو اس میں شک نہیں، جو کچھ ہم سے تعاون ہو سکتا تھا وہ ہم نے کیا۔

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے یہاں دینی وجود کے متعلق جتنا مولانا کا ذہن صاف اور واضح تھا اتنا کسی بڑے سے بڑے عالم کا نہیں تھا، مولانا نے یہاں کے جو حالات سمجھے اور خطرات اور اندیشوں کا ادراک کر لیا وہ مولانا ہی کا حصّہ تھا۔

راوڑکیلا اور جمشید پور کے بھیانک فسادات میں تقریباً پانچ ہزار ۵۰۰۰ مسلمان مارے گئے کھیتوں اور گھروں کے اندر مسلمانوں کے سر تربوز اور خربوزہ کی طرح پڑے ہوئے تھے خون کے چھینٹے دیواروں پر لگے ہوئے تھے، مولانا نے سب سے پہلے ان علاقوں کا دورہ کیا انھوں نے مجھے آمادہ کیا کہ تم جا کر دیکھ آؤ، چنانچہ میں مولانا ابوالعرفان خاں صاحب ندوی مرحوم کے ساتھ وہاں گیا، تعلیم یافتہ ہندوؤں سے ملاقاتیں کیں لوگوں کی رائے ہوئی کہ کوئی تنظیم قائم ہونی چاہیئے تاکہ ملّت کے

www.abulhasanalinadwi.org

دین اور تہذیب کی حفاظت کی تدبیر کی جائے، اور اس ملک کو اسپین بنانے سے بچایا جائے، چنانچہ "مسلم مجلس مشاورت" کی تجویز ہوئی، اس کے بڑے محرّک اور داعی ڈاکٹر سیّد محمود تھے، ہم اور مولانا اس میں شریک ہوئے پھر کرناٹک میسور وغیرہ کے سفر ہوئے۔

مولانا کا امتیازی وصف جو کم علماء کو نصیب ہوا ہے وہ فرق محرّفہ و منحرفہ سے گہری واقفیت اور ان کے خطرات و نقصانات کا احساس و ادراک ہے، کون کون فرق محرّفہ ہیں اور کون غیر محرّفہ، ان فرقوں کے لئے محاذ بنانا اور اس کو اپنا فرض سمجھنا جتنا مولانا نے اس میدان میں کیا اتنا شاید مولانا مرتضیٰ صاحب چاندپوریؒ نے کیا ہو، میرے سامنے ان کا پورا کام نہیں ہے، مولانا سیّد محمد علی مونگیریؒ نے قادیانیت کا مقابلہ کیا اور اس کے خطرات کا ادراک و احساس کیا، انھوں نے مونگیر میں قادیانیوں سے مقابلہ کے لئے مولانا مرتضیٰ صاحب چاندپوری کو مدعو کیا، جب تک مناظرہ ہوتا رہا مولانا سید محمد علی مونگیریؒ سجدہ میں پڑے رہے جب قادیانیوں کو شکست فاش ہوئی اور جوتے چھوڑ چھوڑ کر بھاگے تو مولانا نے سجدہ سے سر اٹھایا۔

قادیانی ہوں یا بریلوی ان سب کا مقابلہ مولانا نعمانی نے جتنا کیا اتنا شاید ہی کسی نے کیا ہو، مولانا زبردست مناظر تھے، وہ فرق باطلہ اور فرق منحرفہ کی کتابوں سے بہت گہری واقفیت رکھتے تھے اور ان کی بہت سی عبارتوں تک کے حافظ تھے، وہ اس طرح عبارت زبانی سناتے کہ جیسے دیکھ کر پڑھ رہے ہوں، اس درجہ مولانا کا استحضار اور حافظہ قوی تھا کہ اس میں مولانا کا کوئی شریک نہیں، مولانا نے شرک

و بدعات کا جم کر مقابلہ کیا، ہندوستان کے مسلمانوں کو شرک کے اثرات سے بچایا، بدعقیدگی، اشراک باللہ، عبادت قبور، استعانت بغیر اللہ، استغاثہ بغیر اللہ سے بچایا، ہندوستان جیسے ملک میں یہ کام بڑا خطرناک اور نزاکتوں سے بھرا ہوا تھا، عالم عربی میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور مصر و شام میں شیخ حسن البنّاء اور دوسرے علماء اٹھے اور انھوں نے کام کیا، لیکن ہندوستان میں (حضرت سیّد صاحبؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور چند علمائے مصلحین کے بعد) کمّاً و کیفاً جتنا کام مولانا نے کیا وہ کسی اور کے حصّہ میں نہیں آیا، ہو سکتا ہے اور کسی کا کام بھی ہو جو ہمارے علم میں نہیں۔

۱۹۵۱ء میں لکھنؤ میں تبلیغی مرکز کی عمارت بنی، ہم دونوں کے ایک مخلص نے اس کی تعمیر اس انداز سے کی کہ ہم دونوں یہاں ساتھ رہ سکیں، مولانا اس وقت بلوچ پورہ میں رہتے تھے، مرکز میں ہم دونوں منتقل ہو گئے، پھر تو شب و روز کا ساتھ ہونے لگا، ناشتہ بھی ساتھ، کھانا بھی ساتھ، نمازوں میں بھی ساتھ، خطاب اور سفروں میں بھی رفاقت رہی، مولانا کی ربّانی فراست، دینی و اخلاقی صفات، ذہنی کمالات اور تصنیفی سرگرمیاں سب کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے آگئیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا، حضرت رائے پوریؒ سے بیعت کا تعلّق تھا وہ فرماتے تھے کہ قیامت میں جب اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ کیا لائے؟ تو میں دو آدمیوں کا نام لوں گا، پہلا نام مولانا محمد منظور نعمانی کا لیا، ان کے اندر اللہ تعالیٰ نے متضاد صفات و صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں، جن کے اندر تضاد تو نہیں لیکن عملاً تضاد معلوم ہوتا ہے، کسی کو علمی اشتغال ہوتا ہے تو عملاً دعوت کے کام

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں لگنا مشکل ہوتا ہے، ہم سے ایسے لوگ ملتے ہیں جو بڑے داعی ہیں لیکن مہینوں ہو جاتے ہیں کہ ان کو کتاب دیکھنے کی نوبت نہیں آتی، لیکن مولانا نے دونوں کو جمع کر رکھا تھا۔

مولانا اگرچہ دیو بند کے فاضل اور اس کی مجلس منتظمہ کے رکن تھے لیکن اس کے ساتھ ندوۃ العلماء کی تحریک سے بھی اور ندوۃ العلماء کے ادارہ سے بھی ان کا مخلصانہ تعلّق رہا ہے، انھوں نے یہاں کے ذمہ داروں کی درخواست بلکہ اصرار پر حدیث کی تدریس کی ذمّہ داری قبول فرمائی، طلبہ نے ان سے فائدہ اٹھایا، ندوۃ العلماء کی انتظامیہ کے طویل عرصہ تک رکن رہے، "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام" کے بنیادی رکن تھے، اس کی سرپرستی اور قلبی تعلّق برابر باقی رہا، سنا ہے کہ اس بیماری میں جب ہوش وحواس بجا تھے کوئی عیادت کے لئے گیا تو انھوں نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ ندوہ جاؤں۔

مولانا نے نازک وقتوں میں بھی اپنی اصابت رائے اور تجربات سے ندوہ کو فائدہ پہنچایا، ندوہ کا جب پچاسی سالہ جشن ہونے والا تھا تو ہمیں فکر تھی کہ اس کی صدارت کے لئے کون موزوں شخصیت ہوگی تو مولانا نے (جب کہ ہم دونوں رابطہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے گئے تھے حج کا زمانہ بھی تھا) شیخ الأزہر الامام الاکبر عبد الحلیم محمود کی رائے دی، جو صوفی منش تھے اور متشرع قسم کے تھے،

اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کے طور پر اور اس زمانہ کے حالات کو دیکھ کر نعمت نیز کرامت کے طور پر مولانا کا وجود تھا، اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام لیا جو اجتماعی جگہوں پر بہت کم کئے جاتے ہیں تصنیف کرنے والے دعوت سے گریز کرتے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

جلسوں میں تقریر کرنے والوں کے لئے تصنیف مشکل ہے، اس لئے کہ وہ یکسوئی کی طالب ہے، بقدر ضرورت دینی وملّی کاموں میں اور سیاسی جدوجہد میں بھی حصّہ لینا ضروری ہوتا ہے، تعمیری سیاست کے ذریعہ ملّت کے تحفظ میں حصّہ لینا ضروری ہوتا ہے، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے یہ جامعیت عطا فرمائی۔

مولانا نے تمام سرگرمیوں کے ساتھ، رسالہ "الفرقان" نکالا جو برّصغیر کا نہ صرف ایک ممتاز دینی ودعوتی ماہنامہ تھا بلکہ وہ ایک ایسا مکتب خیال اور مدرسہ فکر تھا جس سے لوگوں کی ذہنی وفکری رہنمائی ہوتی تھی، توحید خالص اور سنّت صحیحہ کا پیغام ملتا تھا، ملّی ودینی شعور بیدار ہوتا تھا۔

مولانا کی وفات ملّت کا ایک عظیم خسارہ ہے، پھر ان کی معذوری جس کی مدّت مہینوں سے متجاوز ہوگئی تھی ملّت کا نقصان تھا، مولانا کی وفات سے ملّت کا ایک بڑا سرچشمہ قوّت بند ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے کارناموں کو زندہ رکھے اور ان کی تصنیفات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کا حادثۂ وفات

امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی وفات کا حادثۂ جانکاہ تازہ تھا کہ دعوت وتبلیغ کے نہایت فہیم اور صائب الرائے مرکز کے معاون ومشیر مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی نے سفر آخرت اختیار کیا، اس کے بعد ہی ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ر مئی ۱۹۹۷ء کو تبلیغی جماعت کے ایک مؤثر اور مقبول اور مخلص وکارگزار داعی، ترجمانِ جماعت اور بلیغ خطیب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے

www.abulhasanalinadwi.org

سفرِ آخرت اختیار کیا، انھوں نے درسی فراغت کے بعد ہی مرکزِ تبلیغ کو اپنا مرکز و مستقر بنا لیا تھا، اور وہیں سے وہ سارے ملک کا دورہ اور بڑے بڑے جلسوں میں خطاب کرتے تھے، وہ جماعتِ تبلیغ کے مقبول و مؤثر ترین ترجمانوں اور داعیوں میں تھے، ان کی یہ بھی ایک خصوصیت تھی کہ دعوتی و تبلیغی مصروفیات کے ساتھ اپنا مطالعہ برابر جاری رکھتے تھے اور راقم کی تصنیفات بھی بڑے شوق و قدر سے پڑھتے تھے، ان کی اس ہدایت اور تاکید کا بھی راقم ممنون ہے کہ جب وہ ۱۹۷۷ء میں آنکھ کے آپریشن کے لئے امریکا جارہا تھا انھوں نے ایک بار مرکز نظام الدین میں اس کے بعد بذریعہ پیغام بمبئی میں بڑی تاکید سے ہدایت کی کہ کسی یہودی سرجن سے آپریشن نہ کرائیں، راقم نے اس پر عمل کیا، وہاں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ پورے امریکا میں سب سے زیادہ دو سرجن نامور و کامیاب ہیں ایک ڈاکٹر "شے" جو عیسائی ہے اور ایک ڈاکٹر (جس کا نام یاد نہیں رہا) یہودی ہے، راقم نے ڈاکٹر "شے" کو ترجیح دی، جنھوں نے بڑی ہمدردی اور اعزاز کے ساتھ آپریشن کیا اور آپریشن کی فیس بھی نہیں لی (جو امریکا میں بہت بڑی ہوتی ہے) اور کہا کہ میں عالم سے فیس نہیں لیتا، الحمدللہ آپریشن کامیاب رہا، اللہ تعالیٰ مولانا محمد عمر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

صحیح الفکر و الاعتقاد مدارس و مراکز کے بانی اور وقت کی اہم اسلامی تحریکوں اور جدوجہد کے داعی و سرچشمہ

۲۳ رصفر ۱۴۱۸ھ (۳۰ رجون ۱۹۹۷ء) کو راقم نے دار العلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں طلبا و اساتذہ کے سامنے ایک مبسوط اور طاقتور تقریر کی جس میں بتایا کہ صحیح الفکر

www.abulhasanalinadwi.org

والاعتقاد مدارس عربیہ جنھوں نے برّصغیر میں دینِ صحیح کی اشاعت وحفاظت کی ہے اور اپنے اپنے وقت میں اسلام کو پیش آنے والے خطرات کا مقابلہ اور سدّباب کیا ہے، ہندوستان کی دو عہد ساز شخصیتوں کے مدرسۂ فکر پر قائم ہوئے ہیں ایک حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ (م ۱۰۳۴ھ) دوسرے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) یہ دونوں ان کے اصل بانی، اُن کے روحِ رواں، ان کے لئے رہبر و معیار ہیں، ان کی علمی ترقی کا بھی معیار ہیں، ان کے فکری ارتقاء کا بھی معیار ہیں اور اس فکر کی اشاعت وجدّوجہد ان کا فریضہ اور ان کی وفاداری و کامیابی کی شرط ہے، پھر تفصیل سے ان دونوں حضرات مصلحین و خادمِ دین اور ناشرینِ عقیدۂ توحیدِ خالص، و اتباعِ سنّت کی دعوت اور کارناموں پر روشنی ڈالی گئی، اس لئے کہ یہ تاریخی حقیقت اور بنیادی نقطہ ہمارے مدارس کے طلباء و فضلاء کی نگاہوں سے روز بروز روپوش ہوتا جارہا ہے، یا کمزور ہوکر رہ گیا ہے، طلبہ سے کہا گیا:۔

عزیزو! ایک جسمانی نسب نامہ ہوتا ہے اور ایک علمی و دینی نسب نامہ ہوتا ہے، ایک اعتقادی نسب نامہ ہوتا ہے، آپ اس علمی و فکری نسب نامہ کو ہمیشہ یاد رکھئے، اس نسب نامہ کو آپ نہ یہاں بھولئے اور نہ اپنے گھر جاکر بھولئے کہ ہم سب مجدّد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خاندان کے فیض یافتہ اور ان کے تربیت یافتہ ہیں۔

پھر نئے دور کے فتنوں کے مقابلہ میں ندوۃ العلماء کی تحریک اور اس کے قائم کردہ دارالعلوم کی ضرورت و افادیت پر روشنی ڈالی گئی اور اس کے فضلاء کے علمی کارناموں اور فکری و کلامی خدمات کا تذکرہ کیا گیا اور بتایا گیا کہ ندوۃ العلماء کے بانیوں اور منتظمین نے

www.abulhasanalinadwi.org

ہمیشہ نصاب کو "وسیلہ" سمجھا "غایت" نہیں، غایت اور مقصد میں ترمیم نہیں ہوتی، لیکن وسیلہ میں ترمیم ہوتی ہے، درس نظامی میں بھی برابر ترمیم ہوتی رہی[1]، پھر بتایا گیا کہ اس وقت عربی زبان کی تدریس ایک زندہ وعملی زبان کی حیثیت سے ضروری ہے تاکہ ہمارے مدارس کے فضلاء بلاد عربیہ میں (جو مغربیت، فکری انتشار، اور بہت سے دینی بے چینی کا شکار ہیں) مؤثر طریقہ پر دین کی دعوت کا کام کر سکیں[2]۔

ایک کارگزار ندوی فاضل کا سانحۂ وفات

راقم سطور کے معاون ورفیق حاجی عبدالرزاق نے ۷ار ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ ۲۲ر اگست ۱۹۹۷ء کو فجر کے وقت یہ اطلاع دی کہ مولوی حافظ عبدالباری ندوی مہتمم مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر رائے بریلی کا انتقال ہوگیا، اس خبر نے راقم کو متأثر کیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی خوب خوب مغفرت فرمائے۔

مولوی حافظ عبدالباری مرحوم ضلع گونڈہ کے رہنے والے تھے، انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم مکمل کرکے رائے بریلی کے علاقہ نصیر آباد جو میرے آباء واجداد کا وطن رہ چکا ہے کے قریب مدرسہ فلاح المسلمین (جو دارالعلوم کی ممتاز شاخوں میں سے ایک ہے) کو دینی خدمت ومحنت کا میدان اس وقت سے بنایا جب اس نے مکتب کی شکل بھی اختیار نہیں کی تھی،

---

[1] ملاحظہ ہو والد مرحوم مولانا حکیم سید عبدالحیؒ کا فاضلانہ مقالہ "ہندوستان کا نصاب درس اور عہد بہ عہد اسکے تغیرات"

[2] ملاحظہ ہو رسالہ "حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حفاظت دین اور قیادت مسلمین کے آثار ومراکز"

www.abulhasanalinadwi.org

خواہرزادہ عزیز مولوی سید محمد ثانی مرحوم کی نظامت میں اس کے اہتمام کو سنبھالا، اور اپنے کو اسی کام کے لیے وقف کر دیا، اور پوری توجہ اور دلچسپی سے مدرسہ کو ترقی دینے کی فکر میں لگے رہے، اور قرب وجوار میں دینی تعلیم کو عام کرنے اور عقائد واعمال کی اصلاح کی کوشش کرتے رہے، انھوں نے مولوی محمد ثانی مرحوم ناظم اول مدرسہ فلاح المسلمین اور پھر ان کے بھائی مولوی محمد واضح سلمہٗ (حال ناظم مدرسہ) کو پورا تعاون دیا، اور مدرسہ کی ہی خدمت کرتے ہوئے ان کا وقت موعود آگیا، اور مدرسہ ہی کے جوار میں ان کی تدفین عمل میں آئی، معلوم ہوا کہ ان کے جنازہ میں بڑا ہجوم تھا، اس طرح یہ مدرسہ بلکہ پورا علاقہ ایک مخلص خدمت گار سے محروم ہو گیا، غفر اللہ لہ ورفع درجاتہٗ۔

مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ کی وفات

۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ (۲۸؍اگست ۱۹۹۷ء) کو عالم ربانی، داعی الی اللہ مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی کی وفات کا حادثہ پیش آیا[1]، وہ کچھ عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے اور لکھنؤ کے سحر نرسنگ ہوم میں داخل تھے، راقم سطور ان کی عیادت اور زیارت کے لئے ۲۸؍اگست ہی کو وہاں حاضر ہوا، اسی دن تھوڑی دیر کے بعد مدرسہ

---

[1] راقم کو مولانا سے جو عقیدت ومناسبت اور مولانا کو راقم سے جو تعلق ومحبت تھی وہ معاصرین میں دو الگ الگ شخصیتوں کے درمیان مشکل سے ہوگی اس کے بارہ میں مولانا اپنے آخری عنایت نامہ میں لکھتے ہیں (جو دار العلوم ندوۃ العلماء میں مولانا محمد منظور نعمانی کی نماز جنازہ پڑھانے کی معذرت میں لکھا) کہ "اس وقت حضرت مولانا کی عقیدت وعظمت جو اس ناکارہ کے دل میں ہے اس کو سب پر فوقیت اور اولیت حاصل ہے اور یہی زندگی کا سرمایہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو آخر وقت تک باقی رکھے" (۱۴؍محرم ۱۴۱۸ھ)

www.abulhasanalinadwi.org

سیّد احمد شہیدؒ واقع کٹولی میں "ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کا حصہ" کے موضوع پر تقریر کرنی تھی اس لئے کچھ دیر ٹھہر کر وہ وہاں چلا گیا، وہیں ایک دو گھنٹے بعد اچانک ان کی وفات کی اطلاع ملی، راقم وہاں سے لکھنؤ واپس ہوا، اس کو خیال تھا کہ وہیں دار العلوم ندوۃ العلماء میں ان کی نماز جنازہ ہوگی جس میں وہ شرکت کرے گا لیکن لکھنؤ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ان کو اپنے وطن ہتھورا لے جایا گیا، جہاں ان کا قائم کیا ہوا مدرسہ اور خاندان، تلامذہ اور اہل تعلق تھے، راقم اپنی وجع مفاصل کی تکلیف اور کمزوری کی وجہ سے وہاں نہیں جاسکا، لیکن عزیز القدر مولوی سیّد محمد رابع ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء اور ان کے رفقاء سے جو تدفین میں شریک ہوئے معلوم ہوا کہ وہاں ہزاروں ہزار کا مجمع تھا اور سواریوں، موٹر لاریوں اور ٹرکوں کا اتنی دور تک اجتماع تھا کہ ایک طویل مسافت پیدل طے کرنی پڑی[1]۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں ۲۵ ربیع الثانی ۳۰ ر اگست ۱۹۹۶ء کو تعزیتی جلسہ ہوا، راقم نے وہاں ایک پُر تأثر اور پُر تاثیر تقریر کی جو یہاں نقل کی جاتی ہے کہ اس سے قاری صاحبؒ کے کمالات اور ان پر انعامات خداوندی اور توفیق الٰہی کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ[2]

---

[1] بعض لوگوں کا اندازہ ہے کہ ایک لاکھ کے قریب مجمع تھا، بعد کی اطلاعات اور خبروں سے اندازہ ہوا کہ عرصۂ دراز سے کسی عالم یا بزرگ کی نماز جنازہ اور تدفین میں اتنی جمعیت اکٹھا نہیں ہوئی، یہ قاری صاحب کی مقبولیتِ عام اور خدمتِ خلق کا نتیجہ تھا جس سے غیر مسلم بھی متأثر اور معتقد تھے۔ [2] آل عمران: ۷۹

رفقائے کرام اور طلبائے عزیز! میں نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی یہاں مسجد کی طرف آتے ہوئے میرے ذہن میں اس کا القاء ہوا اور اس سے زیادہ موزوں دورس اور اس سے زیادہ مفید اور قابلِ غور تمہید نہیں ہوسکتی، اور کوئی ایسا جامع جملہ نہیں کہا جاسکتا، قرآن مجید کی یہ آیت بھی ایک مستقل معجزہ ہے بلکہ معجزات کا مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ" لیکن تم اللہ والے بنو، پھر اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے "رَبَّانِیِّیْنَ" کا لفظ استعمال کیا، اس میں تربیت بھی داخل ہے، یعنی وہ عالم جو ایک طرف رب سے تعلّق رکھتا ہو اور دوسری طرف اس کو ایمان واحتساب کا درجہ حاصل ہو، یعنی وہ دعوت وتربیت اور اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔

میں عربی زبان کے ایک طالب علم کی حیثیت سے نہیں جانتا کہ کوئی لفظ اتنا جامع ومعنی خیز اور ایسا توجہ طلب اور نظر افروز ہوسکتا ہے، علمائے اُمّت اور علمائے اسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ رَبَّانِیِّیْنَ کے لفظ سے یاد کرتا ہے "اللہ والے بنو" لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت میں "رب" کا لفظ انتخاب فرمایا گیا کہ ایسے علماء بنو جن کے اندر تربیت کا مادّہ ہو، تربیت کی صلاحیت بھی ہو انھیں کو علمائے ربانیّین کہتے ہیں، پھر اس کے بعد فرمایا کہ "بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتَابَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ" کہ تم دوسروں کو کتاب کی تعلیم دو، اس کے ساتھ "تَدْرُسُوْنَ" کا لفظ بھی لگایا گیا جو ہمارے اور آپ سب کے لئے قابلِ غور ہے کہ عالمِ ربّانی، عالمِ کامل اور باکمال بن جانے کے بعد بھی ضرورت ہے کہ مطالعہ جاری رہے، استفادہ اور علمی سفر جاری رہے، علمی ترقی جاری رہے، یہ آیت تو قیامت تک پڑھی جانے والی آیت ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ قیامت تک اس اُمّت میں علماء کو پیدا کرتا رہے گا اور پھر روحانی تربیت کرنے والے اور پھر دینی تعلیم دینے والے اور پھر دین کے لئے کوشش و مجاہدہ کرنے والے بھی پیدا فرماتا رہے گا، اس لئے ایک ایک لفظ معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ قرآنی بلاغت کا ایک نمونہ ہے۔

آج ہم جس ہستی کو یاد کرنے کے لئے اور اپنی عقیدت و محبّت کا خراج پیش کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں اس کے لئے یہ آیت القاء ہوئی، یہ تعریف ہی نہیں بلکہ ہم سب کے لئے ہدایت بھی ہے، ہمارے لئے یہ آیت ایک پوری پوری دعوت اور ایک پوری کتاب ہے۔

حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ جس زمانہ میں مظاہر علوم میں پڑھتے تھے، پچاس ساٹھ برس پہلے یا اس سے زائد مدّت ہوگی میں جب حضرت رائے پوریؒ کی زیارت کے لئے جایا کرتا تھا تو سہارنپور ٹھہرتا ہوا جاتا تھا واپسی میں ٹھہرتا تو مظاہر علوم بھی جاتا تھا، اس وقت ہمارے تعلّق والے تین عزیز تھے ایک ہمارے عزیز بھانجے مولوی سیّد محمد ثانی حسنی مرحوم اور ایک ہمارے یہاں دارالعلوم کے بڑے کارکن بننے والے مولوی سیّد مرتضیٰ مرحوم بستوی اور ایک مولانا قاری صدیق احمد صاحب، یہ تینوں اکثر ساتھ ہی ملتے تھے، وضو کر رہے ہیں تو دیکھا تینوں ساتھ ہی وضو کر رہے ہیں، نماز میں کھڑے ہوتے تو تینوں ساتھ ہی میں کھڑے ہوتے ہیں، مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے یہاں التزاماً جایا کرتا تھا، ان سے مولانا صدیق صاحب کا روحانی تعلّق تھا، انھیں سے وہ مجاز تھے، تو مظاہر علوم میں ان تینوں سے ساتھ ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

ملاقات ہوتی تھی ان سے اس وقت سے تعارف ہے اس کے بعد فارغ ہو کر نکلے تو پھر انھوں نے پہلے تو فتح پور کے مدرسہ میں جو مولانا سیّد ظہورالاسلام صاحبؒ کا قائم کیا ہوا تھا، مولوی عبدالوحید صاحب فتح پوری اس کے اس وقت مہتمم تھے[1] وہاں کچھ عرصہ تک پڑھاتے رہے، فتح پور سے ہمارا قرابتی تعلّق بھی ہے، جو ارکا بھی تعلّق ہے، وہاں جاتے تھے تو اس مدرسہ میں حاضر ہوتے تھے، وہاں مولانا قاری سیّد صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوتی تھی وہ بہت خصوصیت کے ساتھ ملتے تھے، پھر اس کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر انھوں نے اپنے وطن ہی کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا اور مدرسہ قائم کیا، صرف قائم ہی نہیں کیا بلکہ مدرسہ کے ساتھ انھوں نے عام مسلمانوں اور ملّت اسلامیہ کی اصلاح وتربیت اور اس کی دعوت کو اپنا فرض سمجھا اور یہی مدارس کی حقیقت اور ان کا اصل فریضہ ہے، مدارس کے نظام جزیرہ نہیں بن سکتے، جو مدارس جزیرہ بن جاتے ہیں وہ ڈوب جاتے ہیں، مدارس کے لیے ضروری ہے کہ وہ باہر سے اپنا تعلّق رکھیں اور یہ سمجھیں کہ باہر کی فضا اور باہر کا ماحول اگر ٹھیک نہ ہوا تو ان مدارس کا بھی قائم رہنا مشکل ہوگا، وہ جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتے، کوئی بھی چیز دنیا میں جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتی، جب تک کہ وہ اپنے اثرات کو پھیلائے نہیں اور ایسا ماحول نہ پیدا کرلے جو اس کے لئے مناسب ہو، اس کے لئے مفید ہو۔

حضرت قاری صاحب کی بصیرت وشرح صدر اور توفیق الٰہی کی بات تھی کہ انھوں نے دونوں کام ایک ساتھ شروع کئے، ایک طرف مدرسہ اور دوسری طرف آس پاس کی

---

[1] افسوس کہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ (۹ جنوری ۱۹۹۸ء) انھوں نے وفات پائی۔ غفر اللہ لہٗ ورفع درجاتہٗ۔

www.abulhasanalinadwi.org

بستیوں سے، اس کے شہروں سے رابطہ قائم کرنا اور بار بار جانا اور دعوت کا کام کرنا اور دینی جلسوں میں شریک ہونا اور ان کو صحیح عقیدہ اور اصلاح نفس کا پیغام دینا، اس سے ان کی مصروفیت اتنی بڑھی، ان کے مجاہدے اتنے بڑھے کہ بعض مرتبہ مجھے بھی اس تعلّق کی بناء پر جو ان کی ذات سے تھا اور ان کا ہمارے خاندان والوں سے تھا (اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے تو ان کو بڑا تعلّق تھا) تو اس بناء پر بھی اور پھر ان کی افادیت اور ان کی زندگی کی قیمت کی بناء پر بھی میں نے بعض مرتبہ یہ پیغام بھیجا کہ آپ اتنا دور دراز کا سفر کرتے ہیں اور جفاکشی کرتے ہیں اور احتیاط نہیں کرتے یہ مناسب نہیں، ان کا یہ حال تھا کہ بالکل اس بارہ میں وہ مجذوب الفکر تھے، مجذوب الحال تھے، وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ ان کو کیسا تعب ہوگا اور ان کی صحت پر کیا اثر پڑے گا، ان کی صحت پر اثر پڑا حقیقت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ علمائے ربانیین میں تھے "وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ" کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کی تعلیم کا بھی کام لیا اور دین کی اشاعت کا بھی اور اصلاح کا بھی اور شریعت پر اور سنّت پر عمل کرنے کا، رسوم و بدعات جو مسلمانوں کی زندگیوں میں شامل ہوگئی ہیں، اس کے خلاف تقریر کرنا، لوگوں کو متوجہ کرنا، بڑے انہماک اور تن دہی بلکہ ایک طرح سے جو مدہوشی ہوتی ہے اپنی صحت کی طرف سے آنکھیں بند کرکے، ان سب سے بے پرواہ ہوکر عبادت سمجھ کر یہ کام کرتے تھے اور جو چیز ان کی امتیازی ہے وہ ایمان اور احتساب ہے اور یہی ربانیین کے لئے ضروری ہے، کہ جو کام بھی کیا جائے اللہ کی رضا ہی کے لئے کیا جائے، اللہ کی قدرت اور اعانت پر یقین کرتے ہوئے اور اجر و ثواب کے لالچ سے کیا جائے یہ بات اس وقت اول شخص کے بغیر اپنے مطالعہ و واقفیت حدود

www.abulhasanalinadwi.org

نکلنے کے بعد قاری صدیق صاحبؒ کے نقش قدم پر چلیں گے اور علمائے ربانیین کے جو ان سے پہلے کے ہیں یا ان کے زمانہ کے تھے یا اب بھی ہیں، خدا کے فضل سے دنیا خالی نہیں ہے، ہندوستان بھی خالی نہیں ہے۔

یاد رکھئے انحراف اور تحریف دو چیزیں ہیں، ایک انحراف ہے اس کا تعلّق عوام سے ہے اور تحریف کا تعلّق ذی علم سے ہے اور انحراف و تحریف دونوں سے حفاظت کا کام ہر ملک میں تقریباً انجام پایا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو اس کی توفیق دی یہ کام مغرب اقصیٰ میں بھی ہوا، مراکش، الجزائر میں بھی ہوا یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو توفیق دی، انھوں نے دین صحیح کی دعوت دی اور قرآن مجید کی آیات اور معجزات قرآنی اور محکمات کی وضاحت کی اور جو حدیث کے تربیتی پہلو ہیں ان سب کو ثابت کیا۔

پس میرے عزیزو! آپ کو علمائے ربانیین کا نمونہ بننا چاہیئے، دیکھئے کہ اللہ تعالےٰ نے ان سے کتنا کام لیا اور اب کس طرح مقبولیت ظاہر ہوئی اور خدا جانے کتنے بڑے بڑے مفکر ادیب و شاعر گزر گئے کہ پتا ہی نہ چلا کہ انتقال کہاں ہوا، کہاں مرے، ایک تو اللہ کے بندے وہ ہیں، جو اگر غار کے اندر ہوں یا پہاڑ کی چوٹی پر، اللہ تعالیٰ ہزاروں لاکھوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، اور پھر جو ان کے لئے دعائے مغفرت ہوتی ہے، جو ایصال ثواب ہوتا ہے، جو محبّت کی جاتی ہے، جو عقیدت ہوتی ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں، بس آپ اس سے فائدہ اٹھائیے اور عبرت حاصل کیجئے اور یہ اعجاز قرآن مجید کا، قیامت تک رہنے والی کتاب کا ہے کہ تعلیم کے ساتھ درس بھی ہو، پڑھنا بھی چاہیئے، پڑھتے بھی رہو سکھاتے بھی رہو تو

www.abulhasanalinadwi.org

میں کہتا ہوں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جس درجہ کا مخلص، جس درجہ کا فکر مند، جس درجہ کا سر فروش اور اپنی زندگی وصحت کو خطرہ میں ڈالنے والا دیکھا ایسا بہت کم دیکھا ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ ان کی وفات پر اس مقبولیتِ عامہ کا اظہار ہوا، جو عرصہ سے کسی ہستی کے بارہ میں ہمارے علم میں نہیں آیا، اللہ کے یہاں کس کا کیا درجہ ہے اللہ جانتا ہے اور اسی کا اعتبار ہے۔

میرے عزیزو! ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آپ ان کی زندگی پر غور کریں کہ ان کو مقبولیت کیوں حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کو یہ مقام کیوں ملا، اور ایک عالم کو، ایک دینی مدرسہ کے فارغ کو، کس کو اپنا مقتدی بنانا چاہیئے اور کیا اس کو طرز اختیار کرنا چاہیئے اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیئے اور اس جامعیت کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے کہ ایک طرف تو علم راسخ ہو، علوم نبویہ پر پورے طور پر قدرت ہو، استحکام ہو، اتقان ہو، اتقانِ علمی ہو پھر اس کے ساتھ ساتھ عمل ہو، عالم کے شایانِ شان جو عمل ہے، جو ذوق عبادت ہے، جو ذوقِ طاعت ہے اور جو ایمان واحتساب کا مادہ ہے وہ پیدا ہونا چاہیئے کہ آج ہم اللہ کی رضا کے لئے پڑھ رہے ہیں اور ہم یہاں سے فارغ ہونے کے بعد دین کا کام کریں گے، یہ نہیں کہ پڑھ کر نکلے، خلیج چلو، دبئی چلو، شارقہ چلو، سعودی عرب چلو، نام تو حج وعمرہ کا لیکن مقصود یہ ہو کہ کہیں جگہ مل جائے اور مل جاتی ہے، کوئی صاحب کسی سفری ایجنٹ کے یہاں کام کر رہے ہیں، کوئی صاحب دواؤں والی دوکان میں کام کر رہے ہیں اور کچھ نہیں تو مسجد کے مؤذن بن گئے خطیب بن گئے، یہ اس علم کی قیمت نہیں، یہ "کونوا ربانیین" کے انداز کی بات نہیں، یہ اس کے خلاف ہے "کونوا ربانیین" یہ ہے کہ آپ نیّت کریں کہ آپ یہاں سے

www.abulhasanalinadwi.org

فائدہ پہنچے گا بس اللہ تعالیٰ توفیق دے قاری صاحب کے لئے دعا بھی کرتے رہیں، اپنے طور پر بھی ایصال ثواب کریں۔"

رابطۂ ادب اسلامی کا اجلاس پٹنہ

۴، ۵، ۶ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو بہار کے دار الحکومت اور قدیم علمی و تعلیمی اور ادبی مرکز عظیم آباد پٹنہ میں رابطۃ الادب الاسلامی العالمیۃ کا اجلاس منعقد ہوا، جس کی اہم نشستیں خدا بخش خاں لائبریری اور مدرسہ شمس الہدیٰ میں منعقد ہوئیں جلسہ میں بہار اور دوسرے صوبہ جات کے ممتاز اسلامی ادیب، دانشور، اساتذہ جامعات اور علمائے معلّمین شریک ہوئے، اکثر نشستوں میں گورنر بہار جناب اخلاق الرحمٰن صاحب قدوائی نے بھی شرکت فرمائی یہاں پر اس کی دو تقریروں کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو اخبارات "قومی آواز" لکھنؤ مورخہ ۶ر اکتوبر ۱۹۹۷ء بروایت جناب حسین امین صاحب اور "قومی تنظیم" پٹنہ ۶ر اکتوبر ۱۹۹۷ء سے نقل کیا جاتا ہے۔

ادب کو صحیح رُخ پر لگایا جائے تخریب کا ذریعہ نہ بنایا جائے

ادب کو صحیح رُخ پر لگانا چاہیئے اس کو تخریب، انتشار خیال، لذت اندوزی اور نفس پرستی کا آلہ اور ہتھیار نہ بنایا جائے کیونکہ ادب کی بڑی خاصیت اور قوت یہ ہے کہ وہ رجحانات اور میلانات، عمل، طرز فکر، اخلاق اور انقلابات کے محرکات پیدا کرتا ہے اس لئے وہ بہت مفید بھی ہو سکتا ہے اور بہت مضر بھی، ہر دور میں اس سے کام لیا گیا ہے اس کے تعمیری و تخریبی مظاہرے بھی ہمارے سامنے ہیں، انشاء کے

www.abulhasanalinadwi.org

نام یا معانی و مقاصد کے نام بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں ان ناموں کے انتخاب میں قوموں کی نفسیات، ثقافتوں اور زبانوں کی نفسیات کی جھلک نظر آتی ہے، مشرق و مغرب کی زبانوں میں سے کسی میں بھی مکتب خیال، نازک اور پاکیزہ احساسات وجذبات اور ایمان و عقیدہ کی تعبیر کے لئے ادب جیسا کوئی لفظ نہیں ملا، جسے عربوں نے اختیار کیا ہے، ادب کا لفظ ہمیشہ اخلاق کے مفہوم سے وابستہ رہا ہے، ادب اخلاق حسنہ کے مفہوم سے الگ ہو ہی نہیں سکتا اس لئے ہمیں اس وابستگی کی حفاظت کرنا چاہیئے، تجدیدی اور اصلاحی کوششوں اور ان سے وابستہ مصلحین کے کارناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب نے ادب کی طاقت سے کام لیا یہاں تک کہ انقلاب فرانس کے پس پردہ بھی ایسے اہل قلم نظر آتے ہیں جنھوں نے جمہوریت اور آزادی کے لئے اپنے مقالات سے ذہنوں کو تیار کیا۔ ۱؎

مكتبة العلامة [illegible] الحسني
دار عرفات [illegible]
۹۳۲ / ۱۱۶۳م

ادب کی راہ سے جو چیز مثبت یا منفی، تعمیری یا تخریبی داخل کی جا سکتی ہے وہ دوسرے ذرائع سے داخل نہیں کی جا سکتی اس لئے ہماری نظر میں بڑی قدر وقیمت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ادب کی راہ سے بھٹکے ہوئے ذہنوں کو سنبھالا، ان کو اسلام کی طرف مائل کیا اور اسلام کی تعلیمات کے بارہ میں جو شکوک پیدا ہو رہے تھے ان کو دور کر کے ان کے اندر تیقن اور اعتماد بحال کیا، تحریر کی قوت کلام کی تاثیر اور

۱؎ اس اجلاس کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں ایک عرب فاضل ڈاکٹر جلال حفناوی نے جو مصری نژاد ادیب، شاعر و محقق ہیں اور مصر کی قاہرہ یونیورسٹی میں اُردو کے استاد ہیں، حاضرین سے اُردو میں خطاب کیا، حاضرین نے کسی عرب کو اس سے پہلے اُردو بولتے ہوئے اور اس میں برجستہ اُردو تقریر کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

قبول عام اور بقائے دوام کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور معادن عنصر لکھنے والے کی اندرونی کیفیت، اس کا یقین، دلی جذبہ کسی حقیقت کے اظہار کے لئے اس کی بے چینی اور بے قراری ہے، اگر حسنِ بیان کے ساتھ خون جگر بھی شامل ہو تو ایسا زور اور اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ہزاروں دلوں کو زخمی کرتا ہے اور سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی اس کی تازگی و زندگی اور اس کی تاثیر و قوت تسخیر قائم رہتی ہے۔

مدرسہ شمس الہدیٰ کے کانفرنس ہال میں خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ سید المرسلینؐ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خود اُمّی تھے، جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کا آغاز لفظ اقرأ سے کیا گیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس اُمت کا ہمیشہ علم سے رشتہ قائم رہے گا اور یہ اس کا فریضہ اور ایک شرف ہے لیکن علم کو اسم سے مربوط کیا گیا، پڑھو مگر اللہ کے نام کے ساتھ، جب علم کا اسم سے رشتہ ٹوٹ گیا اور وہ اس سے آزاد ہو گیا تو وہ علم نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر اور مخرب بن گیا اور یہی مغرب کا اور اس دور کا المیہ[1] ہے۔

ادب نثر اور شعری حصہ پر مشتمل ہوتا ہے، موجودہ یورپی ادب نے تعمیری سمت کے بجائے تخریبی سمت اختیار کر لی ہے جس کے نتیجہ میں لادینیت فحاشی اور عریانیت تہذیب و تمدّن پر حاوی ہو گئی ہے، اس تخریبی عمل میں شعری ادب کا کوئی خاص رول نہیں رہا اس کے لئے نثری ادب براہ راست ذمہ دار ہے، یورپی ادیبوں کی شاگردی

---

[1] یہ خطاب مفصل طریقہ پر "خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری" پٹنہ کی طرف سے "علم اسم کے رابطہ کی ضرورت و افادیت" کے نام سے علیحدہ شائع ہو گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور نقالی مشرقی ادیبوں نے بھی شروع کردی، اس کے نتیجہ میں ہندوستان سمیت مشرق بعید میں تعلیم یافتہ لوگوں کا ایک بڑا طبقہ لادینی یا مذہب سے بیزار ہوگیا، اس میں یونانی فلسفہ کا بڑا ہاتھ ہے جس نے فلسفۂ حیات کو مذہب سے الگ کرکے عیش وعشرت کو اس کا مقصود بنا دیا جس کے نتیجہ میں عیسائیت اور یورپی تہذیب انتشار اور خلفشار کا شکار ہوکر رہ گئی، یہ ادب بعد کے دنوں میں یورپ سے مشرق کی طرف تیزی سے پھیلا جس کے نتیجہ میں برصغیر کے لوگوں پر بھی اخلاقی ومذہبی گراوٹ در آئی، اس سلسلہ میں ملحدانہ اور آزادانہ ادب کے خلاف میر اکبر حسین الٰہ آبادی کے ناقدانہ اور حقیقت پسندانہ اشعار ہیں جن میں مغربی تہذیب پر گہری اور لطیف تنقید ہے۔

یہ اجلاس افادی نقطۂ نظر سے بہت کامیاب رہا، مقرر نے کہا ہمیں اس اجلاس میں بہار کی بہار نظر آرہی ہے، تنظیم کے سکریٹری مولوی محمد رابع ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے رابطۂ ادب اسلامی عالمی کے قیام کی ضرورت اور اس کی مکہ معظمہ میں تاسیس اور اس کی کارگزاری اور ضرورت وافادیت کا ذکر کیا۔

رابطۂ ادب کے ان مخصوص اجلاسوں کے علاوہ "پیام انسانیت" کا بھی ایک بڑا جلسہ مدرسہ شمس الہدیٰ کے سامنے کے میدان میں ہوا جس میں گورنر صاحب بہار نے بھی شرکت کی، مجلس استقبالیہ کے صدر ڈاکٹر احمد عبدالحی، ان کے معاونین خدا بخش خاں لائبریری کے ڈائرکٹر ڈاکٹر حبیب الرحمٰن چغانی، مدرسہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل مولانا قاسمی، اور امارت شرعیہ پھلواری شریف کے ارکان وذمہ داروں کا شکریہ ادا کیا گیا جنھوں نے اس مذاکرۂ علمی کے انعقاد میں سرگرم حصہ لیا، اور یہ اجلاس کامیابی وخوش اسلوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

لاہور میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کا تاریخی بین الاقوامی سیمینار

۲۴ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۹۶ء کو لاہور کے تاریخی، علمی، ادبی، فکری و صحافتی شہر میں جو قدیم زمانہ سے ایشیا کا ایک عالمی تاریخ ساز، ادب نواز، شاعر و ادیب، مفکّر و فیلسوف آفریں شہر چلا آرہا ہے، عالمی رابطۂ ادب اسلامی کا اجلاس منعقد ہوا، جس کا موضوع بحث و مقالات "حرمین شریفین کے سفرنامے جدید تحدّیات کے تناظر میں" تھا۔

لاہور کی علمی و عالمی مرکزیت و شہریت کے علاوہ راقم کا ابتدائے شباب سے اس شہر سے ذہنی و قلبی و روحانی رابطہ رہا ہے، اور جہاں تک اندازہ ہے لکھنؤ کے بعد (جو ایک وطن کی حیثیت رکھتا ہے اور جہاں مصنّف کا نشوونما اور تعلیم و تربیت ہوئی) سب سے زیادہ جس شہر سے وابستگی، علمی و روحانی استفادہ اور موانست رہی، وہ لاہور کا شہر ہے، جہاں پاکستان بننے سے پہلے آمد و رفت کی سب سہولتیں تھیں اور جہاں راقم کے عمِ محترم (پھوپھا) مولانا سیّد طلحہ صاحب حسنی ٹونکی ایم۔ اے، اورینٹل کالج لاہور میں ایک ممتاز استاذ تھے ۱۹۲۹ء میں راقم نے لاہور کا پہلا سفر کیا اور علاّمہ اقبال کی ملاقات کا شرف حاصل کیا جن کی ایک نظم کا ترجمہ اس نے عربی میں کیا تھا، اس وقت اس کی عمر ۱۶ سال کی تھی[1]، کچھ عرصہ کے بعد اس نے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے درسِ قرآن میں جو انجمن خدام الدّین واقع شیرانوالہ دروازہ لاہور میں ہوا کرتا تھا، شرکت کی، اور اس کا باقاعدہ امتحان دیا اور

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "نقوشِ اقبال"، اور "کاروانِ زندگی" کی جلد اول ص ۱۰۰۔ ۱۰۸

www.abulhasanalinadwi.org

امتیاز سے کامیاب ہوا، مولانا ہی سے حجۃ اللہ البالغہ کا درس لیا اور ان سے ایک تربیتی و روحانی تعلق رہا اور اس کو ان کی شفقتوں اور تربیت کا شرف حاصل ہوا۔

اس تعلق اور موانست کی وجہ سے راقم کو لاہور میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اجلاس سے مسرت و خوشی ہوئی اور اس نے اپنی صحت کی کمزوری، بڑھی ہوئی مشغولیت اور طویل مسافت کے باوجود اس میں شرکت کا فیصلہ کیا اور ذوق و شوق کے ساتھ اس مانوس و محبوب شہر کا سفر اختیار کیا اور اُنس و دلچسپی کے ساتھ مؤتمر کی نشستوں میں شرکت اور وہاں کی تاریخی زیارت گاہوں کی زیارت اور قدیم اہلِ تعلق سے ملاقات کا شرف و سرور حاصل کیا۔

افتتاحی اجلاس کی صدارت صدر پاکستان سردار فاروق احمد خاں لغاری نے کی، جو کراچی سے خاص طور پر اس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے، گورنر پنجاب شاہد حامد صاحب، چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان محبوب احمد صاحب بھی اجلاس میں شریک رہے، پروفیسر ظہور احمد اظہر پرنسپل اورینٹل کالج نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، وہی اس اجلاس کے بڑے منتظم اور اس کو کامیاب بنانے میں پیش پیش تھے، مولوی سید محمد رابع حسنی نے تعارفی کلمات ادا کئے، صدر مملکت سردار فاروق احمد خاں لغاری نے صدارتی خطاب کیا، اور موضوع پر مفید تقریریں ہوئیں۔

راقم نے اپنی تقریر کا آغاز علامہ اقبال کے ان اشعار سے کیا اور اس کی روشنی میں ادب کی اصل معنویت، افادیت اور اس کے فرائض کو بیان کیا، جن سے بہتر (ان زبانوں میں جن سے راقم واقف ہے) کسی اور زبان و ادب میں ادیب کی تعریف اس کے مقصد و افادیت کے اعتبار اور اس کی انقلاب انگیزی اور حیات آفرینی کی

www.abulhasanalinadwi.org

دوسری کوئی مثال نہیں ملتی اور ان میں رابطۂ ادب اسلامی کا پورا پیام اور اس کی دعوت آجاتی ہے اور وہ حسب ذیل ہیں ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

مقصودِ ہُنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے
یہ ایک نَفَس یا دو نَفَس مثلِ شرر کیا

جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گُہر کیا

شاعر کی نوا ہو کہ مُغنّی کا نَفَس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

بے معجزہ دنیا میں اُبھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

پروفیسر ظہور احمد اظہر نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے رابطۂ ادب اسلامی کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی انھوں نے کہا کہ یہ اسلامی دنیا کے ادباء کی تنظیم ہے، جو اس بات پر زور دیتی ہے کہ ایسا ادب تخلیق کیا جائے جو انسانی فلاح کا نقیب اور عصر حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق ہو۔

اگلا اجلاس وفاقی وزیر برائے مذہبی امور راجہ محمد ظفر الحق کی صدارت میں ہوا جس میں مختلف ناموروں کے سفر ناموں پر تبصرہ و تقابل تھا، تیسرا اجلاس راقم کی صدارت میں ہوا، جس میں متعدد ممتاز ترین مفکّرین و مصنّفین کے سفر ناموں پر

www.abulhasanalinadwi.org

تبصرہ تھا، یہ سیمینار کا طویل ترین اجلاس تھا، جس میں ۱۴، ۱۵ تاریخی سفرناموں پر نقد وتبصرہ تھا۔

رابطہ کی چوتھی نشست کی صدارت مولوی سیّد محمّد رابع ندوی نے کی اور آخری اجلاس وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی صدارت میں ہوا، جس میں مندوبین کے تأثرات اور قرار دادیں پیش کی گئیں جو منظور ہوئیں۔

راقم اور اس کے اکثر رفقاء کا قیام جامعۂ اشرفیہ میں رہا، جہاں کے ذمہ داروں نے راحت وسکون کے پورے اسباب مہیّا کیے۔

لاہور سے قدیم علمی، ادبی وروحانی تعلّقات کی بنا پر لاہور کے قیام کے دن بڑی مصروفیت میں گزرے، ان میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے مرکز تعلیم و افادہ، ان کی مسجد واقع شیراں والا دروازہ میں حاضری دعوت میں شرکت تھی جو ان کے نبیرۂ عزیز مولوی اجمل قادری صاحب نے بڑے اہتمام سے کی تھی، راقم کی تقریر بھی ہوئی، راقم نے خاص طور پر ان کے مزار مبارک کی زیارت اور فاتحہ خوانی کی، اور مشاہیر میں سے علّامہ اقبال کی قبر پر بھی گیا اور فاتحہ پڑھی۔

شاہی مسجد کی بھی زیارت کی جہاں راقم حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کی ہدایت وتعلیم کی بنا پر اس کے ایک حجرہ میں کئی ہفتے رہا، اور اس سے ایک خاص اُنس اور مناسبت تھی، اورینٹل کالج بھی گیا جہاں نوجوانی اور طالب علمی میں احقر کا عم محترم مولانا سیّد طلحہ صاحب کی معلّمی کے زمانہ میں وہاں بار بار جانا ہوا تھا۔

اس سفر پاکستان میں قیام صرف لاہور میں رہا، تھوڑی دیر کے لئے تبلیغی مرکز رائے ونڈ گیا اور وہاں خطاب بھی کیا، اکوڑہ خٹک اور کئی جگہ سے آمد کے لئے بڑا

www.abulhasanalinadwi.org

اصرار رہا لیکن صحت کی کمزوری اور وقت کی کمی کی وجہ سے راقم کو معذرت کرنی پڑی، یہاں تک کہ کراچی کے سفر کی بھی ہمّت نہیں ہوئی جہاں خاندان کا بڑا حصّہ مقیم ہے، عزیزی قاری سید رشید الحسن صاحب جو نواب سیّد نور الحسن خاں صاحب مرحوم (فرزند امیر الملک والاجاہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم، رئیس بھوپال کے پوتے ہیں اور ہمارے ہی خاندان کے داماد، وہ کراچی سے لاہور آئے اور کراچی کے لئے سفر کی خواہش کا اظہار اور وہاں چلنے کے لئے اصرار کیا، ان کی اہلیہ بھی آئیں جو راقم کی بھانجی ہوتی ہیں لیکن راقم نے سفر سے معذرت کی اس کو اس کی ہمّت نہیں ہوئی، کراچی سے عزیزی ڈاکٹر سیّد رضوان علی ندوی اور عزیز فضل ربی ندوی بھی آئے تھے۔

اس سفر میں اس کو خاص طور پر اپنے رفیق قدیم مولانا محمد ناظم ندوی مقیم کراچی سے اور اپنے عزیز بھائی سید ابراہیم حسنی سے جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی دختری اولاد میں ہیں نیز مولانا عبد الرشید نعمانی جے پوری سے نہ ملنے کا افسوس رہا، اس سفر میں راقم کو مخدوم زادۂ گرامی مولانا عبد الجلیل صاحب (برادر زادۂ مرشد محترم حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ) سے نہ ملنے کا افسوس اور شرمندگی رہی، اس کو خود ڈھڈیان (مسکن و مدفن رائے پوریؒ) واقع ضلع سرگودھا جانے کی ہمّت نہ ہوئی، اور نہ اس کا خیال آیا کہ موٹر بھیج کر مولانا کو لاہور آنے کی دعوت دی جائے، مرشدنا حضرت رائے پوریؒ سے تعلّق و نسبت رکھنے والوں میں سے سیّد انور حسین نفیس رقم صاحب سے مل کر خوشی ہوئی جو ہماری بعض کتابوں (بالخصوص "کاروانِ ایمان و عزیمت" کے ناشر ہیں) ان سے ملاقات اور رفاقت سے مسرّت و تسکین ہوئی، اس نے اجلاس کے اختتام پر اپنے رفقاء کے ساتھ ہوائی جہاز سے لکھنؤ مراجعت کا سفر اختیار کیا اور بخیر و عافیت واپسی ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں قادیانیت کے فتنہ اور موضوع پر ایک عظیم عالمی تاریخی اجلاس

قادیانیت اُمّت اسلامیہ کی بقا و وحدت دین کے تحفظ اور ملّت کے تشخص و تسلسل کے خلاف ایک گہری سازش اور حکومت برطانیہ کی (جو اس کے ظہور کے زمانہ میں برّصغیر ہند پر حکمراں اور حاوی تھی اور اس کو مسلمانوں کی دینی حمیت اور جذبۂ جہاد سے جو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی دعوت و تربیت نے پیدا کر دیا تھا، سب سے زیادہ خطرہ تھا) خطرناک منصوبہ بندی تھی[1]

راقم کو اپنے طویل تاریخی مطالعہ کے سفر اور اسلام کے خلاف سازشوں اور منصوبہ بندیوں اور ان کے خلاف اصلاحی و تجدیدی کوششوں کے جائزہ کے دوران جس کی روئداد اور نتیجہ "تاریخ دعوت و عزیمت" کے پانچ ضخیم حصّے ہیں کوئی سازش اور

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اپنے بعض خطوط میں صفائی کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہیں، اور انھوں نے جہاد اور مسلمانوں کی بڑھی ہوئی دینی حمیت کے خلاف اتنی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں کہ اگر جمع کر دیے جائیں تو پچاس الماریاں بھر جائیں، اور اس کے لئے انھوں نے ہندوستان اور ہندوستان کے باہر بھی کوشش کی ہیں (ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "قادیانیت تحلیل و تجزیہ" عربی، اردو، انگریزی اور تازہ رسالہ "قادیانیت کا ظہور اور اس کا دعوی اور دعوت اور اس کے مؤید و سرپرست"

www.abulhasanalinadwi.org

منصوبہ بندی اس سے بڑھ کر خطرناک اور کامیاب نظر نہیں آئی، اس کو علّامہ اقبال کے اس حکیمانہ نکتہ سے پورا اتفاق ہے کہ "دین و شریعت کی بقا تو کتاب و سنّت سے مربوط اور وابستہ ہے لیکن اُمّت کی بقا اور وحدت عقیدۂ ختم نبوّت سے مربوط اور اس پر موقوف ہے"

ادھر ہندوستان، یورپ، امریکا، انڈونیشیا، ملیشیا، جنوبی افریقہ اور متعدد ممالک میں جہاں علوم دینیہ اور علمائے راسخین اور مصلحین و محافظین کی کمی تھی قادیانیت کے پھیلنے، اس کے مراکز کے قیام اور اس کی سرگرمیوں کا حال معلوم ہوا، اور اس سے اندیشہ پیدا ہوا کہ یہ فتنہ اور زیادہ زور پکڑے اور نئی نسل جو علمی رسُوخ اور دینی تصلّب و حمیّت سے بہت خالی ہے، کہیں اس فتنہ کا وسیع پیمانہ پر شکار نہ ہو جائے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں جو ایک بین العالمی مرکز تعلیم و دعوت ہے اور اس کے بانی اوّل مولانا سیّد محمد علی مونگیری علیہ الرحمہ اس فتنہ سے سب سے زیادہ فکرمند اور حساس لوگوں میں تھے، اور انھوں نے اپنے وطن بہار میں اس کا پورا مقابلہ اور محاذ آرائی کی اور کامیاب ہوئے اس کے لئے ایک عالمی پیمانہ پر مؤتمر منعقد کی جائے جس میں مرکز اسلام بلاد عربیہ و اسلامیہ کے چوٹی کے علماء، مفتیان کبار اور قائدین ملّت شریک ہوں۔

چنانچہ ۱۲؍۱۳؍ نومبر ۱۹۹۷ء کو ایک ایسا عظیم عالمی اجتماع یہاں منعقد ہوا جو اپنی کمیّت و کیفیت (تعداد حاضرین اور مراتب شرکاء و مقررین) کے لحاظ سے ہندوستان کی پچھلی تاریخ میں بے مثال اور بے نظیر تھا، جہاں تک حاضرین و شرکاء کی تعداد کا تعلق ہے بعض غیر مسلم اخباروں نے ۵-۶ لاکھ لکھی ہے، اخبار "پانیر" نے ۳ لاکھ

www.abulhasanalinadwi.org

لکھا، پورا میدان لکھنؤ یونیورسٹی تک اور دارالعلوم کے باہر کی سڑک اور دریائے گومتی کے بند تک، حاضرین اور نماز پڑھنے والوں سے بھرا تھا، دارالعلوم کے وسیع میدان اور اس کے قرب وجوار میں نمازیوں کا ایسا فرش بچھا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گھاس اُگی ہوئی ہے اور ایک بالشت زمین بھی اس سے خالی نہیں صدر اجلاس اور امام جمعہ شیخ ابن السبیّل کو جب چھت پر لے جاکر منظر دکھایا گیا تو وہ فرطِ مسرّت وحیرت سے آبدیدہ ہو گئے۔[1]

اجلاس کی صدارت ائمۂ حرم شریف مکّہ مکرمہ کے صدر شیخ محمد بن عبداللہ السبیّل نے کی[2] جو حرم پاک مکّہ مکرمہ اور حرم شریف مدینہ منورہ دونوں کے تمام انتظامی ودینی امور کے صدر اعلیٰ ہیں، حرم میں اماموں کی تعیین اور ہزاروں کارندوں کی سربراہی ان کے ذمّہ ہے، علوم دینیہ پر گہری نظر رکھتے ہیں، اور مطالعہ بہت وسیع ہے وہ اپنے خصوصی ہوائی جہاز سے لکھنؤ تشریف لائے، آپکے ساتھ مدینہ منوّرہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر صالح عبداللہ العبود بھی تھے، اس کے ساتھ ایک مؤقر وفد بھی تھا جس کے سب ہی ممبر فقیہ وعالم دین تھے وزارت شئون الاسلام کے وزیر ڈاکٹر عبداللہ عبد المحسن ترکی کے نائب ڈاکٹر عدنان وزّان جامعہ اُمّ القریٰ کے دو استاد، مشہور ماہر تعلیم، دارالشروق ودارالمعرفہ کے ڈائرکٹر جنرل استاد سیّد محسن احمد باروم، عالم اسلام کے

---

[1] "تعمیر حیات" کے پرچہ مورخہ ۲۵ رنومبر ۹۷ء اور ۱۰ ردسمبر ۹۷ء میں اس کی تفصیل ہے۔

[2] شیخ سبیّل نے اصرار کیا کہ راقم سطور ہی صدارت کرے اس کی موجودگی میں وہ صدارت نہیں کر سکتے لیکن حقیقتًا انھیں کو صدر سمجھا گیا، اور اسی نظر سے دیکھا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

دینی سیاست کے دانشور اور قاہرہ کی مجلس اسلامی اعلیٰ دعوت رفاہ عام کے سربراہ استاد کامل الشریف نیز رابطہ عالم اسلامی کے ناظم اعلیٰ کے نائب عام اور پچاس سے اوپر کتابوں کے مصنّف استاد محمد ناصر العبودی اس کے ساتھ ترکی کا ایک ۵ رکنی مؤقر وفد جس میں شیخ محمد امین سراج (جو رابطۂ عالم اسلامی کی مساجد کونسل کے رکن اور استنبول میں جامع سلطان محمد الفاتح کے مدرس اعلیٰ ہیں) استاد حمدی ارسلان، کلیۃ الالٰہیات کے صدر شعبہ ادب عربی شیخ نور الدّین بیلانیہ، استنبول میں استاد عربیات انڈونیشیا سے الاستاذ امین اللہ (معہد الکوثر کے استاد) استاد عبدالرحمٰن (معہد الفلاح کے مدرس اعلیٰ) استاد سفیان (معہد الکوثر کے استاد نمائندہ) ملیشیا سے معہد التربیۃ الاسلامیہ، قدح کے صدر اور جمیعۃ علماء کے صدر ڈاکٹر ابو بکر اوانج، استاد احمد فہمی زمزم ندوی (معہد التربیۃ الاسلامیہ کے رکن) ڈاکٹر زاہد ارشد (حزب اسلامی ملیشا کے صدر) ڈاکٹر وان سالم وان (معہد اسلامی قدح کے مدیر) شریک تھے۔

ان حضرات کی آمد نے اس اجلاس کو ایسا بنا دیا جیسے کسی عرب ملک میں ہو رہا ہو، اس کی کارروائیاں بھی عربی میں ہوتی رہیں جن کا ترجمہ اردو میں کیا جاتا تھا اور اردو کا عربی میں، ہندوستان کے تقریباً تمام ہی صوبوں کے علماء و مفکّرین مدارس اسلامیہ اور قدیم و جدید دار العلوموں کے مہتمم اور دینی دعوت کے تجربہ کار اور بحث و تحقیق کے شناور تشریف فرما تھے تقریباً، املکوں کی نمائندگی تھی۔

مولوی سیّد محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دار العلوم نے مہمانوں اور حاضرین کا خیر مقدم کیا اس کے بعد راقم کی افتتاحی تقریر ہوئی جس میں جلسہ کے مقاصد بیان کئے گئے اور کہا گیا کہ قادیانیت نبوّت محمدی کے خلاف بغاوت اور دین

www.abulhasanalinadwi.org

کے خلاف بدترین سازش ہے[1]

اس کے بعد شیخ محمد بن عبداللہ السبیّل نے ایک پرزور تقریر کی، پھر دوسرے مقررین نے، استاد کامل الشریف نے کہا کہ میں نے ہزارہا جلسوں میں شرکت کی ہے اور تقریریں کی ہیں لیکن ایسا پُراثر مجمع نہیں دیکھا۔

دوسرے اجلاس میں دارالعلوم حرم مکّی مدرسہ صولتیہ کے ناظم اور ہندوستان کے مؤقر تعلیمی مرکزوں اور مدارس عربیہ کے ذمّہ داروں اور نمائندوں نے تقریریں کیں، تیسرے اور آخری اجلاس میں مسجد اقصیٰ کے سابق امام شیخ ڈاکٹر محمد صیام بھی موجود تھے انھوں نے پرجوش تقریر کی اور شیخ حرم علاّمہ سبیّل کی دعا پر یہ عالمگیر تاریخی اجلاس ختم ہوا، امام حرم نے نماز جمعہ کی امامت کی، اجلاس کے سربرآوردہ اور معزز حاضرین، فاضل و ممتاز علماء اور عالم اسلام کی ان تمام مؤقر شخصیتوں نے جو اس اجلاس میں شریک تھیں متفقہ طور پر قادیانیت کے اسلام اور ملّت کے لئے خطرۂ عظیم اور گہری سازش ہونے اور قادیانیوں کے خارج از ملّت ہونے پر اتفاق اور اس کا برملا اظہار کیا۔

راقم نے ضروری سمجھا کہ جلسہ کے اصل موضوع کے علاوہ اس وقت ملک کے اندر مسلمانوں کی جدید نسل کے لئے جو خطرات درپیش ہیں اور نئی نسل کو الحاد اور ارتداد کے راستہ پر ڈالنے کی دانستہ یا نادانستہ جو کوششیں جاری ہیں ان سے باخبر کیا جائے اور اس کے مداوا کے لئے ہندی مسلمانوں کو پوری فکر و ہوش مندی کے

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ "قادیانیت کا ظہور، اس کا دعویٰ اور دعوت اور اس کے مؤید و سرپرست" جو اسی اجلاس کے لئے لکھا گیا تھا، اس کا عربی ترجمہ بھی تیار تھا اور تقسیم کیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ کام کرنے اور توجہ و قربانی دینے پر آمادہ کیا جائے۔[1]

عالم اسلام اور دیگر ملکوں سے جلسہ کی کامیابی پر مبارکباد کے فیکس اور تار نیز خط اور ٹیلفون بڑی تعداد میں موصول ہوئے۔

حرمین شریفین کا سفر اور رابطۂ عالم اسلامی میں ایک اہم تقریر

۷، ۱۰ ر شعبان ۱۴۱۸ھ (۷، ۱۰ ر دسمبر ۱۹۹۷ء) کو رابطۂ عالم اسلامی کا اجلاس تھا، راقم نے ہمشیرزادہ عزیزی مولوی سیّد محمد واضح حسنی (استاد دار العلوم ندوۃ العلماء و مدیر المعہد العالی الدعوۃ والفکر الاسلامی دار العلوم و مدیر خاص صحیفہ الرائد (عربی) نیز اپنے رفیق و معاون حاجی عبد الرزّاق اور اپنے کرم فرما و معاون الحاج محمد عثمان صاحب حیدر آبادی انجینیر ہوائی اڈہ جدہ و ریاض (جو محض رفاقت و اعانت کے لئے جدہ سے سفر کر کے ہندوستان آتے اور جدّہ ساتھ جاتے ہیں) کی معیت میں ۶ ر شعبان (۶ ر دسمبر ۱۹۹۷ء) کو بمبئی سے جدّہ کا ہوائی سفر کیا جدہ میں اپنے میزبان قدیم الحاج محمد نور ولی صاحب کے یہاں قیام کیا، اگلے دن ۷ ر شعبان ۱۴۱۸ھ (۷ ر دسمبر ۱۹۹۷ء) کی صبح کو مکہ معظمہ روانگی سے چند منٹ پیشتر رابطہ کے سکریٹری جنرل جناب الدکتور عبد اللہ صالح العبید کا ٹیلفون آیا کہ ارکان رابطہ اور وفود عالم اسلامی کی طرف سے ابتدائی اجلاس میں آپ ہی کو تقریر

---

[1] یہ مفصّل و طویل تقریر "ملّی عزیمت و اجتماعی فیصلے" کے عنوان سے "تعمیر حیات" کے ۲۵ ر نومبر اور ۱۰ ر دسمبر ۱۹۹۷ء کے خاص نمبر میں شائع ہوئی، اسی نمبر میں شیخ محمد بن عبد اللہ السبیّل کا مقالہ، "قادیانیت، نبوّت محمدی کے خلاف ایک بغاوت ہے" کے عنوان سے بھی شائع ہوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرنی ہے، راقم اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ احرام باندھے ہوئے مکّہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوا، اور مختصر مدّت میں مکّہ معظّمہ پہنچ گیا، دیکھا تو رابطہ کا ایوان، رابطہ کے ارکان سے جو عالم اسلام کے چیدہ اور ممتاز اہلِ فکر، اہلِ دعوت اور اہل علم ہیں، بھرا ہوا ہے،

اجلاس تلاوت قرآن سے شروع ہوا، پہلے امیر مکّہ شہزادہ ماجد بن عبد العزیز نے جلسہ کا افتتاح اور مہمانوں کا خیر مقدم کیا، پھر صدر رابطہ اور صدر مرکز افتاء اور سعودی عرب کے ممتاز و معزز ترین عالم شیخ عبد العزیز بن باز نے افتتاحی تقریر فرمائی رابطہ کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عبد اللہ صالح العبید نے حاضرین کا خیر مقدم کیا اور ایک مختصر تقریر کی۔

اس کے بعد راقم نے حاضرین سے خطاب کیا اور وقت کے اہم خطرات اور امریکا و اسرائیل کی خطرناک اور منصوبہ بند سازش سے آگاہ کیا جو اسلام کے عالمی نفوذ و اثر کو ختم کرنے اور عالم اسلام کو مغربی اقتدار، لادینیت کا تابع اور اندرونی کشمکش کا شکار بنانے کے لئے کی گئی ہے، یہ تقریر اپنی اہمیت کی بنا پر پوری پیش کی جاتی ہے، سعودی ریڈیو اور سعودی اخبارات نے بھی کچھ اختصار اور انتخاب کے ساتھ اس کو پیش کیا[1]۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد

حضرات!

یہ ایک با مقصد اور عالم اسلامی کے لئے بین الاقوامی حیثیت کا اجتماع بہت مناسب جگہ پر اور ایسے وقت میں ہو رہا ہے جس میں اس کی اشد ضرورت تھی جہاں تک

[1] تقریر کا ترجمہ محبی ڈاکٹر مولوی عبد اللہ عبّاس ندوی کا کیا ہوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مناسب جگہ کا تعلق ہے تو اس سے زیادہ مناسب دوسری جگہ نہیں ہو سکتی مکۂ مکرّمہ وہ مقدس سرزمین ہے، جہاں سے انسانیت کا مہر تاباں طلوع ہوا، اور بشریت کو صبح صادق نصیب ہوئی، جس نے ظلمتوں کے پردے چاک کئے اور انسانیت کو ہلاکت کے مہیب غار میں گرنے سے بچالیا، اور اس وقت بچایا جب کہ وہ ہلاکت کے غار میں گرنے کے لئے بالکل کنارے تک پہنچ چکی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ	اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے
مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا۔	کنارے پر تھے سو اس سے اللہ تعالیٰ
(آل عمران: ۱۰۳)	نے تمہاری جان بچالی۔

اور ہلاکت کے اس گڑھے تک پہنچانے والی جاہلیت ہر طرف اپنے جال پھیلا چکی تھی، اور عالم بشریت کے طول و عرض کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی، سیرت نگاروں نے لفظ "جاہلیت" کو صرف ان عربوں کے ساتھ محدود کر دیا ہے جو زمانۂ رسالت سے پہلے گزرے تھے، لیکن حقیقت میں وہ جاہلیت صرف عربوں کے لئے مخصوص نہ تھی، وہ ایک عمومی جاہلیت تھی، ہر طرف اور ہر سو چھائی ہوئی جاہلیت تھی، وہ ذہنیت و عقلیت پر طاری تھی، فکر و خیال پر حکمراں تھی، عقیدہ و عمل پر حاوی تھی، اس کے اثرات گہرے اور اس کی جڑیں مضبوط تھیں۔

ایسے وقت میں اسلام کی روشنی نمودار ہوئی جو عالم بشریت کے لیے صبح صادق تھی جس سے دنیا میں اجالا پھیل گیا، اس صبح صادق کا مطلع یہی سرزمین پاک ہے اس کی روشنی اور اس کی خیر و برکت کسی خاص مدّت کے لئے یا کسی خاص خطّہ کے لیے مخصوص نہیں تھی اس نے ساری دنیا کو نہال کیا اور مجموعی طور پر عالم بشریت اس سے فیض یاب ہوئی،

www.abulhasanalinadwi.org

عقیدہ وعمل سے بے کرانداز فکر پر اثر انداز ہوئی۔

اس مؤتمر کا انعقاد بہت بروقت اور برمحل ہوا ہے، نئی پلاننگ اور نئے حربوں سے اسلام کو نیست ونابود کرنے کی عمومی سازشیں ہو رہی ہیں اس کے اثرات کو محو کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس دین کو بے اثر کرنے اور اس سے زندگی کے آثار ناپید کرنے کے لیے نئے ہتھکنڈے ایجاد کئے جارہے ہیں' اسلام اور قوانین اسلام کو زندگی سے خارج کرنے کی سازشیں بہت باریک بینی اور گہرائی سے عمل میں لائی گئی ہیں اور لائی جارہی ہیں اس مکمل اور ہمہ جہتی پلاننگ کو بروئے کار لانے میں دو طاقتیں پیش پیش ہیں، ایک مغربی طاقت اور دوسری غیر مغربی، اور جو سازش ہے اس کے تانے بانے بڑی چابکدستی چالاکی اور تیاری سے بُنے گئے ہیں، عقلی وذہنی لحاظ سے دیکھئے یا عملی لحاظ سے مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنی اسلامی وایمانی علمی وعقائدی، اخلاقی وتہذیبی ورثہ سے یکسر بے تعلق ہوجائیں، اور جس طرح دوسرے مذاہب ہیں اسلام بھی ایک نام کا مذہب رہ جائے، جس کے آثار عجائب خانوں اور کتب خانوں تک محدود رہ جائیں، عملی زندگی سے اس کا کوئی سروکار نہ ہو، اسلام کا عالمی تشخص ختم ہوجائے اس سازش کی سربراہی مغرب کا سب سے بڑا ملک (امریکہ) اور دنیا کی تسلیم شدہ سب سے بڑی طاقت کر رہی ہے، اس کی تائید وتوثیق اور عملی وفکری تعاون کرنے میں مشرقی وایشیائی ممالک میں (اسرائیل) شریک کار ہے، مغرب ومشرق کی ان دونوں قوتوں کا ہدف ایک ہی ہے، کیوں کہ انھوں نے اپنے تجربات ومشاہدات سے اور تاریخ کے مطالعہ سے اور قوموں کی نفسیات کے علمی جائزوں سے ان کو یہ یقین ہوگیا ہے کہ ان کی نشاط انگیزیوں، اخلاقی وتہذیبی انارکیوں کا راستہ روکنے والی اگر کوئی طاقت اس روئے زمین پر ہے تو وہ اسلام ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

لہٰذا یہ مناسب ترین وقت ہے کہ ہم ان سازشوں کو سمجھیں ان کی پلاننگ کا جائزہ لیں، عقل و حکمت، صلاح و مشورہ سے مناسب قابلِ عمل اور با مقصد لائحہ عمل مرتب کریں، اللہ کے فضل سے ان کے اندر جو وحدتِ فکر اور دین کے معاملہ میں عزت اور جوش و اخلاص ہے اس کو کام میں لاکر عملی اقدامات کے لئے تدابیر اختیار کریں۔

میں اس لحاظ سے اس مؤتمر کو بہت مبارک اور بر وقت اور برمحل سمجھتا ہوں کیونکہ یہ وقت متقاضی ہے کہ ہم دشمنوں کی چالوں کا اور اپنی وسعتِ عمل کا صحیح اندازہ لگائیں، شدید خطرہ اور ہلاکت خیز طوفانِ بلا کا مقابلہ ہے، اور وقت کا تقاضا ہے کہ موجودہ مسلم نسل کو اور آنے والی نسلوں کی سازشوں کا شکار نہ ہونے دیا جائے اور اسلام پر اعتماد بحال کیا جائے اسلام کے متعلق اُن کا عقیدہ نئی قوت کے ساتھ اُبھارا جائے کہ یہ دین رہتی دنیا تک کے لیے ہے اور ہر خطہ ارضی کے لیے سازگار ہے اور اسی کے ذریعہ ان سب کی نجات ممکن ہے اور نہ صرف یہ کہ اسلام کے ماننے والے ایسے ایمان و عقیدہ کے ساتھ زندہ رہیں بلکہ وہ آگے بڑھ کر دنیا کی قیادت و سیادت کا حوصلہ پیدا کریں اور سمجھیں کہ ان کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو ان کو اسلام سے دور کرنا چاہتا ہے اور دین کو ایک بے جان، بے عمل، خشک رسومات کا مذہب بنانا چاہتا ہے، میں نے وقت کے جن خطرات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کوئی فرضی یا وہمی بات نہیں ہے بلکہ اپنے تجربات و مشاہدات، حالات و نفسیات کو سمجھنے اور ہوا کے رُخ کو الحمدللہ پہچاننے کے بعد عرض کیا ہے، بہتیرے اجتماعات، کانفرنسوں، مؤتمرات میں شرکت اور اہلِ علم و فہم حضرات سے مل کر اور حالات کو سُن کر اور دیکھ کر یہ رائے قائم کی ہے کہ یورپ، امریکا اور اسرائیل کو اگر کسی سے خطرہ ہے تو وہ صرف اسلام سے ہے، وہ اپنی جہانگیری قائم کرنے

www.abulhasanalinadwi.org

اور انسانیت سوز اور ظالمانہ مقاصد کی راہ میں صرف اسلام اور مسلمانوں کو مزاحم پاتے ہیں۔

میرے محدود مطالعہ کی روشنی میں جو متنوع اقسام تاریخ و علم الاجتماع پر مشتمل ہے اسلام کے لئے اس سے زیادہ سخت زمانہ کبھی نہیں آیا جب کہ مشرق و مغرب دونوں جانب سے بلا خیز اور مہلک سازشوں کا طوفان چل رہا ہے، اور یہ ممالک اسلام کی قوّت و نفوذ سے، اس کی اثر انگریزی سے اور اس کے فکر ساز اثرات سے خائف بلکہ لرزیدہ ہیں،

پہلے کبھی اس درجہ اسلام کو مہیب و خطرناک نہیں سمجھا گیا تھا، وہ طاقتیں جو دنیا بھر کے وسائل کو اپنی مٹھی میں بند کرنا چاہتی ہیں ان کو سب سے زیادہ خطرہ اسلام سے ہے، یہ وقت ہے جب خطرہ کی گھنٹی تیز سے تیز تر ہو رہی ہے، یہ وقت ہے کہ ہم بیدار ہوں، خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اس درجہ میں تیار ہوں جس درجہ کے یہ خطرات ہیں۔

حضرات!

میں معذرت چاہتا ہوں کہ اس پُر وقار مجلس میں جس میں عالم اسلام کے منتخب افراد، اہل دل و اہلِ فکر اور باخبر حضرات جمع ہیں، میں نے گفتگو کو طول دے دیا اور اس کا سبب یہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ ہم آپ خطرات کی آندھیوں کا سامنا کر رہے ہیں، سیاسی، اقتصادی، فکری ہر طرح کی یلغار کا سامنا ہے دوسرے طرف وہ طاقتیں ہیں جن کے پاس وقت کے تمام اسلحہ جمع ہیں، وہ آزادانہ دبے باکانہ آگے بڑھ رہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق کے طالب ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر منڈلاتے ہوئے خطرات کو سمجھنے کی توفیق دے اور خطرات کی ساعتوں میں بیداری کی توفیق ارزانی فرمائے۔

آخر میں ہم اس ملک اور اس ملک کی حکومت جو شریعت اسلام کا پاس و لحاظ رکھتی ہے اور شریعت کی سربلندی جس کا ہدف اور نصب العین ہے، کلام اللہ کی عظمت جس کا شعار ہے، سنّت نبویہ کو وہ مقام دینے کا جذبہ رکھتی ہے جو اس کا حق ہے، اس ملک کے سایہ میں ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ یہاں سے ہمارا قدم صحیح راستہ پر، صحیح منزل کی طرف، متوازن انداز میں اٹھے گا اور اللہ تعالیٰ سے دست بہ دعا ہیں کہ ہم سب کو خلوص نیّت اور اخلاص عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

مکّہ معظّمہ سے اپنے رفقاء عزیز القدر مولوی سیّد محمد واضح حسنی ندوی (استاد دار العلوم ندوۃ العلماء و مدیر المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی و مدیر صحیفہ "الرائد") و رفیق عزیز حاجی عبد الرزّاق رائے بریلوی کے ساتھ مدینہ طیبّہ حاضری ہوئی، حافظ عبد الرشید حیدر آبادی نے پچھلے معمول کے مطابق فندق الاشراف میں ٹھہرایا جو باب جبرئیل کے سامنے اور مسجد شریف کے قریب ہی ہے اور اپنا مہمان بنایا۔

قیام مدینہ طیبّہ کے دوران جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ کے چانسلر ڈاکٹر صالح عبد اللہ العبودی ملاقات کے لیے تشریف لائے اور اپنے دولت خانہ پر دوپہر کے کھانے کے لیے مدعو کیا، وہاں ان کے ہاتھ میں ہمارا ایک جدید عربی رسالہ "دور الامۃ الاسلامیۃ فی انقاذ البشریۃ و اسعادھا"، آگیا، دعوت میں جامعہ کے متعدد طلبہ بھی تھے، رئیس الجامعہ نے اس کو پورا پڑھ کر سنایا، یہ بھی عربوں ہی کی ایک خصوصیت اور اخلاقی امتیاز ہے کہ ایک غیر ملکی معاصر کی تحریر اپنے تلامذہ اور طبقۂ خرد کے سامنے

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھ کر سنائیں۔

آخری دن ظہر کے بعد عزیزی توفیق الحافظ کے یہاں (جو محب قدیم سیّد محمود الحافظ مرحوم کے صاحبزادہ ہیں) دوپہر کا کھانا تھا، اس میں مکرمی سیّد حبیب صاحب مدنی جو حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ کے حقیقی برادرزادہ اور سیّد محمود صاحب مدنی کے صاحبزادہ ہیں بھی شریک تھے، انھوں نے شب میں کھانے کا اہتمام کیا، جو ایک اعزاز اور مسرت کی بات تھی، اس موقع پر اس کا ذکر آیا کہ والد ماجد مولانا حکیم سیّد عبدالحی صاحبؒ کی کتاب "نزہۃ الخواطر" جو اب (الإعلام بمن فی تاریخ الہند من الأعلام) کے نام سے شائع ہوئی ہے کی آخری جلد میں حضرت مدنیؒ کا تفصیلی اور طاقتور تذکرہ اور تعارف ہے، انھوں نے اسی وقت خادم سے کہا کہ کتاب لے آؤ، وہ فوراً لے آیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے مطالعہ ہی میں قریب جگہ پر تھی، انھوں نے اسی وقت اس حصّہ کا مطالعہ کیا۔

مدینہ طیبہ میں اور بھی احباب جن میں محب عزیز سیّد حسن عسکری طارق اور بعض ہندوستانی احباب نمایاں تھے ملتے رہے، تقریباً ایک ہفتہ کے بعد مدینہ طیبہ سے جدّہ کے لئے روانگی ہوئی، جدّہ میں عالم عربی کے ممتاز ترین ادیب وانشاء پرداز سیّد علی طنطاوی سے ملاقات وعیادت کی جو عرصہ سے بیمار اور صاحب فراش ہیں، وہ بڑی محبت وانبساط سے ملے، وہاں اور بھی احباب اور اہل علم تھے جن سے ملاقات ہوئی، دوسرے روز ہندوستان واپسی ہوگئی، محبی عثمان صاحب لکھنؤ پہنچا کر حجاز واپس گئے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کی وفات

۶ دسمبر ۱۹۹۷ء کی تاریخ تھی کہ دہلی سے محبی مولوی عبداللہ عباس ندوی کا

ٹیلیفون آیا کہ آج یہ اطلاع ملی کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سفر آخرت اختیار کیا، معلوم ہوا کہ ۵ ردسمبر کو جمعہ کی نماز پڑھ کر وہ دوستوں سے باتیں کرتے ہوئے گھر گئے کچھ ہی دیر بعد حرکت قلب بند ہو جانے سے وہ اپنے رب کے حضور جا پہنچے، غفر اللہ لہ ورفع درجاتہ، ان کے علمی امتیاز، تصنیفی و تحقیقی خدمات، کارناموں پھر ذاتی ربط و مناسبت اور سالہا سال کے تعلّقات، مؤدّت و مناسبت کی بناء پر اس اطلاع کا قلب و اعصاب پر اثر پڑا، یہ بھی ایک طرح کا حسن اتفاق اور ان کے حق میں ایک فالِ نیک تھی کہ اس وقت ان کا دلی قدر داں اور محب (راقم سطور) مکّہ معظّمہ جا رہا تھا اس نے ان کی مغفرت و ثواب کے لیے حرم شریف میں دعا بھی کی اور بیت اللہ کا ایک طواف بھی، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

پروفیسر صاحب مرحوم جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور فضلائے عہد میں اپنے مطالعہ کی وسعت، ہندوستان کے اسلامی عہد کی تاریخ سے واقفیت اس کے دینی و روحانی رہنماؤں (مشائخ و سالکین اور روحانی مربیوں) کی تاریخ پر عبور و تحقیق کے لحاظ سے راقم کے علم میں اس وقت اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، تعلیمی و منصبی لحاظ سے بھی وہ اہم منصبوں پر فائز رہے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبہ تاریخ کے صدر، کچھ عرصہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے، اس سے سبکدوش ہونے کے بعد انھوں نے اپنا سارا وقت اور توانائی ہندوستان کے اسلامی عہد اور اصلاحی و دعوتی تاریخ کے اہم ترین رہنماؤں اور مصلحین و مربیوں کے تعارف اور تذکرہ میں صرف کی، جس کا بہترین نمونہ ان کی کتاب "تذکرہ مشائخ چشت" ہے، سلسلۂ چشتیہ نظامیہ سے ان کا ایک خاندانی تعلّق بھی تھا، اور ذہنی ربط بھی، اس کے علاوہ اور بھی ان کے علمی کارنامے اور خدمات ہیں علمی

www.abulhasanalinadwi.org

و تاریخی مذاکرات اور فکر و نظر کے جلسوں میں وہ سرگرمی سے حصہ لیتے تھے اور اپنے بیش قیمت معلومات اور وسیع و عمیق مطالعہ سے فائدہ پہنچاتے تھے جن میں سے بعض کا ذکر "کاروانِ زندگی" کے آخری حصوں میں بھی آیا ہے۔

راقم سے وہ گہرا عزیزانہ و محبانہ تعلق رکھتے تھے اور اس کو ان سے بڑی مناسبت تھی، آکسفورڈ یونیورسٹی کے "اسلامک اسٹڈیز سنٹر" کے جوان کے فرزند گرامی قدر پروفیسر فرحان نظامی صاحب کا قائم کیا ہوا ہے وہ رکن تھے اور یہ راقم بھی، وہاں اکثر ان کا ساتھ اور یکجائی قیام رہتا تھا، لندن کے قیام کے وہ خوش گوار اور دلچسپ ترین اوقات تھے جن میں اس راقم اور ان کی یکجائی اور تنہائی ہوتی تھی، اس وقت اُن کے علمی مذاکرہ اور معلومات سے لطف اندوز ہونے کا بڑا موقع ملتا تھا اور وہ وہاں کے خوش گوار ترین لمحات ہوتے تھے، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور لکھنؤ میں جو علمی مجالس و تقریبات ہوئیں ان میں بھی وہ بہت شوق اور دلچسپی کے ساتھ شریک ہوتے اور اپنی معلومات اور مطالعہ سے فائدہ پہنچاتے تھے[1]

بعض عرب ممالک میں اپنے ملک کی سفارت پر بھی رہے اور وہاں بھی ان کی سادگی اور علمی ذوق قائم رہا، ان کے مکان اور جائے قیام علی گڑھ میں ان کا ایک بڑا وسیع کتب خانہ تھا، جو ذاتی طور پر بہت کم لوگوں کے یہاں دیکھنے میں آیا، سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھنے کے ساتھ وہ حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی دعوت و تحریک اور سلسلہ سے بھی عقیدت رکھتے تھے، اور اس کا اعتراف و احترام تھا، اس موضوع پر ایک

---

[1] ان مجالس کا تذکرہ "کاروانِ زندگی" کے حصہ ششم میں آچکا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

باقاعدہ سیمینار میں انھوں نے ایک توسیعی خطبہ دیا، پروفیسر صاحب کے ماموں مولانا نسیم احمد صاحب فریدی ہندوستان کے آخری دور کی دینی و روحانی تاریخ اور اس کے ممتاز ترین داعیوں اور مربیوں کی تاریخ سے امتیازی اور نمایاں طریقہ پر نہ صرف واقف بلکہ اس کے ماہرین اور اہل اختصاص میں سے تھے، پروفیسر صاحب نے ان سے بھی فائدہ اٹھایا اور ان میں ان کا اثر آیا، ان کی وفات ایک بڑا علمی سانحہ ہے بظاہر ان کا کوئی بدل اور ان کا ہم پایہ کوئی مؤرخ و سوانح نگار نظر نہیں آتا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجے بلند کرے۔

عزیز فاضل ڈاکٹر مولوی سیّد حبیب الحق ندوی کی وفات

ماہ فروری ۱۹۹۸ء کی کسی تاریخ کو یہ افسوس ناک اطلاع ملی کہ ۷؍ فروری ۱۹۹۸ء کو عزیز گرامی قدر مولوی سیّد حبیب الحق ندوی نے ڈربن (جنوبی افریقہ) میں وفات پائی، مرحوم کے متعدد خصوصی، علمی، اخلاقی، افادی امتیازات اور عزیزانہ تعلّق کی وجہ سے خصوصی تأثر و تأسف ہوا۔

مرحوم کا وطن بہار تھا، وہ ۲۴؍ جولائی ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہو کر عالمیت کی سند حاصل کی، پھر عصری تعلیم کی طرف توجہ کی اور پٹنہ یونیورسٹی سے بی۔ اے پھر سندھ یونیورسٹی سے ایم۔ اے اور ہارڈ ورڈ یونیورسٹی امریکہ سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی، اسی یونیورسٹی میں کچھ مدّت لکچرر بھی رہے، پھر جنوبی افریقہ ڈربن یونیورسٹی میں اردو، فارسی، عربی کے شعبہ میں استاد اور صدر شعبہ رہے، راقم الحروف سے مخلصانہ اور عزیزانہ تعلّق اور فکری مناسبت رکھتے تھے، فضلائے

www.abulhasanalinadwi.org

ندوہ میں جنھوں نے مغربی علوم کا گہرا مطالعہ کیا اور اپنی انگریزی دانی اور تصنیفی صلاحیت سے کام لیا ان میں ان سے زیادہ راقم سے مناسبت رکھنے والا شاید نہ ہوگا، ان کی تحریروں اور انگریزی کی تصنیفات میں گہرا تقابلی مطالعہ، اسلام پر راسخ اور مُدلّل اعتماد، اور اس کی ترجیح بہت نمایاں تھی وہ مختلف مؤقر علمی تنظیموں کے رکن بھی تھے، انگریزی میں بھی ان کی ایک درجن کے قریب تالیفات ہیں، جنوبی افریقہ کے باہر بھی وہ مختلف ملکوں کے عربی شعبوں اور اسلامک سوسائیٹیز کے اعزازی صدر و رکن بھی تھے اور بعض مقامات کے ڈائرکٹر جنرل اور مختلف انگریزی رسائل کے ایڈیٹر بھی تھے، ان کے انتقال سے اعلیٰ عالمی دانش گاہوں میں ایک خلا پیدا ہوگیا جس کا پُر ہونا آسان نہیں۔ غفر اللّٰہ له ورفع درجاته۔

دینی تعلیمی کونسل کا ایک اہم اجلاس منعقدہ دارالعلوم ندوۃ العلماء

کچھ عرصے سے حکومت اتر پردیش کی طرف سے صوبہ کو ہندو دیو مالا اور تعلیمی و ثقافتی حیثیت سے ایک برہمن ہندو تہذیب کا تابع بنا دینے کی تعلیمی و ثقافتی سطح پر اقدامات و انتظامات کھل کر سامنے آگئے، اس کی علامتوں میں سے ایک "وندے ماترم" کا اسکولوں میں واجبی طور پر پڑھا جانا، دوسرے ہندوستان کی تصویر پر پھول چڑھانا اور ادب سے سر جھکانا داخل ہے، "وندے ماترم" دین توحید خالص، اسلام کے پیمانہ اور نقطۂ نظر سے ایک مشرکانہ گیت اور صنمی ترانہ ہے اس کے ثبوت و شہادت کے لئے اس کو اردو میں پیش کیا جاتا ہے:-

"تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے، تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا مقصد،

www.abulhasanalinadwi.org

باقاعدہ سیمینار میں انھوں نے ایک توسیعی خطبہ دیا، پروفیسر صاحب کے ماموں مولانا نسیم احمد صاحب فریدی ہندوستان کے آخری دور کی دینی وروحانی تاریخ اور اس کے ممتاز ترین داعیوں اور مربیوں کی تاریخ سے امتیازی اور نمایاں طریقہ پر نہ صرف واقف بلکہ اس کے ماہرین اور اہل اختصاص میں سے تھے، پروفیسر صاحب نے ان سے بھی فائدہ اٹھایا اور ان میں ان کا اثر آیا، ان کی وفات ایک بڑا علمی سانحہ ہے بظاہر ان کا کوئی بدل اور ان کا ہم پایہ کوئی مؤرخ وسوانح نگار نظر نہیں آتا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجے بلند کرے۔

عزیز فاضل ڈاکٹر مولوی سیّد حبیب الحق ندوی کی وفات

ماہ فروری ۱۹۹۸ء کی کسی تاریخ کو یہ افسوس ناک اطلاع ملی کہ ۸؍فروری ۱۹۹۸ء کو عزیز گرامی قدر مولوی سیّد حبیب الحق ندوی نے ڈربن (جنوبی افریقہ) میں وفات پائی مرحوم کے متعدد خصوصی علمی، اخلاقی، افادی امتیازات اور عزیزانہ تعلّق کی وجہ سے خصوصی تأثر و تأسف ہوا۔

مرحوم کا وطن بہار تھا، وہ ۲۴؍جولائی ۱۹۳۴ء میں پیدا ہوئے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوکر عالمیت کی سند حاصل کی، پھر عصری تعلیم کی طرف توجہ کی اور پٹنہ یونیورسٹی سے بی۔اے پھر سندھ یونیورسٹی سے ایم۔اے اور ہارڈورڈ یونیورسٹی امریکہ سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی، اسی یونیورسٹی میں کچھ مدّت لکچرر بھی رہے، پھر جنوبی افریقہ ڈربن یونیورسٹی میں اردو، فارسی، عربی کے شعبہ میں استاد اور صدر شعبہ رہے، راقم الحروف سے مخلصانہ اور عزیزانہ تعلّق اور فکری مناسبت رکھتے تھے، فضلائے

www.abulhasanalinadwi.org

ندوہ ہیں جنھوں نے مغربی علوم کا گہرا مطالعہ کیا اور اپنی انگریزی دانی اور تصنیفی صلاحیت سے کام لیا ان میں ان سے زیادہ راقم سے مناسبت رکھنے والا شاید نہ ہوگا، ان کی تحریروں اور انگریزی کی تصنیفات میں گہرا تقابلی مطالعہ، اسلام پر راسخ اور مدلّل اعتماد، اور اس کی ترجیح بہت نمایاں تھی وہ مختلف مؤقر علمی تنظیموں کے رکن بھی تھے، انگریزی میں بھی ان کی ایک درجن کے قریب تالیفات ہیں، جنوبی افریقہ کے باہر بھی وہ مختلف ملکوں کے عربی شعبوں اور اسلامک سوسائیٹیز کے اعزازی صدر و رکن بھی تھے اور بعض مقامات کے ڈائرکٹر جنرل اور مختلف انگریزی رسائل کے ایڈیٹر بھی تھے، ان کے انتقال سے اعلیٰ عالمی دانش گاہوں میں ایک خلا پیدا ہوگیا جس کا پُر ہونا آسان نہیں۔ غفر اللہ له ورفع درجاته۔

دینی تعلیمی کونسل کا ایک اہم اجلاس منعقدہ دارالعلوم ندوۃ العلماء

کچھ عرصے سے حکومت اتر پردیش کی طرف سے صوبہ کو ہندو دیومالا اور تعلیمی و ثقافتی حیثیت سے ایک برہمن ہندو تہذیب کا تابع بنا دینے کی تعلیمی و ثقافتی سطح پر اقدامات و انتظامات کھل کر سامنے آگئے، اس کی علامتوں میں سے ایک "وندے ماترم" کا اسکولوں میں واجبی طور پر پڑھا جانا، دوسرے ہندوستان کی تصویر پر پھول چڑھانا اور ادب سے سر جھکانا داخل ہے "وندے ماترم" دین توحید خالص، اسلام کے پیمانہ اور نقطۂ نظر سے ایک مشرکانہ گیت اور صنمی ترانہ ہے اس کے ثبوت و شہادت کے لئے اس کو اردو میں پیش کیا جاتا ہے:۔

"تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے، تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا مقصد،

www.abulhasanalinadwi.org

تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے، تو بازوؤں کی قوت۔

دلوں کے اندر تیری حقیقت ہے تیری ہی محبوب مورتی ہے، ایک ایک مندر میں تو درگا، دس مسلح ہاتھوں والی، تو ہی کملا ہے کمل کے پھولوں کی بہار، تو ہی پانی ہے، علم سے بہرہ ور کرنے والی، میں تیرا غلام ہوں، اچھے پانی غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں، اچھے پانی، اچھے پھلوں والی میری ماں میں تیرا بندہ ہوں، میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں۔"

اس صورت حال کے خلاف احتجاج اور آگاہی دینے کے لئے ۸/فروری ۱۹۹۸ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سلیمانیہ ہال میں ایک نمائندہ اجلاس ہوا، ۹/فروری کے روزنامہ "قومی آواز" میں شائع شدہ حسین امین کی رپورٹ یہاں درج کی جاتی ہے۔

"لکھنؤ ۸/فروری، آل انڈیا دینی تعلیمی کونسل نے حکومت یو۔پی کی نئی تعلیمی پالیسی پر سخت احتجاج کیا ہے، جس میں دستور ہند کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک خاص تہذیب اور مذہب کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس کے لیے چور دروازے تک کھولے جارہے ہیں یہ مطالبہ کیا ہے کہ اس پالیسی کا نفاذ کر کے مسلمانوں کو بے چینی میں مبتلا نہ کرے اور اس کو فوراً واپس لے، ساتھ ہی یہ اعلان کرتے ہوئے کہ مسلمان کسی قیمت پر ایسی کسی تعلیمی اسکیم کو برداشت نہیں کریں گے جو ان کے دین اور ایمان کے خلاف ہو، مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ ۱۳/فروری سے ۶/مارچ تک ہر جمعہ کو تمام مساجد میں یوم دعا منائیں اور مسلسل عوامی بیداری کے عمل کو، شہر قصبہ دیہات میں عقیدہ توحید کی اہمیت بتائی جائے اور ایسے اسکولوں میں جہاں نئی تعلیمی پالیسی کے تحت وندے ماترم کہنے یا بھارت ماتا کی تصویر پر پھول چڑھانے اور پوجا ارچنا کا عمل کرایا جاتا ہے مسلمان طلباء

www.abulhasanalinadwi.org

اس میں حصّہ نہ لیں اور بچّوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ انجمن کے مکاتب میں یا ایسے اداروں میں داخلہ لیں جہاں ان کا عقیدۂ توحید محفوظ اور تعلیمی معیار بہتر ہے۔

صدر کونسل مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے دینی تعلیمی تحریک کی اہمیت اور افادیت بیان کرتے ہوئے ملک کی عنان حکومت سنبھالنے والوں اور بلا تفریق مذہب و ملّت ملک کے عوام سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اس ملک کی بقا اسی میں ہے کہ اس کی جمہوری سیکولر اور عدم تشدّد کی بنیادوں کو کمزور نہ ہونے دیا جائے، ملک کے عظیم رہنماؤں دانشوروں اور خیر خواہوں نے ان بنیادوں کو قائم کیا تھا اور یہ فیصلہ اللہ کا ہے کہ یہ ملک جمہوری، نامذہبی اور غیر متشدّد ہوگا اور جب اس کی مخالفت کی جائے گی تو ملک تباہ ہوجائے گا، انھوں نے ملّت اسلامیہ کو متأثر کرنے والے احکامات کے حوالہ سے کہا کہ ایسی باتیں ملک کے لیے نقصان دہ ہیں، مولانا نے تاریخ کے حوالوں سے مسلمانوں سے کہا کہ پوری اسلامی تاریخ آزمائشوں کی تاریخ ہے، انھوں نے اس ضمن میں تاتاریوں کے مظالم اور صلیبی جنگوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ پھر وہی تاتاری سو فیصد مسلمان ہوگئے۔

مولانا علی میاں نے کہا کہ آج کبھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے عزم کی ضرورت ہے، دنیا ایک طرف ہوجائے لیکن ہم اپنے عقائد اور اپنی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے، انھوں نے یاد دلایا کہ ملک کی آزادی کی جدوجہد میں مسلمانوں نے نہ صرف حصّہ ہی نہیں لیا بلکہ اس کی ابتداء کی، انھوں نے ٹیپو سلطان اور رائے بریلی کے سیّد احمد شہیدؒ کا حوالہ دیا۔

مولانا علی میاں نے کونسل کے ارکان سے کہا کہ وہ ملک میں طوفانی دورہ کریں، ایک زلزلہ پیدا کردیں اور بیداری پیدا کریں بے شک اپنا کام عزم کے ساتھ اور

www.abulhasanalinadwi.org

مثبت انداز میں کریں، منفی انداز میں نہیں، نہ مخالفت کے جذبہ کو پیدا کرنے والے انداز ہیں۔

کونسل کے اجلاس میں جس میں ریاست بھر کے اضلاع سے بڑی تعداد میں اراکین کونسل، خصوصی مدعوئین اور ممتاز شخصیات نے شرکت کی، کونسل کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے کونسل کی سرگرمیوں پر ایک رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ کس طرح سے ریاست کے ایک لاکھ سے زیادہ پرائمری اسکولوں میں چور دروازہ سے ہمارے عقیدہ کے خلاف باتیں مسلط کی جارہی ہیں، سنسکرت لازمی کی جارہی ہے جو سوائے یوپی کے اور ملک کے کسی صوبہ میں لازمی نہیں ہوئی، جو کام سرکاری طور پر نہیں ہوسکتا اس کے لئے نجی ایجنسیوں کی مدد لی جارہی ہے اور کہا کہ سرکاری اداروں کو نجی تنظیموں کے ذریعہ کچھ کرنے کا حق نہیں ہے اور اگر ہے تو دوسری نجی تنظیموں کو بھی ملنا چاہیے۔

انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ایسے عدالتی حکم موجود ہیں جن میں ایسی کوئی بات کرنے سے روکا گیا ہے جو کسی عقیدہ کو ٹھیس پہنچائے انھوں نے بتایا کہ مہاراشٹر میں اُردو اور دیگر میڈیم کے اسکولوں کے اخراجات سرکار پوری کرتی ہے، کسی دوسری ریاست میں اقلیتی اداروں کو تسلیم کرنے میں دشواری نہیں ہے اور نہ کسی ریاست میں سنسکرت ضروری ہے، یوپی میں اگر کسی نے ہماری بات میں سنجیدگی سے دلچسپی لی تو وہ ملائم سنگھ یادو سرکار نے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی درخواست پر کونسل کے سکریٹری ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے جو کارروائی چلارہے تھے وندے ماترم کے پس منظر کو تفصیل سے پیش کیا۔

ڈاکٹر قریشی نے اس موقع پر کہا کہ دینی تعلیمی کونسل ہی صرف اس کی ذمہ دار نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ عقیدہ کی حفاظت کرے اور یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا کہ "ہمیں فرصت نہیں" یہ طرز عمل غلط ہے، یہ مسئلہ سب کا ہے اس کے لئے ایک مربوط نظام کی ضرورت ہے،

انھوں نے کہا کہ آج کی حکومت کل نہیں رہے گی، اس لیے کسی سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں لیکن ضمیر فروشی نہیں کرنا چاہیئے ہمیں اسلامی تشخص کو ہر قیمت پر باقی رکھنا ہے۔

ڈاکٹر قریشی نے زور دے کر کہا کہ ہماری سرمایہ کاری سب سے زیادہ تعلیم پر ہونا چاہیے، لڑکیوں کی تعلیم پر، تکنیکی تعلیم پر، دینی تعلیم پر اور بالغوں کی تعلیم پر۔

اجلاس میں کونسل کے بانی قاضی محمد عدیل عبّاسیؒ کے اس قول کو جو ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے اپنی ابتدائی تقریر میں یاد دلایا تھا بار بار دہرایا گیا کہ "زندہ قومیں دو محاذ پر لڑتی ہیں ایک حکومت سے مطالبہ کا محاذ اور دوسرا خود کرنے کا محاذ" ڈاکٹر عثمانی نے جب ندوہ کے جشن تعلیمی کے موقع پر مولانا علی میاں کی تقریر کے حوالہ سے اس حصّہ کو پڑھا کہ ہندوستانی مسلمان خدا کے فضل سے اسلام کے معاملہ میں خود کفیل ہیں، ندوہ نے اپنا عقیدہ اور ایمان، اپنا جان و مال اسلام کے دائمی اور غیر فانی مذہب اور تعلیمات سے وابستہ کیا ہے۔ کسی قوم و ملک حتیٰ کہ بلاد عربیہ سے اور کسی عرب قوم سے بھی وابستہ نہیں کیا۔

انھوں نے اس کے بھروسے پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو اسلام اور اسلامی تعلیمات کو اپنے سینے سے لگائے رکھنا ہے، ہم انشاء اللہ وحدت اسلامی اور شریعت اسلامی کا دم بھرتے رہیں گے، ہم اسلامی اصولوں اور اسلام کے مسلک زندگی کے معاملہ میں کسی قسم کا سودا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اجلاس کا اختتام مولانا علی میاں کی دعا پر ہوا جس میں انھوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اس سرزمین پر جس پر مجاہدین آزادی کو پیدا کیا اسلام کی حفاظت کر، زبان کا تحفظ کر اس سرزمین پر ایسے افراد پیدا کر جو ہر قیمت پر دین پر قائم رہیں اور اپنے دین کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوں، دینی تعلیمی کونسل کی مدد فرما اور اسے کام کرنے کی توفیق عطا کر۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے

ہندوستان کے مشہور انگریزی اخبار (THE HINDUSTAN TIMES) "ہندوستان ٹائمس" کی اشاعت لکھنؤ ۲۲ر فروری ۱۹۹۸ء میں ایک سنسنی خیز عنوان کے ساتھ ایک خبر شائع ہوئی، خبر کا عنوان ہے: "صوبہ دہشت گردوں کے زد میں اور پولیس بیٹھی ہے خاموش"، خبر میں کہا گیا ہے کہ کشمیر سے بہت سے دہشت گرد یوپی میں نیپال کے راستہ سے آگئے ہیں ان کا پلان بہت بڑے پیمانہ پر دہشت گردی پھیلانے کا ہے بہت سارے ناموں کے ساتھ چار اشخاص جن کی شناخت ہوگئی ہے وہ ہیں عبدالمودودی (ABDUL MAUDUDI) عبدالحسن ندوی، ڈاکٹر عبدالحمید قادری اور محمد منظور نعمانی۔

خبر میں یہ بھی ہے کہ "یہ دہشت گرد جلد از جلد اپنا کام کر کے کشمیر واپس ہو جائیں گے باوجود اتنی اہم اور واضح نشاندہی کے پولیس خاموش بیٹھی ہے۔"

یہ خیال رہے کہ عبدالمودودی سے مراد بانی امیر جماعت اسلامی مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم ہیں، اور عبدالحسن سے مراد راقم ابوالحسن ندوی، غیر مسلم حضرات ابو کے بجائے عبد کے لفظ سے زیادہ مانوس ہیں اس لیے کہ اس کی اضافت کے زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

نام ہوتے ہیں۔

اس خبر کو پڑھ کر ایک محترم مسلمان صحافی نے اڈیٹر ہندوستان ٹائمز کو توجہ دلائی کہ اس میں دو نام ایسے آئے ہیں جن کا عرصہ ہوا انتقال ہو چکا ہے اور ایک ایسے عالم کا نام ہے جو غیر سیاسی ہیں، خبر بہت غیر ذمہ دارانہ اور خلاف واقعہ ہے اس لیے اس کی تردید ہونی چاہیئے، مگر ایڈیٹر صاحب نے کوئی توجہ نہیں کی۔

مجبور ہو کر کرنل محسن شمسی صاحب نے (جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں سے مخلصانہ و معاونانہ تعلّق رکھتے ہیں) اس کی تردید میں ایک مراسلہ بھیجا جس میں انھوں نے لکھا:

"آپ کے یہاں جو خبر شائع ہوئی ہے اس میں جن چار کا دہشت گردوں کی حیثیت سے نام ہے ان میں سے ایک مولانا مودودی ہیں جن کا اٹھارہ برس پہلے انتقال ہو چکا ہے[1]، دوسرے مولانا محمد منظور نعمانی جن کا ۱۹۹۷ء میں لکھنؤ ہی میں انتقال ہوا[2]، اور ان کے جنازہ میں ہزاروں آدمی شریک ہوئے، جہاں تک سید ابوالحسن ندوی کا تعلّق ہے جو علی میاں کے نام سے مشہور ہیں وہ صرف ندوۃ العلماء کے چانسلر ہی نہیں آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامک سنٹر کے چیرمین (صدر) بھی ہیں، اسی کے ساتھ وہ دنیائے اسلام کی ایک قابلِ احترام شخصیت شمار ہوتے ہیں، اس لئے یہ خبر بالکل فرضی اور بے بنیاد ہے۔"

یہ خبر جیسی گمراہ کن اور اشتعال انگیز ہے اس کے بارہ میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، اس کے ساتھ وہ ہندوستان کی انگریزی صحافت اور ذرائع ابلاغ کے غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل،

---

[1] مولانا مودودی کا سن وفات ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۹ء) ہے [2] مولانا محمد منظور نعمانی نے ۵ مئی ۱۹۹۷ء کو وفات پائی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلم اقلیت کے ساتھ سنسنی خیزی اور اشتعال انگیزی کا جیسا نمونہ ہے اس پر اس کے سوا اور کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے کہ ؎

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے

دو خاندانی حادثے

شوال ۱۴۱۸ھ میں ہمارے مختصر خاندان ساکن دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں صرف ۲۳ دن کے فاصلہ سے دو حادثے پیش آئے ایک سید حسن مجتبیٰ حسنی کا حادثۂ وفات جو ۲۱؍شوال ۱۴۱۸ھ (۱۹؍فروری ۱۹۹۸ء) کو پیش آیا، دوسرا ان سے چھوٹے بھائی سید حسن مثنیٰ حسنی کا حادثۂ ارتحال جو ۱۵؍ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ (۱۴؍مارچ ۱۹۹۸ء) کو پیش آیا، دونوں راقم کی خالہ زاد بہن اور والدہ مرحومہ کے حقیقی ماموں زاد بھائی سید محمد معین عرف عبداللہ میاں مرحوم کے صاحبزادہ تھے والد و والدہ دونوں حافظ قرآن تھے، عمر میں دونوں چند سال بڑے ہونے کے باوجود ان کے برادر خورد سید محمد مسلم حسنی (اطال اللہ بقاءہ) بچپن کے ساتھی کھیلوں تفریحات، ورزشی، پیراکی اور شکار وغیرہ میں رفیق و شریک رہا کرتے تھے، جائے سکونت کے مختصر اور محدود ہونے اور قرابت قریبہ کی وجہ سے گویا ایک ہی گھر کے ساکن اور مکین تھے۔

اوّل الذکر جو سماعت اور نطق کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے نماز کے بے حد پابند اور آخرت کا خیال رکھنے والے تھے، کولھے کے فریکچر نے ان کو معذور بنا کر لاغر کر دیا تھا، ایک دو ماہ کی مختصر علالت کے بعد ۲۱؍شوال ۱۴۱۸ھ (۱۹؍فروری ۱۹۹۸ء) کو ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی، دو صاحبزادے تین صاحبزادیاں ہیں، ایک صاحبزادی مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی (پسر مولانا عبدالسلام فاروقی فرزند امام اہلسنّت مولانا عبدالشکور

www.abulhasanalinadwi.org

فاروقیؒ کو منسوب ہے۔

ثانی الذکر ذاکر و شاغل کم گو شخص تھے، نماز خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے، معذوری کے باوجود مسجد آکر اور کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے، جماعت کا پورا اہتمام کرتے عشاء کی نماز پڑھ کر آئے تھے، کھانا کھایا، فالج کا اٹیک ہوا اور رات کے آخری حصّہ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی، مرحوم کا بیعت و استرشاد کا تعلّق ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے تھا، وہ ان کے تعلیم کردہ اوراد و وظائف کے اخیر وقت تک پابند رہے، انتقال کے وقت بھی ذکر اللہ سے رطب اللسان تھے، انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۸۶ سال تھی، عزیزانِ عزیز القدر عبداللہ حسنی استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، عمّار عبدالعلی اور نور چشم بلال عبدالحی (فرزندان عزیز القدر محمد الحسنی مرحوم مدیر البعث الاسلامی فرزند برادر مربّی و مشفق ڈاکٹر حکیم عبدالعلی صاحب مرحوم) ان کے نواسے ہیں، بارک اللہ فی حیاتہم۔

مولانا سیّد عبدالغفار نگرامی ندویؒ کی وفات

۲۶؍شوّال ۱۴۱۸ھ (۲۴؍فروری ۱۹۹۸ء) کو مولانا سیّد عبدالغفار نگرامی ندوی کی وفات کا حادثہ پیش آیا، جو ایک علمی خسارہ کے ساتھ ایک رفیق قدیم، ندوۃ العلماء کے ایک فاضل استاد اور ایک دینی شخصیت کے ارتحال کا حادثہ بھی تھا۔

مولانا نگرام ضلع لکھنؤ کے ساکن اور مولود تھے، انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم حاصل کی اور پختہ استعداد پیدا کی، شیخ الحدیث حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکیؒ کے درس حدیث کے رفقاء میں سے (جہاں تک علم ہے) وہی راقم کے ہم درس و رفیق باقی رہ گئے تھے، وہ سالہا سال دارالعلوم میں مدرّس، نگراں اور مربّی طلبہ بھی رہے، جب عمر کے تقاضہ سے صحت کافی کمزور ہوگئی تو تدریس کے بارگراں سے سبکدوشی اختیار کی اور تربیت دینی و عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے۔

مولانا سیّد بدر علی شاہ صاحب ساکن سدھونا (ضلع رائے بریلی) کے مجاز بیعت بھی تھے جو مرشد کبیر اور شیخ وقت حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے مجاز و خلیفہ تھے اور بڑے عالم و حافظ حدیث تھے۔

مولانا کی نماز جنازہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں ہوئی، راقم کو امامت کا شرف حاصل ہوا، اور ڈالی گنج شمالی میں کھدرہ کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

مولانا ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن بھی تھے جس کا سلسلہ تاحیات قائم رہا، صاحبزادگان، مولوی سید غیاث الدّین ندوی، مولوی حکیم سیّد حسان نگرامی ندوی کے علاوہ کثیر التعداد شاگردوں کی ایک جماعت چھوڑی، اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

جودھ پور اور دہلی کا سفر

عرصہ ہوا راقم نے راجپوتانہ کے سفروں میں جو ٹونک، جے پور اور اجمیر پر مشتمل تھے، ایک یا دو بار جودھ پور کا بھی سفر کیا، اس کا بڑا مقصد حاجی عبدالغفور صاحب جودھ پوری (خلیفہ حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کی زیارت اور ملاقات تھی، وہ انھیں کا

www.abulhasanalinadwi.org

مہمان اور ہم نشین رہا[1]، اس کے بعد عرصہ تک جودھ پور جانا نہیں ہوا، مارچ کی ابتداء میں ان کے پوتے محمد حسن غوری صاحب دو مرتبہ لکھنؤ تشریف لائے اور خاکسار اور اس کے عزیز رفقاء و معاونین کو جودھپور آنے کی دعوت دی اور اس کے لئے اصرار کیا اور بتایا کہ وہ جودھپور میں ایک بڑے دینی مدرسہ کا آغاز کرنا چاہتے ہیں اور اس کے افتتاح اور سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب منانا چاہتے ہیں، ان کے اصرار اور مقصد کی افادیت کے پیش نظر صحت کی کمزوری اور مصروفیات کی کثرت کے باوجود اس دعوت کو قبول کر لیا گیا، اور ۵ مارچ ۹۸ء جمعرات کو راقم سطور اپنے دونوں عزیز اور فاضل بھانجوں مولوی سید محمد رابع ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مولوی سیّد محمد واضح رشید ندوی استاد دارالعلوم وصدر المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی دارالعلوم ندوۃ العلماء و مدیر عربی رسالہ "الرائد"، نیز اپنے رفیق و معاون سفر و حضر حاجی عبدالرزّاق رائے بریلوی کے ساتھ ہوائی جہاز سے لکھنؤ سے دہلی اور دہلی سے جودھپور کے لئے روانہ ہوا، جودھپور میں اسی محلّہ میں جو حاجی صاحب مرحوم کا مرکز اقامت تھا دو روز قیام رہا، شہر کے ایک کنارہ وسیع جگہ میں مدرسہ کے افتتاح کی تقریب عمل میں آئی، جس میں شہر کے معززین، دین پسند اور علماء کا احترام کرنے والے حلقہ کے افراد کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی، دینی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت پر راقم کا خطاب بھی ہوا اور مدرسہ کی مجوزہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا، حضرت حاجی عبدالغفور صاحب نے آج سے نصف صدی قبل "دارالعلوم العربیۃ الاسلامیۃ" کے

---

[1] حضرت حاجی عبدالغفور صاحب جودھپوری کے حالات اور فضائل و خدمات معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہو مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مرحوم کی کتاب "تحدیث بالنعمۃ"، صفحہ ۳۱۰-۳۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے اس کا الحاق ہوا تھا، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر موجودہ عمارت تعلیم و رہائش کے لئے ناکافی تھی لہذا جناب حسن غوری صاحب اور ان کے برادران اور رفقائے جودھپور سے تقریباً پندرہ[۱۵] کلومیٹر کے فاصلہ پر چودہ[۱۴] بیگہ پختہ آراضی خرید کر وقف کردی اور اس جگہ دارالعلوم العزیزیہ کو منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس تقریب کے علاوہ شہر کے متعدد دینی و تعلیمی مرکزوں میں بھی جانا ہوا، "پیام انسانیت" کا بھی ایک عمومی جلسہ ہوا، جس میں اصل خطاب عزیز القدر مولوی عبداللہ حسنی (فرزند برادر زادۂ عزیز مولوی سید محمد میاں مرحوم سابق مدیر البعث الاسلامی) کا ہوا[۱]۔ جلسہ کے آخر میں راقم نے بھی (جو جودھپور کے دو روزہ قیام میں ضعف و نقاہت کا شکار رہا) جلسہ میں شرکت کی، اور خطاب کیا، ریڈیو کے ایک نمائندہ وفد نے بھی ملاقات کی اور نشر کرنے کے لیے کوئی پیام بھی حاصل کرنا چاہا، راقم نے کہا کہ ملک کی سلامتی تحفظ اور اس کی آبادی کے عناصر کے اطمینان و سکون، باہمی تعاون و اعتماد کے لیے وہی تین شرطیں ضروری ہیں، جو اس ملک کے مخلص حقیقت شناس و دور بیں رہنماؤں نے ملک کے لیے دائمی اصول و طریق کار کے طور پر طے کی تھیں، ایک جمہوریت (DEMOCRACY) دوسرے لامذہبیت (SECULARISM) تیسرے عدم تشدد (NON-VIOLENCE) اگر کبھی اس کی مخالفت کی گئی تو ملک انتشار، خانہ جنگی اور تنزل و انحطاط

---

[۱] جو اپنے رفیق سفر عزیز القدر مولوی سید محمود حسنی ندوی استاد مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی کے ساتھ ٹونک، جے پور ہوتے ہوئے جودھ پور آئے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کا شکار ہو جائے گا۔

جودھ پور سے ہوائی سروس ہی سے ہم چاروں رفقاء کو دہلی آنا ہوا جہاں عزیز گرامی قدر، خادم دین وناشر علم مولوی محمد کلیم صدیقی پھلتی صاحب نے راقم کے سفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے وقیع ومفید رسالہ "ارمغان" کے "دعوت اسلام" کی رسم اجراء ادا کی، ۱۰؍مارچ کو "غالب اکاڈمی" میں تقریب رکھی تھی، اس تقریب میں ندوی فضلاء واحباب کے علاوہ جن کا جامعہ ملیہ اور بعض دوسرے علمی واشاعتی کاموں سے تعلق ہے اور جن میں ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی، ڈاکٹر پروفیسر محسن عثمانی ندوی خاص طور پر پیش پیش تھے ان کے علاوہ محترمی سید حامد صاحب (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) اور پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد صاحب فاروقی بھی شریک ہوئے۔

اس محدود لیکن وقیع اجلاس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو ملک کے دارالسلطنت اور وقیع مقام پر ہو رہا تھا رسالہ اور اس کے موضوع دعوت کے بارہ میں کچھ اظہار خیال کرنے کے بعد اور اسلام کی تاریخ میں دعوت کے محیر العقول بلکہ معجزانہ اور انقلاب انگیز، حیرت خیز اثرات اور نتائج کا ذکر کرنے کے بعد راقم نے ملک کی موجودہ صورت حال پر بھی روشنی ڈالنی ضروری سمجھی "قومی آواز"، دہلی کے نمبر میں جو اس کا خلاصہ شائع ہوا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"نئی دہلی۔ ۱؍مارچ (اپنے نمائندے سے) حالیہ سیاسی واقعات نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ملک میں اخلاقی قدروں کی پامالی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، شرافت، بلند کرداری، اصول پرستی اور جماعتی ذمہ داری کے احساس کی جگہ، خود غرضی، مفاد پرستی، زر پرستی اور ہوس اقتدار نے

www.abulhasanalinadwi.org

لے لی ہے، یہ صورت حال ملک کو تباہی کی طرف لے جانے والی ہے، ملک کو اس تباہی کے اندیشہ سے نجات صرف دعوت اسلام کے ذریعہ ہی دلائی جا سکتی ہے، یہ بات آج یہاں "مجلۂ ارمغان" کے "دعوت اسلام" کی رسم اجراء کی پر ہجوم تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی نے کہی۔"

مولانا نے دعوت اسلام میں دل سوزی کی اہمیت پر توجہ دلاتے ہوئے اس نکتہ کی تفصیل کے ساتھ وضاحت کی کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد انسان کے کردار و عمل اور فکر و نظر میں جامع صالح تبدیلی آتی ہے، انھوں نے تاتاریوں کی سفاکی اور مہم جوئی کے تاریخی واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ قبول اسلام کے بعد تاتاریوں کے کردار میں عظیم الشان مثبت تبدیلی رونما ہوئی ہے، انھوں نے کہا کہ آج ہمارا ملک جس اخلاقی اور کرداری بحران کی لپیٹ میں ہے اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی دین متین پر عامل بنے اور برادران وطن تک بھی فلاح دنیا و آخرت کا پیغام پہنچائے، انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کو لاحق خطرہ ہی نہیں بلکہ اپنے وطن اور عالم انسانیت کو لاحق عظیم تر خطرہ بھی پیش نظر رہنا چاہیئے اور ان خطرات سے نجات صرف دعوت اور اسلام کی سچی پیروی میں ہے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

عالم اسلام میں احساس کمتری کا مرض اور اسکے اثرات و نتائج

۱۴؍ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۴؍ مارچ ۱۹۹۸ء کو "المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی دار العلوم ندوۃ العلماء کے طلباء اور حاضرین و شرکائے مجلس کے سامنے یہ تقریر کی گئی۔

بعد حمد و صلوٰۃ:

عزیز طلبائے المعہد العالی و دار العلوم ندوۃ العلماء و حاضرین!

میں بے تکلّفی کے ساتھ اس پر اپنی مسرّت کا اظہار کرتا ہوں کہ مجھے اپنے عزیز طلباء سے خطاب کرنے اور اس وقت جن حقائق کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور آئندہ جن حقائق کا سامنا کرنا ہے ان کے لئے ان کے ذہن کو تیار کرنے کا موقع مل رہا ہے، یہ نہ صرف ندوۃ العلماء کے مقاصد میں داخل ہے بلکہ اس وقت پوری ملّت اسلامی کے صاحب فکر، صاحب علم اور صاحب صلاحیت طبقہ کے فرائض میں ہے، اور یہ صورت حال کا صحیح جائزہ بھی ہے اور اس کا پورا مقابلہ اور اس کا مداوا بھی ہے۔

اس سے پہلے تقریر اس موضوع پر تھی کہ امریکا و اسرائیل نے (اس میں خاص طور پر امریکہ جو قیادت و سیادت کی حیثیت رکھتا ہے) عالم اسلام کو بے کار، بے اثر بنانے کے لیے بڑا عمیق لیکن بڑا وسیع اور بڑا منظم منصوبہ بنایا ہے، عالم اسلام امریکا و اسرائیل کے مقابلہ میں لادینیت کے مقابلہ میں، مغربی تہذیب کے مقابلہ میں اور مغربی سیادت کے مقابلہ میں ایک حریف طاقت ہے، اسرائیل، امریکا کا وکیل اور ایجنٹ ہے اور اس کا ایک کارندہ ہے ان دونوں کی طرف سے یہ منصوبہ بنایا جا رہا ہے، کہ ان کے مقابلہ میں کوئی محاذی طاقت، کوئی آنکھ ملانے والی جمعیت باقی نہ رہے، خاص طور پر جب کیمونزم کا زوال ہوا ہے (جو سرمایہ دار طاقتوں اور امریکا کا حریف تھا) اب اس کو جو کچھ

خطرہ ہے وہ عالم اسلام سے ہے، گزشتہ تقریر میں بتایا گیا تھا کہ وہ ایک حریف ہے، اس نے ایک نقشہ بنایا ہے، وہ اس وقت ایک سلبی حصہ تھا نشان دہی کا، جائزہ کا، مگر اب ہم ایجابی حصہ آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اس کے لیے تیاری کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اندر اسلام کی خدمت کے لیے صلاحیت پیدا کرے پھر توفیق دے۔

صورت یہ ہے کہ اس حریف نے اسلامی ممالک بلکہ مرکز قیادت و مرکز توجہ میں سب سے زیادہ جو مؤثر دعوت اور مؤثر انقلاب انگیز چیز ہو سکتی ہے وہ عالم اسلام کے لیے تجویز کی ہے، وہ یہ ہے کہ وہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں احساس کہتری پیدا کیا جائے اس کو انگریزی میں (INFERIORITY COMPLEX) کہتے ہیں، خاص طور پر اس طبقہ میں جو کہ ملک کی رہنمائی کر سکتا ہے (قیادت کی جگہ لینے والا نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ہی ہوتا ہے، یونیورسٹیوں کے فضلاء کا، یعنی انٹلکچول کلاس (INTELLECTUAL CLASS مثقف طبقہ) ان کی حقیقت شناسی کی داد دینی چاہیئے کہ جو طبقہ کسی ملک کی زمام اختیار و اقتدار لے سکتا ہے، سیاسی طور پر بھی، انتظامی طور پر بھی، ذہنی و فکری طور پر بھی، صحافی طور پر بھی وہ طبقہ ہے پڑھا لکھا طبقہ، تعلیم یافتہ طبقہ، یونیورسٹیوں کے فضلاء کا طبقہ، یہی طبقہ زمام قیادت سنبھال سکتا ہے، یہ طبقہ فکری قیادت بھی ہاتھ میں لے سکتا ہے، اس میں جو چیز زیادہ مؤثر ہو سکتی ہے عالم اسلام کو کمزور بنانے کے لیے اور مستقبل کی ضمانت کے لیے، مستقبل میں مسلمانوں کے غیر مؤثر ہونے کے لیے اور حریف نہیں بلکہ حلیف بن جانے کے لیے اور ان مغربی تہذیب کے پوری طور پر (اگر بے ادبی نہ ہو تو کہا جائے) کلمہ پڑھنے والا بنانے کے لیے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم

www.abulhasanalinadwi.org

کر دینے کے لئے نہیں بلکہ اس کے داعی بن جانے اور اس کا مبلغ ہو جانے کے لئے جو چیز سب سے زیادہ مؤثر ہے وہ احساس کہتری ہے کہ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اس ترقی یافتہ زمانہ میں اسلام کا کوئی مستقبل نہیں، باقی عوام کا طبقہ، تاجروں کا طبقہ، کاشتکاروں کا طبقہ، مزدوروں کا طبقہ، جو جسمانی محنت سے کام لیتے ہیں، ان طبقوں میں ایسی صلاحیت نہیں ہے جو اس کو حریف بنا کر میدان میں لے آئے، اس تعلیم یافتہ طبقہ ہی میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ملک کو بالکل ایک نیا فکر دے اور پورے ملک کو ایک نئے سانچے میں ڈھال کر کھڑا کر دے، اور حریف کیمپ کو حلیف و مددگار کیمپ بنا دے، اس میں اپنے دین کے بارہ میں، اپنے بارہ میں، اپنے ماضی کے بارہ میں احساس کمتری اور مستقبل کے بارہ میں مایوسی پیدا ہو جائے اس کے دل میں یہ بات بیٹھ جائے بلکہ دماغ میں یہ بات تحلیل کر دی جائے کہ "اب اسلام کا کوئی دور نہیں رہا"، اسلام کوئی ایسی مؤثر طاقت نہیں، وہ عالمی و قیادی طاقت نہیں ہے جس سے کسی حریف کو خطرہ ہو اسلام نے اچھا کام کیا تھا، وہ شکریہ کے قابل ہے، چھٹی صدی عیسوی میں اس نے بت پرستی کی کھلی مذمت اور اس کی تردید کی، دختر کشی کی مذمت اور مخالفت کی، بڑی ناانصافی تھی کہ لڑکیاں دفن کر دی جاتی تھیں، بہت اچھا کام کیا کچھ اخلاقی تعلیم بھی دی۔

لیکن اب دنیا نے ترقی کی جو منزلیں طے کر لی ہیں اور تمدن کی جس منزل پر یہ دنیا پہنچ گئی ہے اور جو سائنس کی ایجادیں ہیں اور کسی چیز کو پھیلانے اور کسی چیز کو دل و دماغ میں اتارنے کے جو نئے وسائل پیدا ہو گئے ہیں، صحافت کے، ٹیلی ویژن کے، انٹرنیٹ کے، اس کے بعد اب مسلمانوں میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے، کوئی ایسا امکان و وسیلہ نہیں ہے جو دنیا کو نیا پیام دے سکے اور دنیا کو ایک متبادل چیز دے سکے، اس مغربی

www.abulhasanalinadwi.org

تہذیب کے مقابلہ میں، لادینیت کے مقابلہ میں، روشن خیالی کے مقابلہ میں، ترقی پسندی کے مقابلہ میں اور پھر جو عالمی وحدت پیدا کی جارہی ہے اس کے مقابلہ میں بہت بڑی ذہانت کی اور دور بینی کی ضرورت ہے۔

ان مفکّرین مغرب کا یہ انتخاب صحیح تھا کہ مسلمانوں میں احساس کہتری پیدا کیا جائے کہ ان کے اندر خود اپنے بارہ میں، اپنے مستقبل کے بارہ میں اپنی صلاحیت کے بارہ میں شکوک وشبہات پیدا ہوجائیں، دنیا میں صرف قیادت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں بلکہ اپنے دین کے ساتھ باقی رہنے کی صلاحیت پر بھی ان کا یقین متزلزل ہوجائے

ان کے اندر یہ خیال پیدا ہوجائے کہ اسلام کا دور ختم ہوچکا ہے، ایک زمانہ تھا جب ترقی نہیں ہوئی تھی مسلمان فاتحین نے ملکوں کو تسخیر کرلیا، حکومتیں قائم کیں، اسلامی تمدّن بھی پھیل گیا، اور بعض ملکوں کی زبان بھی بدل گئی، یہاں تک کہ وہ اسپین تک پہنچ گئے، مغرب اقصیٰ تک پہنچ گئے لیکن اب زمانہ بہت بدل گیا ہے، بہت ترقی کرگیا ہے ان لوگوں کے پاس نہ قومی طاقت ہے اور نہ اس کے پاس سائنس کے وسائل میں ترقی ہے اور نہ ان کے پاس وہ وحدت ہے جو اس وقت عالم مسیحی میں ہے، یہ بڑی چالاکی کی بات تھی مسلمانوں میں احساس کہتری پیدا ہوجائے، وہ کہیں کہ ہم کو زندہ رہنے کی اجازت دی جائے، اچھا بھائی نماز بھی پڑھ لیا کرو، خاموشی کے ساتھ اپنے دینی فرائض ادا کرو، حج کو بھی چلے جایا کرو لیکن عصر حاضر کے نقائص بتانے، ان پر تنقید کرنے اور ان کی مذمّت کرنے اور ان کے مقابلہ میں متبادل نظام پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے، مغربی تہذیب کو چیلنج کرنا یا ان ممالک کی پوزیشن پر، ان کے اقدامات پر تنقید کرنا، ان کے بجائے متبادل نظام قائم کرنا کہ مسلم اکثریت کے ملک میں ان

ہی کی قیادت ہو اور وہاں کے حکمراں وہی ہوں جو کہ دینی طور پر پورا یقین رکھتے ہوں، خود شریعت کے پابند ہوں اور جن کے اندر اسلامی قانون کے نفاذ کا جذبہ ہو بالکل اس کا خیال نہیں کرنا چاہیئے، یہ کتنی بڑی چالاکی و ذہانت، دور بینی اور نفسیات شناسی کی بات تھی، آپ یقین مانیئے کہ ہتھیار کے ذریعہ کسی ملک کو فتح کرنا اتنا کامیاب منصوبہ نہیں ہے جتنا کہ یہ، آپ جانتے ہیں کہ جن ملکوں کو ہتھیار کے ذریعہ، فوجی طاقت کے ذریعہ فتح کیا گیا وہ ملک آزاد ہو گئے، خود ہندوستان ان ہی ملکوں میں ہے لیکن جب یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے (خاص طور پر تعلیم یافتہ طبقہ کے دل و دماغ میں پیوست ہو جاتا ہے) کہ ہمارا دور ختم ہو گیا، بس ہم اس کو غنیمت سمجھیں کہ ہمیں اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی ہے، بس یہی بہت کافی ہے، یورپ بھی اس طریقہ کار میں شامل تھا لیکن امریکا کے مقابلہ میں اب ذرا پیچھے آ گیا ہے، اس میں مغرب کو ایسی کامیابی حاصل ہوئی کہ ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ (جو کسی ملک کی قیادت کا اہل ہوتا ہے، مغربی زبان جانتا ہے، یونیورسٹی کا فاضل ہوتا ہے، اسکالر ہوتا ہے اور سیاسی نظاموں پر نظر رکھتا ہے) وہ اس سے اتنا متأثر ہے اور اس کے اندر گہرائی کے ساتھ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اور کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں بس یہ غنیمت ہے کہ ہم نماز روزہ کر لیں اور ہمیں شرعی طریقہ پر نکاح و طلاق کی آزادی حاصل ہو اور ہمیں کوئی چھیڑے نہیں، ہماری نسل کُشی (GENOCIDE) نہ ہو یہی غنیمت ہے۔

یہ انقلاب تعلیم یافتہ طبقہ کے دل میں ایسا پیدا ہوا کہ اس کے سامنے اگر کوئی بات کہی جائے تو مسلمان خود اس کی تردید کرنے لگے، اس وقت جو خلا پیدا ہوا ہے جو دنیا کے لیئے، انسانیت کے لئے خودکشی ہے کہ مسلمان قیادت سے ہٹ گئے اور یہ قیادت

www.abulhasanalinadwi.org

ان قوموں کے ہاتھ میں چلی گئی جن کے اندر نہ خدا پر ایمان ہے، نہ خدا کا خوف ہے، نہ انسانیت کا احترام ہے نہ انصاف ہے۔

یہ سمجھا جانے لگا کہ مسلمان کوئی فیکٹر (FACTOR) نہیں ہیں، کوئی عامل نہیں ہیں یا مؤثر نہیں ہیں وہ ایکٹر (ACTOR) و ممثل ہیں، مسلمانوں کی صرف اتنی پوزیشن ہے کہ کوئی کام ان کے سپرد کر دیا جائے کریں، کوئی محاذ جو بہت پُرامن ہو اور جو غیر خطرناک ہو، اس پر ان کو کھڑا کر دیا جائے تو وہ کھڑے ہو جائیں، باقی یہ کہ دنیا کی تاریخ کا محاسبہ اس طرح کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ مسلمانوں کے منصب قیادت سے ہٹ جانے یا محروم ہو جانے کی وجہ سے دنیا کو یہ نقصان پہنچا، اس پیمانہ سے محاسبہ کیا جائے تو دنیا کا نہیں بلکہ خود مسلمانوں کا جو ذہین اور اونچا طبقہ ہے اس کا ذہن اس کو قبول ہی نہیں کرتا۔

اس کے سمجھنے کے لئے ایک بات آپ کو بتاتا ہوں کہ جب میری کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" مصر میں چھپی، جس کو اس سطح سے لکھا گیا تھا کہ دنیا کو کیا فائدہ پہنچا تھا مسلمانوں کی ترقی سے، جب مسلمان دعوت و قیادت کے منصب پر فائز ہوئے اس میں دنیا کو ایمانی حیثیت سے، اخلاقی حیثیت سے، انسانی حیثیت سے، انتظامی و تنظیمی حیثیت سے، آپس کے تعلّقات کی حیثیت سے اور اپنے منصوبوں اور عزائم کے لحاظ سے کیا فائدہ پہنچا؟ اور جب مسلمان اقتدار سے محروم کر دیے گئے اس وقت دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟ اس لحاظ سے تاریخ کا مطالعہ بہت کم کیا گیا تھا اور معاف کیا جائے اس پر بہت کم لوگوں نے قلم اٹھانے کی ضرورت سمجھی تھی یا جرأت کی تھی، جب یہ کتاب مصر میں چھپی اور سنہ ۱۹۵۱ء کے شروع میں جنوری میں

www.abulhasanalinadwi.org

ہمارا قاہرہ جانا ہوا تو ہماری موجودگی میں ایک مقبول اور بڑے اخبار میں مضمون نکلا کہ ابھی ایک کتاب نکلی ہے جس کا نام "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نام رکھا کیسے گیا، کیا مسلمانوں کے تنزل اور پستی سے دنیا کو کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے؟ کیا مسلمان اس پوزیشن میں ہیں کہ ان کے تنزل سے دنیا کو نقصان پہنچے؟ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ استاذ ندوی نے کیسے اپنی کتاب کا نام "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" رکھا، اس سے آپ اندازہ کیجئے کہ یہ چیز دماغ میں کتنی بیٹھ گئی تھی اور علمی حلقہ میں پھیل گئی تھی کہ مسلمانوں کو ایکٹر (ACTOR) سمجھا جائے، یا کوئی تمدنی ڈرامہ ہو رہا ہے، سیاسی ڈرامہ ہو رہا ہے تو اس میں ایک ایکٹر یہ بھی ہیں جو ڈیوٹی بنادی گئی ہے کہ آپ کو یہ کرنا ہے وہ کرتے رہیں گے لیکن یہ بجائے ایکٹر (ACTOR) کے (FACTOR) عامل و مؤثر ہوں یہ ہو نہیں سکتا۔

یہ علامہ اقبال ہی کی خصوصیت ہے، ان کا بڑا امتیاز ہے کہ انھوں نے خود اپنے اشعار میں اس کا اظہار کیا، وہ کہتے ہیں کہ ابلیس کی ایک مجلس شوریٰ ہوئی جس میں معاصر دنیا کا جائزہ لیا گیا کہ اس وقت ابلیسی نظام کے خلاف دنیا میں کیا خطرات ہیں، یعنی ابلیسی نظام کو کیا چیز چیلنج کرتی ہے تاکہ اس مجلس (مجلس ابلیسی) کے ارکان اس کے مقابلہ کی تیاری کریں تو کسی نے خطرہ بتایا سرمایہ داری کا، کسی نے اشتراکیت کا، مجلس ابلیسی کا جو صدر مجلس تھا وہ سب کا جواب دیتا رہا کہ اس کا جواب سوچ لیا گیا ہے یہ علاج ہے، جب یہ کہنے کا موقع آیا کہ اصل خطرہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا۔ یہ اقبال کا کمال ہے کہ انھوں نے ابلیس کی زبان سے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے ؎

www.abulhasanalinadwi.org

ہر نَفَس ڈرتا ہوں اس امّت کی بیداری سے میں

ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

یہ جو ذیلی اور وقتی خطرے ہیں ان سے ہم نہیں ڈرتے ہم نے سب کا علاج سوچ لیا ہے، سرمایہ داری کے خلاف، اشتراکیت کے خلاف انتظام کر لیا ہے، لیکن ہمیں اصل ڈر یہ ہے کہ وہ قوم بیدار نہ ہو جائے جس کا کام احتساب کائنات ہے، جو پوچھتی ہے یہ کیوں ہو رہا ہے، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، یہ شیطانی کام ہے یہ ملکوتی کام ہے، یہ خدا کے منشاء کے مطابق ہے، یہ خلاف ہے، میں اس سے ڈرتا ہوں، چنانچہ اس نے کہا کہ ؎

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے

تا بساطِ زندگی پر اس کے سب مہرے ہوں مات

تم اس کو اس میں لگا دو کہ وہ عبادت کرتے رہیں اور ذکر بھی کرتے رہیں، تصوّف کا اس کے ذہن میں ناقص نقشہ تھا اس کے مطابق اس نے کہا کہ ذکر و فکر صبح گاہی میں رہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے جتنے مہرے ہیں سب مات ہو جائیں گے اور ہم بالکل آزادی کے ساتھ اپنا کام کر سکیں گے۔

تو عزیزو! بات یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں جن پر ہم کو توجہ دینی ہے، ایک یہ کہ اس احساس کہتری کو دور کیا جائے، اس کے لئے فکری طور پر، بلند معیار فکر سے اور علمی طرز تحریر اور بلند معیار سے کتابیں لکھی جائیں اور تقریریں کی جائیں، دورے کئے جائیں، تعلیم یافتہ طبقہ سے ملا جائے کہ اس کے اندر سے دین کے بارہ میں اور اُمّتِ اسلامیہ کے بارہ میں احساس کہتری نکل جائے، اس کے دل میں جو مایوسی بیٹھ گئی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور تحقیر کی نظر، شرمندگی کی نظر جو اس کے اندر آگئی ہے کہ ہاں سب ٹھیک ہے لیکن اس وقت اس کے متعلق بلند باتیں کرنا اور یہ کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہونا چاہیئے، مسلمانوں کے پاس طاقت ہونی چاہیئے، یہ منکر ہے، یہ معروف ہے، یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے اس بحث کا موقع نہیں ہے یہ بات انھوں نے تعلیم یافتہ (INTELLECTUAL CLASS) میں عام طور پر، اور صاحب قلم، صحیفہ نگار، صحافتی طبقہ میں اور ملکوں کی جو لیڈرشپ ہے اس میں خاص طور پر یہ بات ایسی پیوست کردی ہے کہ ہم مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں، اس ترقی یافتہ دنیا میں اس سیاست و سائنس کے دور میں، امریکا کی سربراہی و قیادت کے دور میں اب مسلمانوں کا جو اپنے دین کے داعی ہوں، اپنے دین کی برتری اور صلاحیت کار اور صلاحیت بقاء کے پورے پورے قائل ہیں ان کا کوئی موقع نہیں۔

یہ ہے اصل مرض جو سب سے بڑی بیماری ہے اس عہد کی کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلام کے مستقبل کی طرف سے بالکل یاٗوسی آگئی ہے اور وہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ ہم نماز روزہ کرلیں، یہ بھی غنیمت ہے لیکن بلند نگاہی، حوصلہ مندی اور احساس برتری اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

خود ان ملکوں میں یہ حال ہے کہ وہ طبقہ حاوی ہو گیا ہے جو اسلام سے بالکل مایوس ہے اور مایوس ہی نہیں بلکہ اسلام کا نام لینے والوں کو سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے، اس کے لئے الجزائر کی مثال لے لیجئے وہاں سول وار (CIVIL WAR) ہورہی ہے، موجودہ صاحب اقتدار طبقہ کے درمیان اور دین پسندوں کے درمیان، اور بے رحمی کے ساتھ دین دار مسلمان مارے جاتے ہیں، الجزائر کو عالموں نے آزاد کرایا، شیخ عبدالحمید

www.abulhasanalinadwi.org

بن بادیس نے آزاد کرایا، عبدالقادر الجزائری نے اسے آزاد کرایا، جہاں اللہ کے نام پر شہادت کے شوق میں مسلمانوں نے فرانس کو نکالا، اور الجزائر کو آزاد کرایا، وہاں اسلام آج سب سے بڑا خطرہ بن گیا ہے، حکومت کا حریف بن گیا ہے، جیسے کبھی فرانس تھا، اس کے بعد مصر میں آئیے مصر میں اخوان المسلمین کی تحریک شروع ہوئی، بڑی روح پرور حیات افروز اور حوصلہ آفریں تحریک تھی جو عرصہ کے بعد عالم عربی میں پیدا ہوئی تھی، اس کا انجام یہ ہوا ہے کہ امام حسن البنّاء کو شہید کر دیا گیا، سیّد قطب جو بڑے طاقتور لکھنے والے تھے بہت جری تھے اسلامی خیالات کے اظہار میں بڑے ادیب تھے ان کو شہید کیا گیا، یہ امریکا، برطانیہ، اسرائیل نے نہیں کیا بلکہ خود مسلمان حکمرانوں نے کیا، جمال عبدالناصر اور انور السادات نے کیا،

شام جو اس وقت دروزیوں کے قبضہ میں ہے حافظ الاسد دروزی عقیدہ کا ہے، وہ شام جہاں یرموک ہے، جہاں صحابہ کرام اور شہداء کی اتنی بڑی تعداد میں قبریں ہیں کہ مدینہ منوّرہ کے علاوہ کہیں نہیں ہیں، جہاں خالد بن الولیدؓ آرام فرما ہیں، جہاں ابو عبیدہؓ آرام فرما ہیں، جہاں بلال حبشیؓ آرام فرما ہیں جہاں کیسے کیسے علماء اور ائمہ فن ہوئے، وہ شام بھی اب دروزیوں کے رحم و کرم پر ہے حافظ الاسد نے ایک موقع پر کہا تھا کہ "ہم کرسی توڑ سکتے ہیں چھوڑ نہیں سکتے"

ایک بات تو یہ ہے جس کی تیاری کرنی ہے، احساس کہتری کو دور کیا جائے، آپ پڑھئے ان چیزوں کو جن سے حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور اس ترقی یافتہ دنیا کی کمزوری سامنے آتی ہے اور اس سازش کا پتہ چلتا ہے جو صرف اسلام ہی نہیں بلکہ حقّانیت کے خلاف، صداقت کے خلاف، انسانیت کے خلاف کی گئی ہے، اس کا گہرا مطالعہ

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دے کہ اتنی انگریزی آجائے کہ آپ ان کتابوں کا مطالعہ کرسکیں جو مغربی تہذیب اور مغربی اقتدار کی تنقید میں لکھی گئی ہیں، آپ کو معلوم ہو جائے کہ سب سے بڑا منصوبہ یہ ہے کہ اسلام کو بالکل زندگی سے بے دخل کر دیا جائے، بے اثر بنا دیا جائے وہ بس ایک تاریخی چیز رہ جائے، ہاں اپنے وقت میں اس نے بڑا کام کیا۔ لیکن اب زمانہ بڑا ترقی کر گیا ہے اس میں وہ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ مغربی تہذیب کی کمزوریاں آپ کو معلوم ہوں، علمی انداز میں معلوم ہوں اور تحقیقی و تحلیلی انداز میں معلوم ہوں کہ مغربی تہذیب میں کیا کمزوریاں ہیں؟ اس وقت انگریزی میں بڑا لٹریچر ہے، قابل اعتراف اور قابل داد ہے خود یورپین مصنفین نے اس سلسلہ میں بڑی جرأت سے کام لیا ہے، اور بہت صفائی کے ساتھ انھوں نے مغربی تہذیب کی کمزوریوں کا اعتراف کیا ہے، ہم نے ایک کتاب دیکھی (A GUIDE TO MODERN WICKEDNESS) اس میں بتایا گیا ہے کہ مغربی تہذیب میں یہ خرابیاں ہیں اور صفائی کے ساتھ اس میں مغربی تہذیب پر تنقید کی گئی ہے، ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ پیرس یا لندن میں وہاں کے رہنے والے نے ایک ہندوستانی فلاسفر سے کہا کہ ہمارا ہوائی جہاز اتنے منٹ میں پیرس پہنچ گیا اور ہمارا بحری جہاز اتنے گھنٹے میں فلاں جگہ پہنچ گیا، ہم نے اتنی ترقی کی تو انھوں نے کہا کہ ہاں تم کو ہوا میں چڑیوں کی طرح اڑنا آگیا اور مچھلیوں کی طرح پانی میں تیرنا آگیا مگر آدمیوں کی طرح زمین پر چلنا نہ آیا، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ انھوں نے اس تہذیب پر، اس ترقی پر، جرأت مندانہ طریقہ پر تنقید بھی کی ہے، ان چیزوں کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ صرف ندوۃ العلماء کا نہیں بلکہ عالم اسلامی کا ایک بہت ہی اہم، مفید بلکہ انقلاب انگیز طرز عمل ہوگا، مہم ہوگی کہ آپ ایک طرف تو تعلیم یافتہ طبقہ سے احساسِ کہتری دور کریں، جو احساس کہتری ان کے اندر پیوست ہوگیا ہے وہ کہتے ہیں:

ارے صاحب شکر کیجئے، آپ کیا باتیں کرتے ہیں، مسجدیں تو موجود ہیں، کوئی توڑتا نہیں، بابری مسجد کا قصّہ تو الگ ہے، مدرسے بھی اپنا کام کررہے ہیں، عید کی نماز آزادی کے ساتھ ہوتی ہے، حج کو بھی جاتے ہیں، بس اسی پر قناعت کیجئے، یہ سوچئے کہ آپ کو کوئی موقع ملے قانون سازی کا، اور آپ کو نئے نظام تمدّن کے پیش کرنے کا، کوئی اصلاحی مشورہ دینے کا، اس کا بالکل موقع نہیں ہے، تو اس چیز کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت کا سب سے اہم فریضہ ہوگا کہ تعلیم یافتہ طبقہ سے احساسِ کہتری دور کیا جائے، مغربی تہذیب کا پول کھول دیا جائے، مغربی تہذیب کی جو حقیقت ہے وہ سمجھائی جائے کہ وہ ایک نفس پرستی اور جاہ پسندی ہے وہ ایک سطحیت ہے اور کچھ نہیں، اس کے لئے تیاری کی ضرورت ہوگی، مطالعہ کی ضرورت ہوگی، اس میں آپ "اسلام ایٹ دی کراس روڈس" محمد اسد کی کتاب، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی کتابیں اور مضامین جو انھوں نے شروع میں لکھے تھے، خود مجلس تحقیقات و نشریات کی مطبوعہ کتابیں پڑھئے، اور خود پہلے اپنے ذہن و دماغ کو آزاد کیجئے مغربی تہذیب کے نئے تمدّن اور نئی تہذیب کے اثر سے، اس کے اجلال، اس سے مرعوب ہونے کو دور کیجئے، پھر اس کے بعد اپنے اندر صلاحیت پیدا کیجئے، ذہنی طور پر، عملی طور پر کہ آپ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی متأثر کرسکیں، مطمئن کرسکیں کہ اب اس کا بھی زمانہ نکلنے والا ہے، اس کی روح پرواز کرنے والی ہے وہ ناکامی کی طرف بڑھ رہی ہے، کوئی رومی تہذیب تھی، کوئی یونانی تہذیب تھی،

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی فرعونی تہذیب تھی جیسے ان سب کا خاتمہ ہوگیا، اب اس کا بھی خاتمہ ہوگا، یہ بہت بڑا کام ہے، خاص طور سے اس شعبہ میں جو طلبہ ہیں جو اس سے تعلق رکھتے ہیں ان کے بنیادی فرائض میں ہے کہ ان دو چیزوں کی تیاری کریں، ایک احساس کہتری کو دور کرنے کے لئے علمی وفکری مدلل انداز میں، ایک مغربی تہذیب کے تسلّط کو، جو ذہنی مرعوبیت ہے اور دلوں میں مغربی تہذیب کی جو تقدیس بیٹھ گئی ہے اس کو دور کیا جائے، اس کے بغیر ہماری نئی نسل کے تعلیم یافتہ طبقہ کا فکری طور پر اسلام کا گرویدہ ہونا اور اسلام کے عروج کے لئے کوشش کرنا ناقابل قیاس ہے۔

مکتبۃ العلامۃ عبدالحی الحسنی
۹۳۲
۱۱۶۳

آپ اس کے لئے اپنے اساتذہ سے جو الحمدللہ اس پر نظر رکھتے ہیں اور جب کبھی اہل علم سے ملاقات ہو تو ان سے ان مآخذ و مصادر کا علم حاصل کریں کہ جن کو پڑھ کر آپ کے ذہن سے خود مغربی تہذیب کی برتری کا احساس اور اس سے مرعوبیت نکل جائے اور آپ دوسروں کو بھی متأثر کرسکیں اور یہ سمجھیں کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں جب تک اسلام کی پورے طور پر حقّانیت، صداقت ووحدت (یعنی وہی واحد نجات دہندہ ہے وہی باعث سعادت وسلامتی ہے) کا خیال وعقیدہ پیدا نہیں ہوگا اس وقت تک یہی حال رہے گا کہ ایک ہٹا دوسرا آیا، دوسرا ہٹا تو تیسرا آیا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی اسلامی ملک میں بھی اسلام کو پورے طور پر اپنی افادیت ثابت کرنے، اپنی ضرورت تسلیم کرانے اور اپنی برتری وصداقت کا کلمہ پڑھانے کی نوبت نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ اس میدان کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں کہ تعلیم یافتہ طبقہ سے احساس کہتری دور ہو اور اسلام سے جو ایک مایوسی دل میں بیٹھ گئی ہے کہ اب اس کا وقت نہیں رہا، اب اس کا دور نہیں رہا، اب تو ان ترقی یافتہ ممالک کا

www.abulhasanalinadwi.org

دور سیادت ہے، جو سائنس میں بھی اور سیاست میں بھی ماہر ہیں، اسلامی ملکوں پر بھی انھیں کا قبضہ ہوگا جو مغربی تہذیب کے ترجمان بلکہ کارندہ اور ایجنٹ ہوں گے جیسا کہ اکثر ہو رہا ہے ہمارے اسلامی ملکوں میں وہی لوگ حکمرانی کر رہے ہیں جو امریکا و مغرب کے ایجنٹ ہیں، امریکا کے نمائندہ ہیں، اسی کے کارکن ہیں، مسلمانوں کے نام سے کام ہو رہا ہے لیکن کام ہو رہا ہے امریکا کا، مغربی تہذیب کا اور اسلام سے اور زیادہ دوری بڑھتی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

غالباً ۸/اپریل ۱۹۹۸ء کی تاریخ تھی کہ جدّہ سے راقم کے مخلص وعزیز حجازی میزبان و مہربان الحاج محمد نور ولی تاجر جدّہ کا ٹیلیفون پریشانی و تشویش آمیز آواز کے ساتھ آیا انھوں نے اطلاع دی کہ یہاں کے اخبار "اردو نیوز" میں خبر شائع ہوئی ہے کہ مولانا علی میاں اور چند ممتاز مسلم قائدین اور ذمہ داروں کے خلاف حکومت نے غیر ضمانتی وارنٹ جاری کیا ہے اور ان کو عدالت میں حاضر ہونا ہے۔

اس ٹیلیفون سے راقم اور اس کے قریب ترین اہل تعلق کو بڑی تشویش ہوئی، یہ ایک صاعقہ اثر خبر تھی جس کے آگے پیچھے کچھ معلوم نہیں تھا، راقم کو (جس نے براہ راست یہ خبر نہیں سنی تھی) یہ خیال ہوا کہ شاید مرکزی حکومت نے اُن مسلمان قائدین کو حراست میں لینے کا ارادہ کیا ہے جن کا مسلمانوں پر کچھ اثر ہے اور جو مسلمانوں میں دینی وملّی عزت پیدا کرنے کی صلاحیت اور استطاعت رکھتے ہیں اور اسلامی، ملّی و دینی تشخص اور حمیّت پیدا کرنے کا کام کرتے ہیں اور موجودہ اقتدار اور برسر حکومت پارٹی سے ان کو اتفاق

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کا اطمینان نہیں ہے کہ وہ دینی وملّی شعبوں، پرسنل لا، دینی تعلیم اور زبان وغیرہ کے معاملہ میں مداخلت نہیں کرے گی۔

اس ٹیلیفون کے بعد دوسرے ہی دن ریاض سے ایک عزیز کا فیکس آیا، جس میں "اردو نیوز" کے اس تراشہ کا فوٹو بھی تھا جس سے وہاں کے احباب و مخلصین کو یہ تشویش پیدا ہوئی تھی اور متعدد پُراضطراب ٹیلیفون آتے رہے، اس تراشہ سے معلوم ہوا کہ اس کا تعلّق حکومت کے کسی ارادہ یا اقدام سے نہیں ہے، یہ مجلس مشاورت کی طرف سے اس امدادی رقم اور چندہ کا معاملہ ہے جو مجلس مشاورت کے کارکنوں نے میرٹھ اور دوسرے مقامات پر فسادات میں متأثرہ خاندانوں کی امداد کے لئے جمع کیا تھا اور وہ (بقول راوی) اس متأثر اور ضرورت مند حلقہ میں تقسیم نہیں کیا گیا، یہاں "اردو نیوز" کے اس تراشہ کی نقل پیش کی جاتی ہے جو راقم الحروف اور ابراہیم سلیمان سیٹھ کے فوٹو کے ساتھ "اردو نیوز" کے ۸ر اپریل ۱۹۹۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔

"علی میاں، شہاب الدّین، مولانا سراج، اور سلیمان سیٹھ کے ناقابل ضمانت وارنٹ"

دیوبند کے ایڈیشنل مجسٹریٹ نے ۲ر مئی تک تعمیل کرنے کی ہدایت کر دی، ۲۲ر جون ۱۹۹۵ء میں ان کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔

نئی دہلی (نمائندہ اردو نیوز) اُترپردیش میں دیوبند کے ایڈیشنل چیف جوڈیشیل مجسٹریٹ چہارم اشوک کمار سنگھ نے مولانا ابوالحسن ندوی عرف علی میاں، سیّد شہاب الدّین جماعت اسلامی ہند کے امیر مولانا سراج الحسن، ابراہیم سلیمان سیٹھ اور سیّد حامد کے خلاف غیر ضمانتی وارنٹ جاری کرتے ہوئے، ۲ر مئی تک اس کی تعمیل کی ہدایت کی ہے، ۲۲ر جون ۱۹۹۵ء کو دیوبند کے ڈاکٹر تسکین احمد نے مقامی عدالت میں مقدمہ دائر

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے ہوئے ان لوگوں کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۰۶ کے تحت کارروائی
کا مطالبہ کیا تھا، انھوں نے الزام لگایا تھا کہ ان لوگوں نے میرٹھ اور دوسرے مقامات
پر فسادات میں متأثرہ خاندانوں کی امداد کے لئے دس لاکھ روپے چندہ جمع کیا تھا مگر
متأثرہ خاندانوں کو یہ رقم تقسیم نہیں کی گئی، اس سے قبل عدالت نے کئی مرتبہ سمّن جاری کیا
مگر حاضر نہ ہونے پر پانچوں افراد کے خلاف غیر ضمانتی وارنٹ جاری کر دیئے گئے، اس
سلسلہ میں متعلقہ رہنماؤں سے ردِّ عمل حاصل کرنے کے لئے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا۔"

اس کے بعد ہی "قومی آواز" لکھنؤ کے ۱۹ر اپریل کے پرچہ میں یہ خبر تفصیل اور
وضاحت کے ساتھ شائع ہوئی جو یہاں نقل کی جاتی ہے:

"علی میاں، مولانا سراج الدین[1] اور سلیمان سیٹھ پانچ افراد کے خلاف غیر ضمانتی
وارنٹ جاری"

دیوبند ۱۸ر اپریل ایڈیشنل چیف جوڈیشیل مجسٹریٹ چہارم اشوک کمار سنگھ نے
مولانا علی میاں ندوی، سیّد شہاب الدین، ابراہیم سلیمان سیٹھ جماعت اسلامی ہند کے
امیر مولانا سراج الدین اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سابق وائس چانسلر سیّد حامد کے خلاف
غیر ضمانتی وارنٹ جاری کرتے ہوئے ۲ر مئی تک اس کی تعمیل کی ہدایت کی ہے۔

۱۲ر جون ۱۹۹۵ء میں دیوبند کے ڈاکٹر شکیل احمد نے مقامی عدالت میں کیس
دائر کرتے ہوئے تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۰۶ کے تحت ان لوگوں کے خلاف کارروائی
کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان لوگوں نے میرٹھ اور دیگر مقامات پر ہوئے فسادات میں

---

[1] صحیح نام مولانا سراج الحسن ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

متأثرہ افراد کے کنبوں کو راحت پہنچانے کے نام پر چندہ جمع کر کے ریلیف کمیٹی بنائی تھی مگر دس لاکھ روپئے کی امداد متأثرہ کنبوں پر تقسیم نہیں کی گئی۔

یہ کیس پہلے دیوبند میں منصف عدالت میں چلا پھر اسی کے ایک ملزم مولانا احمد علی قاسمی نے سہارنپور منتقل کرادیا تھا، عدالت بار بار سمن جاری کر رہی تھی لیکن پیش نہ ہونے کی وجہ سے آج غیر ضمانتی وارنٹ جاری کر دیا ہے۔"

اس افواہی خبر، الزام تراشی اور کردار کُشی کی کوشش پر تبصرہ کرتے ہوئے اور اس کی حقیقت بیان کرنے کے لئے صرف اتنا کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ واقفین کو اور خاص طور پر "کاروانِ زندگی" (جلد اوّل و جلد دوم) پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ ۱۹۶۴ء میں جب کلکتہ، جمشید پور اور راوڑکیلا میں بھیانک ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے جن میں صرف جمشید پور اور راوڑکیلا میں تین ہزار سے زیادہ مسلمان مقتول ہوئے[1] اس پر مسٹر جے پرکاش نرائن نے ایک سخت احتجاجی بیان اور صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا، اس کے سلسلہ میں مولانا محمد منظور نعمانی مرحوم نے اس علاقہ کا دورہ کیا، پھر راقم کو بھی جو اس وقت معتدل صحت کی حالت میں نہیں تھا دورہ پر آمادہ کیا، اور اس نے اپنے رفیق عزیز مولوی ابوالعرفان خاں صاحب ندوی مرحوم کی رفاقت میں اس فساد زدہ علاقہ کا دورہ کیا اور سفاکی اور خوں ریزی کے وہ مناظر دیکھے جن کا تصوّر نہ تھا، پھر اس سلسلہ میں جے پرکاش نرائن جی اور گاندھی جی کے جانشین ونوبا بھاوے جی سے ملاقات کی، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، اس صورت حال کے پیش نظر یہ ضروری معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی ایک مشترکہ "مجلس مشاورت" قائم ہو اور وہ اس خطرناک نسل کُشی

[1] تفصیل "کاروانِ زندگی" کے حصہ اوّل میں دیکھی جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(GENOCIDE) وطن دشمنی اور انسانیت سوزی کا مقابلہ اور تدارک کرنے کے لیے مسلمانوں کی رائے عامہ کو بھی منظّم کرے، حکومت اور انسانیت دوست اور حقیقت بیں طبقہ کو بھی اس نہ صرف دشمن ملت بلکہ دشمن ملک و انسانیت، صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے اور اس کے خلاف محاذ آرائی کے لئے کوشش کرے، چنانچہ اس ہندگیر اجتماع کے لکھنؤ میں انعقاد کے لئے ۸، ۹ راگست ۱۹۶۴ء کی تاریخیں مقرر ہوئیں اور وہ اجلاس منعقد ہوا، ڈاکٹر سیّد محمود صاحب مرحوم کو (جو اس وقت قدیم مسلم وطنی قائدین اور تحریک آزادی کے رہنماؤں میں باقی اور نمایاں تھے) صدر منتخب کیا گیا، مجلس کے وفد کے بڑے طویل و وسیع دورے ہوئے جن میں گجرات اور میسور کا دورہ نمایاں تھا، راقم ان دونوں دوروں میں شریک ہوا[۱]۔

لیکن اس کے بعد "مجلس مشاورت" (بہت سی وسیع، سیاسی و ملّی تنظیموں کی طرح) انتشار اور اختلاف کا شکار ہو گئی اور ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر صاحب نے صدارت سے استعفاء دے دیا وہ اصرار اور عام خواہش کے مطابق اس کے رکن رہے، راقم سے صدارت قبول کرنے کے لئے اصرار کیا گیا، لیکن اس نے اپنی کمزوریوں، مجبوریوں اور دوسری ذمّہ داریوں کو اور سب سے بڑھ کر افتاد طبیعت اور مناسبت کو دیکھ کر اس سے معذرت کی اور باتفاق آراء مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی صدر منتخب ہوئے، ڈاکٹر صاحب بدستور رکن رہے، لیکن افسردہ اور دل شکستہ یہاں تک کہ ۲۸ ستمبر کو وہ اپنے خالق سے جا ملے[۲]۔

---

[۱] تفصیل "کاروان زندگی" کے حصہ اول میں دیکھی جائے۔

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "کاروانِ زندگی"، جلد دوم صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸ بہ عنوان "مجلس مشاورت کا دور انتشار واختلاف"۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۰ ربشعبان ۱۴۰۴ھ (۱۲ رمئی ۱۹۸۴ء) کو مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے بھی رحلت فرمائی۔

مجلس مشاورت کے دور انتشار واختلاف کے نتیجہ میں، پھر ڈاکٹر سید محمود صاحب کے انتقال کے بعد سے راقم کا مجلس مشاورت سے تعلق (اس کی ضرورت اور افادیت سمجھنے کے باوجود) کچھ انتشار واختلاف کی وجہ سے کچھ اپنی گوناگوں مصروفیات اور ذمہ داریوں اور ضعف صحت کی بنا پر صرف ایک اخلاقی وہمدردانہ رہ گیا، اس کی مجالس میں شرکت اور کسی عملی سرگرمی سے اس کا کوئی رابطہ نہیں رہا، یہاں تک کہ اس کو اس کے بارہ میں وہ ضروری معلومات بھی نہیں رہیں، جو ایک ذمہ دار رکن اور شریک کار کو ہوتی ہیں۔

اس سب کا لازمی، اخلاقی وانسانی (چہ جائے کہ دینی) نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اس کو "مجلس مشاورت" کے ذمہ داروں اور کارکنوں کے کسی طرز عمل، تساہل یا کوتاہی میں قابل الزام اور ذمہ دار نہیں سمجھنا چاہیئے تھا[1]۔

لیکن عرصہ سے ملت میں (قلب وضمیر سے معذرت کے ساتھ کہا جاتا ہے) تحریک خلافت کے بعد سے کردارکشی اور الزام تراشی کا جو مرض شروع ہو گیا ہے اس کی بنا پر افواہ بازی اور الزام تراشی نئی بات نہیں رہی، پچھلی سیاسی، جمہوری اور ملی تنظیمات، تنظیمات اور تنفیسات کی تاریخ ورودادیں اور اخبارات ورسائل کے فائلوں میں اس کی درجنوں مثالیں ملتی ہیں۔

---

[1] مجلس کے کارکنوں پر بھی کوتاہی اور ذمہ داری کا الزام بغیر تحقیق وثبوت کے نہیں لگانا چاہیئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس المیہ (TRAGEDY) کو جو اضطراری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اس سے ملّت ہندیہ اسلامیہ کی اس آزمائشی اور اخلاقی انحطاط کی صورت حال پر نظر پڑتی ہے، جس کا بیان کرنا بہر حال ایک مؤرخ اور سوانح نگار کا فرض ہے، اسے اس عربی قطعہ پر ختم کیا جاتا ہے جو بہت سے عارفین کی زبان پر رہا ہے اور اس میں تسکین و تسلّی کا ایک سامان اور امید و رجا کی ایک نمائندگی ہے ؎

فلیتک تحلو والحیاۃ مریرۃ ولیتک ترضی والانام غضاب

ولیت الذی بینی وبینک عامر وبینی وبین العالمین خراب

إذا صحّ منک الودّ فالکل هیّن وکل الذی فوق التراب تراب

(کاش کہ آپ اپنے اس بندہ کے حق میں شیریں اور مہربان ہوں، خواہ زندگی تلخ اور بدمزہ ہو، اور کاش کہ اس عاجز اور آپ کے درمیان جو ربط و تعلّق ہے وہ مستحکم اور آباد ہو، اور میرے اور تمام عالم کے درمیان جو علاقہ اور رشتہ ہے وہ ویران اور شکستہ ہو، اگر آپ کی طرف سے محبّت اور رحمت کا جو رشتہ ہے وہ درست اور مربوط رہے تو پھر کسی چیز کی پرواہ نہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس جہانِ خاکستر پر جو کچھ ہے خاک اور خاکستر ہے [1]

---

[1] خدا کا شکر ہے کہ بعد میں بعض مخلصین کی کوشش سے سہارنپور کی عدالت میں حاضری اور جواب دہی کا حکم منسوخ ہو گیا اور وکالت نامہ اور وکیل کی صفائی کافی سمجھی گئی، ۱۵ / جون ۹۸ء کی تاریخ عدالت نے عذرداریوں کے فیصلہ کے لئے مقرر کی تھی، فریقین کی بحث سماعت کرنے کے بعد عدالت نے ۱۵ / جون ۹۸ء کی تاریخ حکم صادر کرنے کے لئے متعین کی تھی، اب ۱۵ / جون ۹۸ء کو فاضل عدالت نے اپنے فیصلہ میں کہا ہے کہ مقدمہ بے بنیاد ہے کوئی ثبوت ملزمان کے خلاف نہیں ہے، حکم طلبی تاریخ ۱۱-۱۰-۱۹۹۵ قابل اخراج ہے اس لیے حکم طلبی تاریخ ۱۱-۱۰-۱۹۹۵ کو رد کیا جاتا ہے۔ (دعوت ۲۲ / جون ۹۸ء)

ضلع سلطان پور میں پیام انسانیت کا ایک جلسہ

۶؍اپریل ۱۹۹۸ء کو عزیز گرامی قدر ڈاکٹر محمد یونس نگرامی استاد لکھنؤ یونیورسٹی کی دعوت پر موضع گورا مرامئو (سلطان پور) میں "پیام انسانیت" کے عنوان پر ایک عام جلسہ ہوا، جس میں مسلمانوں کے علاوہ خاصی تعداد میں غیر مسلم حضرات بھی شریک ہوئے، تقریر کا خلاصہ اور اس کا حاضرین پر جو اثر پڑا پیش کیا جاتا ہے۔

"سلطانپور ضلع کے ایک انتہائی پسماندہ علاقہ میں "پیام انسانیت" کانفرنس میں جس میں غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی، سورہ فاتحہ کی تلاوت کی گئی، اور اس کی تشریح آج کے حالات کے تحت کرنی شروع کی تو مجمع ساکت اور راغب ہو کر بڑے غور سے سنتا رہا صرف ربّ العالمین کو موضوع بنا کر اس کی تشریح کی گئی، مقرر نے کہا کہ عام طور پر لوگ سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں لیکن اس کے معنی کی جانب توجہ نہیں دیتے، اس چھوٹی سی سورہ پر اگر مسلمان غور کر کے عمل کریں تو دعوت و تبلیغ میں بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں، غیر مسلم بھائیوں کے لئے بھی اس میں غور کرنے اور اس سے اسلام کی تعلیم کا اور اس کی "اخوت انسانی" کی دعوت کے سمجھنے کا اور اس کی قدر کرنے کا بڑا سامان ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت "ربّ العالمین" سے اس سورۂ فاتحہ کا افتتاح کیا گیا، غور و فکر اور "اخوت انسانی" کی دعوت اور سعی و جد و جہد کا یہ بڑا سامان ہے، یہ آیت اعلان کرتی ہے کہ ہر شخص اللہ کی تخلیق اور اس کا بندہ ہے، اور اس طرح ایک انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے، ہر انسان پر فرض ہے کہ اپنے رب کی اس تخلیق سے اور نوع انسانی کے فرد ہونے کی بنا پر اپنے اس بھائی سے محبّت و ہمدردی کرے، مساوات کا برتاؤ کرے، اس کی خیر خواہی کرے، اور

www.abulhasanalinadwi.org

اور صحیح طور پر زندگی گزارنے، اپنے خالق کو پہچاننے اور اس کی ہدایت و تعلیم پر عمل کرنے کی جد و جہد میں لگا رہے۔

پچھلی تہذیبوں اور سلطنتوں کے دور میں انسانیت کی تحقیر و تذلیل بلکہ انسان کشی و خوں ریزی کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا کہ مشہور انگریز مصنف گبن (GIBBAN) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "زوال و سقوط رومۃ الکبریٰ" (DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) میں لکھا ہے کہ سلطنت روم کے عروج و ترقی کے دور میں جب کوئی معزز آدمی اپنے یہاں دعوت کرتا تو اپنی شان و شوکت دکھانے کے لئے چراغ یا شمع نہ جلاتا کہ یہ تو معمولی اور متوسط آدمیوں کے یہاں بھی ہوتا ہے، وہ جیل سے ایک یا دو تین قیدیوں کو بلواتا، کھانا شروع ہوتا تو وہ کسی قیدی کے کپڑوں میں آگ لگا دیتا، وہ جلتا رہتا وہ اور اس کے مہمان اس کی روشنی میں کھانا کھاتے رہتے، اگر وہ جل کر ختم ہو جاتا اور کھانا ابھی چلتا رہتا تو دوسرے قیدی کو کھڑا کیا جاتا اور اس کے کپڑوں میں بھی آگ لگا دی جاتی اس طرح اس "شاہانہ ضیافت" کا اختتام ہوتا۔

اسی طرح اس نے قساوت قلب اور بے رحمی کی ایک دوسری مثال لکھی ہے کہ رومۃ الکبریٰ اور خاص شہر فلاڈلفیا[1] میں جب انسان کی اور کسی درندہ کی کشتی کرائی جاتی اور انسان زخمی ہو کر پڑ جاتا اور آخری سانسیں لینے لگتا تو یہ "دل چسپ" منظر دیکھنے کے لئے اس قدر ہجوم ہوتا اور آدمی پر آدمی ٹوٹے پڑتے کہ محافظ دستہ (SECURITY) کو بھی قابو پانا مشکل ہو جاتا۔

---

[1] اب اس کا نام عمّان ہے اور وہ شرق اردن کا دار الحکومت ہے یہ سب علاقہ رومۃ الکبریٰ میں شامل تھا، امریکہ میں شہر فلاڈلفیا کا نام اسی نام پر رکھا گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مقرر نے ہندوستان میں ذات برادری اور فرقہ پرستی پر ضرب کاری لگاتے ہوئے کہا کہ اکیسویں صدی میں جانے والوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہم ذرا بھی نہیں بدلے ہیں، آج بھی ایک بھائی دوسرے بھائی کے خون کا پیاسا ہے، ذات برادریاں لڑ رہی ہیں، فرقہ وارانہ اور باہمی مظالم جاری ہیں، مقرر نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو انسانی نسل کے افراد اور ایک ملک یا شہر کے باشندے ہونے کی بنا پر بھائی بھائی قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا مشورہ دیا۔

پیامِ انسانیت کی تحریک کوئی نئی یا انوکھی تحریک نہیں ہے، جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس میں اس کو بہت اہمیت دی گئی ہے اس موقع پر مقرر نے صوفیائے کرام کا ذکر کیا اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کی عالی ظرفی اور پردہ پوشی کا ایک عبرت انگیز اور دلچسپ واقعہ سنایا، انھوں نے کہا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ عیدین کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، لوگ ان کی مجلس میں تحفے پھل، مٹھائی وغیرہ لاتے تھے، وہ سب ایک جگہ جمع ہو جاتے تھے، مجلس برخاست ہوتی تو حضرت سلطان جی اپنے مرید و خادم اقبال سے کہتے کہ یہ ذخیرہ لے جاؤ اور مقیم خانقاہ اور ان کے بچوں پر تقسیم کر دو، ایک حاضر مجلس نے (جو غالباً کوئی معقولی عالم اور ذہین شخص تھے) سوچا کہ حضرت کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کوئی کیا لایا، لوگ بلا وجہ خرچ کرتے ہیں، انھوں نے مٹی یا لکوئی نئے وغیرہ لپیٹے اور ان کو ایک لفافہ میں رکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا، وہ بھی تحائف کے اس انبار میں شامل ہو گیا، جب مجلس برخاست ہونے لگی اور خواجہ اقبال اس ذخیرہ کو اٹھا کر لے جانے لگے تو جب ان کا ہاتھ اس پلندہ پر پڑا تو حضرت نے یہ خیال کر کے کہ جب اس کے اندر سے مٹی یا درخت کے پتے نکلیں گے تو اس کا اندیشہ ہے کہ

کوئی حاضر مجلس پہچان لے کہ یہ کون لایا تھا پھر وہ ان کی توہین کرے اور تکلیف پہنچائے حضرت نے خواجہ اقبال سے کہا کہ اس لفافہ کو چھوڑ دو یہ میری آنکھ کا سرمہ ہے۔

یہ ہمارے بزرگوں کے اخلاق اور انسانیت کے احترام اور عالی ظرفی کی مثال ہے، آج اس چیز کی کمی اور اس چیز کی ضرورت ہے، آج الیکشن ہوتے ہیں، پارٹیاں آتی جاتی ہیں لوگوں کو وعدے ملتے ہیں لیکن رفاہ عام اور انسانیت کے احترام پر توجہ نہیں دی جاتی جب کہ اس کی اس وقت ہندوستان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے، اس کے فروغ کے لئے جگہ جگہ جلسے ہونے چاہئیں اور پیام انسانیت کی تحریک کو عام کرنا چاہیے۔

سیّد شہاب الدّین دیسنوی کی وفات

ایک بڑے تعلیمی و علمی کارکن، دانشور اور صاحب قلم اور دار المصنّفین اعظم گڑھ کے ایک بڑے سرپرست و ذمّہ دار سیّد شہاب الدّین صاحب دیسنوی کے ارتحال کا واقعہ یکم ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ (۳۰ر مارچ ۱۹۹۸ء) کو پیش آیا ان کے حادثۂ وفات پر ان کے تعارف میں رفیق عزیز گرامی مولوی ڈاکٹر عبداللہ عبّاس ندوی صاحب نے "تعمیر حیات،، کے پرچہ مورخہ ۲۵ر اپریل ۱۹۹۸ء میں جو تعزیتی و تعارفی نوٹ لکھا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے کہ اس سے ان کا پورا تعارف اور ان کی تعزیت کا فرض انجام پاتا ہے۔

"سیّد شہاب الدّین دیسنوی ایک ممتاز دانشور مصنّف اور صاحب قلم تھے، زندگی کا بڑا حصّہ بمبئی میں بسر ہوا، صابو صدیق ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے پرنسپل تھے، انجمن اسلام کے عرصہ تک منتظم رہے، امریکہ میں ایک عرصہ ٹریننگ کے لئے قیام کیا، کسی سلسلہ میں آسٹریلیا بھی گئے تھے، صوم و صلوٰۃ کے انتہائی

پابند تھے، فریضۂ حج بھی ادا کر چکے تھے، علامہ شبلی نعمانیؒ کے محب و معتقد تھے، معاندین شبلی کی بہتان تراشیوں کا انھوں نے مسکت جواب دیا تھا، اردو کی چند ریڈریں بھی لکھی تھیں، مسٹر جناح کی سوانح کے بعض گوشوں پر "محمد علی جناح" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی، اردو تحریر بہت شگفتہ اور پاکیزہ ہوتی تھی، آخر میں اپنی خود گزشت سوانح "دید و شنید" کے نام سے لکھی جو افسوس کہ اس وقت یہاں پر موجود نہیں ہے ورنہ تفصیل سے تاریخ اور سنہ کے حوالوں سے ان کی حیات و کارنامے پر روشنی ڈالی جاتی۔

دیسنوی صاحب ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنے وطن واپس آگئے تھے اور پٹنہ میں قیام اختیار کیا، دار المصنفین پر جو افتاد پڑی یعنی صباح الدین صاحب مرحوم کی وفات سے جو خلا پیدا ہوگیا تھا وہ تمام اہل تعلق کی فکر مندی کا باعث تھا مجلس انتظامیہ نے طے کیا کہ علمی شعبہ اور معارف کی ذمہ داری مولانا ضیاء الدین اصلاحی پر ڈالی جائے (جس کو الحمدللہ وہ بخوبی انجام دے رہے ہیں) اور مالیاتی و انتظامی ذمہ داری دیسنوی صاحب قبول فرمائیں، سید شہاب الدین صاحب دیسنوی نے یہ خدمت رضا کارانہ (بغیر کسی ادنیٰ معاوضہ کے) قبول کی، جب تک صحت نے ساتھ دیا دار المصنفین میں آکر قیام کرتے اور تجربات کی روشنی میں مشورے دیتے اور سرگرمی و دلچسپی سے چھوٹے بڑے کاموں میں حصہ لیتے، لیکن صحت کی کمزوری، عمر کا تقاضا اور اعظم گڑھ کا پُر مشقت سفر راہ میں حائل ہوا اور

www.abulhasanalinadwi.org

سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔

دو اہم حادثۂ وفات

ماہ اپریل ۱۹۹۸ء کی ۸؍ تاریخ کو پھلواری شریف پٹنہ کی خانقاہ کے ایک فاضل اور مقتدر عالم دین مولانا شاہ عون احمد قادری نے وفات پائی شاہ صاحب اگرچہ خانقاہ کے سجادہ نہ تھے لیکن اسی خاندان کے مؤقر فرد تھے علمی لحاظ سے ممتاز مقام رکھتے تھے اور ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن تھے، انھوں نے اپنے کئی صاحبزادوں کو ندوہ میں تعلیم دلائی اور ندوہ کی مجلس انتظامی کی سالانہ نشستوں میں برابر شرکت کرتے تھے، اس کے علاوہ ہندوستان کی ملّی و دینی انجمنوں کے رکن بھی تھے اور اپنی آرا سے تعاون دیتے تھے، تمام علمی و دینی حلقوں میں ان کو قدر و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، مجھ سے خصوصی ربط و برتاؤ کرتے تھے، ان کو اپنے چچا شاہ محی الدّین قادری سے اجازت وخلافت حاصل تھی، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے مقبولین میں جگہ دے۔

اس حادثۂ وفات سے ٹھیک ایک ماہ بعد مئی کی ۸؍ تاریخ کو ایک محب اور دوست مولانا محمد نعمان خاں ندوی بھوپالی نے بھی انتقال کیا میرے رفیق و دوست مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی امیر دارالعلوم تاج المساجد بھوپال و سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے چھوٹے بھائی تھے، ندوہ میں قیام کے دوران مجھ سے اچھا ربط رکھتے رہے، اور یہ ربط بعد میں بھی قائم رکھا، بھوپال میں ان کا حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

مجددی (پیر ننھے میاں) سے خصوصی ربط و تعلّق رہا، اور ان سے فیض حاصل
کرتے رہے، بڑی اچھّی ملنسار طبیعت کے مالک تھے، اپنے محترم بھائی
مولانا عمران خاں صاحب کی وفات کے بعد ان کی جگہ ندوۃ العلماء کی مجلس
انتظامی کے رکن منتخب ہوئے، زندگی کا خاصا حصّہ دار العلوم بھوپال میں
تدریس میں گزارا، آخری وقت بھی قابلِ رشک تھا، با جماعت نماز کے اختتام
پر دعا کے دوران وفات پائی، غفر اللہ لہٗ و رفع درجاتہ،

www.abulhasanalinadwi.org

جنرل الیکشن اور مرکز میں بی، جے، پی کی حکومت

مارچ ۱۹۹۸ء میں ملک میں اور صوبجات میں انتخابات کا سلسلہ شروع ہوا تاریخ پر نظر رکھنے والوں اور ملک کے دردمندوں کو یہ دیکھ کر صدمہ ہوا کہ سارا ملک نیلام کی ایک منڈی بن گیا ہے، ملک ضمیر فروشی اور کردار کشی کی ایک منڈی معلوم ہوتا تھا، جنگ آزادی کے ابتدائی رہنماؤں اور ذاتی وجماعتی منافع کی سطح سے بلند مجاہدین آزادی کے فقدان کی بناء پر یہ ملک اخلاقی واصولی طور پر "لاوارث" نظر آتا تھا، بھارتی جنتا پارٹی کو بھی (جس کو ہندو اکثریت کی اپنے ارادوں اور وعدوں کی بنا پر حمایت وتائید کی امید تھی) کھلی ہوئی اکثریت حاصل نہیں ہو سکی، اس نے بھی دوسری پارٹیوں کے (اقتدار پسند) افراد کو ملا کر مرکز میں سرکار بنالی، بی۔ جے۔ پی اور اس کی اتحادی پارٹیوں نے اپنا قومی ایجنڈا بھی جاری کر دیا اور یہ وعدہ کیا کہ سب کو ساتھ لے کر حکومت چلانے کی کوشش کی جائے گی، مگر اس کا اصل مزاج اور اس کے وعدے اور ارادے نہیں بدلے، وہ اکثریت کے نہ صرف سیاسی وانتظامی اقتدار بلکہ ثقافتی، تہذیبی، تعلیمی، لسانی اور ایک حد تک اعتقادی اقتدار بلکہ انقلاب کی قائل وداعی اور ایک طرح سے تہذیبی وذہنی نسل کشی (GENOCIDE) کی قائل ہے، اور اس کے لئے بتدریج عمل کرنے کا منصوبہ رکھتی ہے، اس میں یونیفارم، سول کوڈ، تعلیم گاہوں میں زبان اور رسم الخط کا تغیر، ہندو علم الاصنام (MYTHOLOGY) کا اجراء، اجودھیا مندر کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں، خود اٹل بہاری باجپئی جی نے اپنے انٹرنیٹ کے ایک مضمون میں اس بات

www.abulhasanalinadwi.org

کا فخریہ اعلان کیا ہے کہ ان کی رگوں میں جو روح کارفرما ہے وہ آر۔ایس۔ایس کی پروردہ ہے۔

خود راقم کے مسکن ومرکز صوبہ یوپی میں بی۔جے۔پی کی حکومت قائم ہوگئی ہے، دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس ۸ر فروری منعقدہ لکھنؤ میں "بندے ماترم" کے ترانہ، ہندوستان کی تصویر کے سامنے ادب وتعظیم اور پھول چڑھانے اور ہندی زبان اور ہندو علم الاصنام (MYTHOLOGY) کو نافذ اور رائج کرنے کے بارے میں حکومت کے عزائم اور منصوبوں پر اظہار خیال وتبصرہ سامنے آچکا ہے والغیب عند اللہ والأمر بید اللہ۔

دہلی علیگڑھ کا سفر، مسلم پرسنل لا بورڈ اور دینی تعلیمی کونسل کے جلسوں میں شرکت

اپریل ۱۹۹۸ء کے آغاز ہی سے راقم کی صحت بہت متأثر تھی اور ضعف کا شدید احساس تھا، ۲۵ر اپریل کو دہلی میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا سالانہ جلسہ تھا، جس کا راقم (مولانا قاری محمد طیب صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد سے صدر چلا آرہا ہے) اس لئے ضابطہ اور رابطہ کے لحاظ سے اس کی شرکت ضروری تھی، مگر اس کے غیر معمولی ضعف کو دیکھتے ہوئے اس کے عزیزوں اور محبین کو بالخصوص عزیز گرامی مولوی ڈاکٹر عبداللہ عبّاس ندوی معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء کو جو دار العلوم ہی میں مقیم تھے اس سفر کے بارہ میں سخت تردد تھا، انھوں نے مولانا سیّد نظام الدّین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو اس کی اطلاع دے دی اور سفر کے التواء کی خبر کر دی، لیکن ۲۳ یا ۲۴ر اپریل کو مولانا کا دہلی سے فون آیا کہ شرکت ضروری ہے، لوگوں کو بڑی مایوسی ہوگی کسی نہ کسی طرح ہوائی جہاز ہی سے بہی مختصر وقت کے لئے دہلی آجائیں۔

ادھر ایک وقت یہ بھی تھی کہ ۲۶ر اپریل کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دینی تعلیمی کونسل

www.abulhasanalinadwi.org

کا سالانہ جلسہ تھا، جس کا بھی راقم صدر ہے، راقم اس کے لئے خطبہ صدارت لکھ چکا تھا اور وہ چھپ چکا تھا، مختلف مقامات سے ارکان و نمائندوں کے خطوط آئے تھے جن میں اطلاع دی گئی تھی کہ اچھی تعداد میں مختلف مرکزوں سے ارکان اور نمائندے شرکت کے لئے علی گڑھ آرہے ہیں، ان کو یقین تھا کہ ہم وہاں موجود ہوں گے اور ان سے ملاقات ہوگی، اس سے بڑھ کر یہ اطلاع تھی کہ محبِّ محترم ڈاکٹر ابرار مصطفےٰ صاحب (سابق پروفیسر شعبۂ نباتات (BOTANY) جن کے یہاں سالہاسال سے علی گڑھ میں قیام رہتا تھا) انھوں نے دبئی سے یہ سُن کر کہ ہم علی گڑھ آرہے ہیں اپنا قیام ملتوی کر کے علی گڑھ آنے کا ارادہ کرلیا ہے، اور ایک خط سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ وہ علی گڑھ آگئے ہیں[1]، اس کو سوچ کر کہ اگر ہم علی گڑھ نہ پہنچے تو بڑی شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

آخر میں ۲۴ر اپریل کو عزیزالقدر مولوی سیّد محمد رابع ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کو بھی اس کا احساس ہوا کہ خواہ تھوڑا وقت صرف کیا جائے مگر یہ سفر ضروری ہے، انھوں نے ۲۵ر اپریل کی صبح کی فلائٹ میں تین ٹکٹ حاصل کرنے کی کوشش کی ایک راقم کے لئے، ایک اپنے لئے (وہ خود بھی پرسنل لابورڈ کے رکن ہیں) اور ایک معاون رفیق سفر و قیام حاجی عبدالرزّاق کے لئے، محبیّ عرفان صاحب کی کوشش سے ۲۴ر ہی کی شب میں یہ ٹکٹ مل گئے۔

۲۵ر اپریل کی صبح کو ہم تینوں بذریعہ ہوائی جہاز دہلی روانہ ہوئے، حسب معمول اوکھلا میں مولوی ڈاکٹر عبداللہ عبّاس صاحب ندوی کی قیام گاہ میں اترے، مولانا خود

---

[1] یہ اطلاع صحیح نہیں تھی، سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے ان کو سفر ملتوی کرنا پڑا۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہاں موجود تھے اس لئے کہ اگلے ہی دن ان کو کراچی جانا تھا، جہاں ان کو کراچی یونیورسٹی میں لکچر دینے کی دعوت دی گئی تھی، ان کی موجودگی اور ندوی احباب کی وجہ سے جو جامعہ ملیہ سے تعلق رکھتے ہیں یا او کھلے میں مقیم ہیں، بڑا آرام ملا اور موانست محسوس ہوئی۔

۲۵/ اپریل کو ۱۱ بجے جلسہ میں شرکت کے لئے مسلم پرسنل لا بورڈ کے مرکز واقع او کھلا میں حاضری دی، تقریباً دو بجے تک وہاں نشست رہی، "قومی آواز" لکھنؤ مورخہ ۲۹/ اپریل ۱۹۹۸ء میں جو اس کی مختصر رپورٹ شائع ہوئی وہ یہاں درج کی جاتی ہے:۔

"نئی دہلی ۲۸/ اپریل ۱۹۹۸ء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس گزشتہ ۲۵/ اپریل ۹۸ء کو نئی دہلی میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں اراکین عاملہ، ملک کے ممتاز دانشور، وکلاء، قائدین اور ارباب فکر ونظر نے موجودہ حالات کے تناظر میں مسلم پرسنل لا کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے طریقہ عمل پر غور کیا، اور اصلاح معاشرہ کی تحریک کو ملک گیر سطح پر چلانے اور مختلف مقامات پر دینی اجتماعات منعقد کرنے پر زور دیا اور یہ طے کیا کہ شریعت کے خلاف کوئی قانون قابل قبول یا قابل عمل نہیں ہے، اجلاس نے بابری مسجد کی حقیقت کے مقدمہ کی جلد از جلد سماعت کرانے کا بھی مطالبہ کیا اور اپنے اس موقف کا اظہار کیا کہ بابری مسجد مسجد ہے، مورتیوں کے رکھ دینے سے مسجد کی مرکزیت ختم نہیں ہوتی، اجلاس نے اس نقطۂ نظر کا اظہار کیا کہ گفت وشنید کے ذریعہ بابری مسجد کے مسئلہ کا حل نہیں نکالا جاسکتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا حل عدالتی فیصلہ کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے اس قدیم موقف پر قائم ہے اور بات چیت کی تجاویز کو وہ منارر بنانے کا جزء سمجھتا ہے۔

اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ مجموعہ قوانین اسلامی کے مسودہ کو قطعیت دے کر زیر طباعت لانے کے اقدامات کئے جائیں۔

صدر محترم نے اجلاس کے آخر میں فرمایا کہ اسلام اس ملک میں یوں ہی نہیں آیا بلکہ تقدیر الٰہی کے ساتھ آیا ہے، اللہ نے اپنی رحمت، تائید اور نصرت کے ساتھ اسلام کو بھیجا، اس دین کے ساتھ ہی اس ملک کی بہتری وابستہ ہے، اس ملک کی بقاء کے لئے یہاں کے رہنماؤں نے اس کو ضروری سمجھا کہ یہ ملک جمہوری، نا مذہبی اور غیر متشدد ہو، یہ طے کرنا ایک الہامی بات تھی۔

ان شاء اللہ اس ملک میں اسلام اپنی تمام خصوصیات اور اپنی تہذیب و تمدن کے ساتھ باقی رہے گا اور اس کے خلاف کی جانے والی تمام کوششیں ناکام ہوں گی۔

اجلاس میں ملت کے قائدین اس یقین کو مضبوط کریں اور پوری ملت میں یقین پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

علی گڑھ کا سفر اور دینی تعلیمی کونسل کا جلسہ

۲۶ / اپریل کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دینی تعلیمی کونسل کا جلسہ تھا، جس کے خاص داعی

www.abulhasanalinadwi.org

اور منتظم پروفیسر نفیس احمد صاحب استاد مسلم یونیورسٹی تھے، صوبہ کے مختلف مقامات سے اجلاس میں شرکت کے لئے دینی تعلیمی کونسل کی مقامی شاخوں کے ذمہ دار نمائندے اور مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والے وفود آنے والے تھے، راقم کو (جیساکہ اوپر کہا گیا ہے) دہلی، علی گڑھ کے اس سفر کے بارہ میں بڑا اشکال تھا، اور وہ التواء کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن دہلی کے سفر کا فیصلہ مولانا سید نظام الدین صاحب کے پر اصرار تقاضے اور ٹیلی فون کی بنا پر کیا گیا، اور علی گڑھ کا سفر دو وجوہ سے ضروری معلوم ہوا، ایک تو یہ کہ راقم اس تنظیم کا صدر رہے اور مختلف جہات و اطراف سے جو خطوط آئے تھے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ آنے والوں کو اس بات کا یقین ہے کہ راقم شرکت اور جلسہ کی صدارت کرے گا، دوسرا ایک بڑا محرک اور سفر پر آمادہ کرنے والا یہ علم تھا (جیسا اوپر لکھا گیا ہے) کہ ہمارے قدیم اور مسلسل میزبان ڈاکٹر ابرار مصطفےٰ صاحب دبئی سے خاص طور پر اسی لئے آرہے ہیں کہ راقم علی گڑھ آرہا ہے اور وہ سالہا سال سے انھیں کے گھر پر ٹھہرتا ہے اور انھیں کا مہمان رہتا ہے۔

بہر حال سفر کا فیصلہ کیا گیا، عزیزی زبیر فریدی علی گڑھ سے کار لے کر دہلی آگئے تاکہ وہ ہمیں علی گڑھ لے جائیں، ۸ بجے صبح کے قریب راقم اور اس کے دونوں رفیق عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی اور رفیق سفر حضر حاجی عبد الرزاق صاحب رائے بریلوی، نیز ڈاکٹر اجتباء ندوی علی گڑھ کے لئے روانہ ہوئے، گرمی کا موسم شروع ہو چکا تھا، راستہ میں کافی تپش تھی، گاڑی ایر کنڈیشن بھی نہیں تھی اور سڑک بھی جابجا خراب تھی، ۱۲ بجے کے بعد علی گڑھ پہنچے اور یونیورسٹی کے علاقہ میں داخل ہوئے، وہاں ایک وسیع مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھنا تھا لیکن میرے ضعف و تکان کا یہ عالم تھا کہ ڈر معلوم ہوتا تھا کہ گر جائیں گے، عزیزی مولوی محمد رابع ندوی نے نیچے اتر کر پتھر رکھا، اور اس ناچیز نے دعا کی،

www.abulhasanalinadwi.org

معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کے گیسٹ ہاؤس میں مہمانوں اور باہر سے آنے والوں کے قیام کا انتظام تھا لیکن اکثر منتظمین کو معلوم تھا کہ ہم علی گڑھ میں ڈاکٹر ابرار مصطفےٰ صاحب کے یہاں ٹھہرا کرتے ہیں وہ سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے دہلی سے نہیں آسکے تھے، لیکن ان کے صاحبزادگان اور گھر کے لوگ ہماری آمد کے منتظر تھے اور انھوں نے ہمارے قیام کا انتظام کر رکھا تھا، ہم ان کے مکان واقع ذکاء اللہ روڈ پر گئے اور وہاں ٹھہر گئے۔

خیال تھا اور بات کان میں پڑی تھی کہ اصل اجلاس بعد مغرب کنیڈی ہال میں ہوگا، اور ہمیں اسی وقت اپنا خطبۂ صدارت پڑھنا ہوگا، لیکن اچانک محبیّ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب کا پیغام پہنچا کہ کنیڈی ہال میں اجلاس ہو رہا ہے آپ اس میں شرکت کریں، ہم سخت جسمانی تکان کے باوجود وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وسیع ہال کھچا کھچ بھر چکا ہے، وائس چانسلر جناب محمود الرحمٰن صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں، یونیورسٹی کے اسٹاف کا بھی بڑا حصّہ ڈیلی گیٹ اور طلبہ بھی موجود ہیں، ڈاکٹر صاحب کی تحریک پر ہم نے خطبہ پڑھا (جو اس مضمون کے بعد قارئین کی نظر سے گزرے گا)، بیچ بیچ میں کچھ تشریح اور اضافہ بھی کیا، تکان اور ضعف کا یہ حال تھا کہ اگر مائک نہ ہوتا تو آواز بھی پہنچانا مشکل تھی۔

خطبہ سنانے کے بعد وائس چانسلر صاحب یا یونیورسٹی کے کسی ذمہ دار نے کہا کہ عرب طلبہ بھی ایک اچھی تعداد میں موجود ہیں، آپ کچھ عربی میں بھی خطاب کیجئے، اضطراراً فرمائش کی تعمیل کی گئی اور موقع و محل کے مطابق عربی میں خطاب ہوا۔

جلسہ کے اختتام پر راقم اپنی جائے قیام پر آگیا، وائس چانسلر صاحب ایک سے زائد بار قیام گاہ پر تشریف لائے، بعد مغرب انھوں نے اپنی جائے قیام پر یا اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

قریب یونیورسٹی کے اسٹاف اور اونچے درجے کے طلبہ سے جو تحقیقی و علمی کام میں مشغول ہیں خطاب کا انتظام کیا، راقم نے اپنی تقریر میں خاص طور پر اس پہلو پر زور دیا کہ حضرات اساتذہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جتنا قیمتی انسانی سرمایہ ان کے سپرد کیا گیا ہے اور ان کو اس سے فائدہ اٹھانے اور اس کو فائدہ پہنچانے کا موقع دیا گیا ہے وہ کسی بڑے سے بڑے سرمایہ دار یا حاکم کو بھی حاصل نہیں، ان کا فرض ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور ملّت و وطن کو ایسے کارگزار خادم اور قائد مہیا کریں جو اس کی اور وقت کی ضرورت کے مطابق ملّت کی رہنمائی اور ملک کی قیادت کا فرض انجام دے سکیں، راقم نے اس موقع پر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی اور اس کی تشریح و تطبیق کی:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ	اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ذمہ داریاں
تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا لا	اُن کے اہل کو سپرد کر دو اور جب
وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ	لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو
اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ	انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بیشک
اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ط	اللہ تم کو بہت ہی اچھی بات کی
(سورہ نساء: ۵۸)	نصیحت کرتا ہے۔

یہ خطاب پسند کیا گیا اور مطابق وقت و حال سمجھا گیا، رات کو بعد نماز عشاء شہر کی جامع مسجد میں خطاب عام تھا، راقم نے شدید جسمانی تکان اور ضعف کے باوجود شروع ہی میں مختصر خطاب کیا اور اپنی قیام گاہ پر آ گیا۔

صبح ۸، ۸½ بجے کانپور کے لئے گاڑی تھی اور اس سے سفر کرنا تھا، اس سے پہلے راقم کا یونیورسٹی میں ایسا اعزاز نہیں ہوا، اس کے دوبارہ آنے، کچھ وقت گزارنے،

www.abulhasanalinadwi.org

اساتذہ وطلبہ کو خطاب کرنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا گیا، معلوم نہیں اس کی نوبت آتی ہے یا نہیں۔

کان پور پہنچے تو وہاں دار العلوم کی گاڑی لکھنؤ لے جانے کے لئے موجود تھی، اور عزیز گرامی قدر مولوی اسحاق ندوی فرزند مخدومی الحاج منّت اللہ صاحب مرحوم تاجر چرم کانپور، رکن انتظامی ندوۃ العلماء بھی گاڑی لئے موجود تھے، ۱۲-۱ بجے دوپہر کا وقت تھا، گرمی بھی تیز تھی اور تکان بھی شدید، انھوں نے اصرار کیا کہ ان کی قیام گاہ واقع جاجمئو کانپور میں چل کر دوپہر گزاریں اور آرام کریں، یہ مناسب معلوم ہوا، وہاں ظہر کی نماز پڑھی، کھانا کھایا اور آرام کیا، اور عصر کی نماز پڑھ کر ان کی ایرکنڈیشنڈ گاڑی میں آرام کے ساتھ لکھنؤ پہنچے وعلی اللہ قصد السبیل۔

اب دینی تعلیمی کونسل کا خطبۂ صدارت ناظرین کے سامنے آتا ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔

حضرات!

میں اپنے خطبہ کا آغاز قرآن شریف کی ایک چونکا دینے والی آیت سے کروں گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ	بھلا جس وقت یعقوب علیہ السلام
حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ	وفات پانے لگے تو تم اس وقت
اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ	موجود تھے، جب انھوں نے اپنے بیٹوں
مِنْ بَعْدِيْ ط قَالُوْا نَعْبُدُ	سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت

www.abulhasanalinadwi.org

اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (سورۃ البقرہ - ۱۳۳)

کروگے ؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

باوجود اس کے کہ یہ پیغمبروں اور پیغمبر زادوں کا گھرانہ تھا، جس میں توحید اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے سوا نہ کوئی اور تعلیم تھی نہ عمل، نہ ماحول اور فضا، پھر بھی عقیدہ اور عمل اور توحید خالص کی اہمیت اور فکر اور اپنی نسل کے اس عقیدہ وعمل سے دائمی وابستگی کے خیال سے کہ ؎

عشق است و ہزار بدگمانی

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو جمع کر کے دریافت کیا کہ عزیزو! میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ ان فرزندوں اور نبی زادوں نے اس کے جواب میں یقیناً یہ کہا ہوگا کہ ابّا جان، دادا جان، نانا جان! آپ نے ابھی تک ہم کو تعلیم ہی کیا دی؟ اور کس چیز کا پابند بنایا؟ یہی توحید خالص اور عبادت اللہ واحد، پھر آپ کو ہمارے مستقبل کے بارے میں کیوں شک ہے؟ کہ ہم آپ کی آنکھ بند ہوتے ہی دوسرے راستہ پر پڑجائیں گے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے زبان حال سے یہی کہا ہوگا کہ فرزندو! میری پیٹھ قبر سے نہیں لگے گی جب تک دنیا سے یہ اطمینان لے کر نہ جاؤں گا کہ میرے بعد تم سب خدائے واحد کے پرستار اور دینِ ابراہیمی کے علمبردار ہوگے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات!

آپ سلسلۂ ابراہیمی سے تعلّق رکھتے ہیں، اس خاندان کا شیوہ اور شعار یہ رہا ہے کہ دنیا سے جانے سے پہلے اپنی نسل کے بقائے ایمان اور تعلّق باللہ کا اطمینان اور ضمانت کرلی جائے، اور دنیا سے جانے سے پہلے اولاد سے یہی عہد و پیمان لے لیا جائے کہ دنیا میں جب تک رہنا ہے مسلمان بن کر رہنا ہے، اور جب جانا ہے تو مسلمان کی حیثیت سے جانا ہے۔

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ	اور یہی وصیّت کر گئے ابراہیم
بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ	اپنے بیٹوں کو اور یعقوب، اے بیٹو!
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ	اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین پس
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ	نہ مرنا مگر مسلمان۔
مُّسْلِمُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ ۱۳۲)	

نہ صرف یہ عہد و پیمان ضروری ہے، بلکہ اس کے لئے وسائل کا مہیّا کرنا، اس کو ممکن اور آسان بنانے کی تدبیریں اختیار کرنا اور اس کا اطمینان حاصل کرلینا بھی ضروری ہے، اسی لئے حضرت یعقوب علیہ السّلام نے اپنی اولاد کا امتحان لیا، اور اپنا پڑھایا ہوا سبق سنا۔

حضرات! بحیثیت اس مذہب کے متّبع اور داعی کے ہم پر اور ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ ملک کی تعلیمی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لیتے رہیں، اور ہر وقت ان پر نظر رکھیں اور یہ دیکھتے رہیں کہ ان کا اثر ہمارے مذہب، ہماری نسلوں کے دل و دماغ اور ان کے دینی و اخلاقی مستقبل پر کیا پڑے گا، میں یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا

www.abulhasanalinadwi.org

مذہب بہت سے دوسرے مذاہب کے برخلاف بہت جلد متأثر ہوتا ہے اور بہت زیادہ متأثر کرتا ہے، اور یہ اس کا نتیجہ ہے کہ وہ ایک زندہ اور ذی شعور مذہب ہے، زندہ ہستی متأثر بھی ہوتی ہے اور مؤثر بھی، جو وجودِ زندگی کھو چکا ہوتا ہے، یا زندگی کے میدان سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، وہ نہ متأثر ہوتا ہے اور نہ مؤثر، ہم اپنے مذہب کے لئے یہ پوزیشن قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ دنیا چاہے جتنی ہی بدل جائے، زندگی کے چاہے کیسے ہی نقشے بنیں، نئی نسلوں کو ڈھالنے کے لئے کیسے ہی سانچے تیار ہوں، ہمارے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہم بدستور مذہبی فرائض ادا کرتے رہیں گے، اور انسان اور خدا کا رشتہ اسی طرح قائم رہے گا، ہمارا مذہب ایک پورا نظامِ حیات ہے، وہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے متعیّن ہدایات اور احکام دیتا ہے، اس لئے ہمیں ہر ملک اور ہر دور میں چوکنّا رہنا چاہیئے اور یہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ کیا ہمیں اپنے ذہنی، اخلاقی اور روحانی نشو و نما کے لئے مناسب فضا اور سازگار ماحول میسّر ہے یا نہیں، اور ہماری آئندہ نسلیں صحیح معنوں میں مسلمان رہ سکیں گی یا نہیں؟

پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ اسلام صرف چند رسوم اور تقریبات کا نام نہیں، چند عبادات تک بھی محدود نہیں، بلکہ یہ مکمّل زندگی گزارنے کا طریقہ اور کامل دین ہے، ایک مختصر جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقل تہذیب ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اسلام کا کوئی مخصوص طرزِ زندگی اور اس کی کوئی مستقل تہذیب نہیں، لہٰذا دوسری قومیں اور دوسرے ممالک کے لوگ اسلام قبول کریں تو اسلامی عقائد کو لے لینا ہی کافی ہے، تہذیبی اقدار کو لینے اور اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ غیر اسلامی طرزِ فکر ہے، اسلام کو اصرار ہے کہ عقائد و اعمال کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا مخصوص طرز زندگی بھی اپنایا جائے، قرآن وسنّت سے منصوص طریقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ایک خاص طرح کی زندگی اور خاص طرح کی معاشرت چاہتا ہے، اسلام میں سونے جاگنے، کھانے پینے سے لے کر عائلی قانون، نکاح وطلاق اور وراثت تک کے متعین ضوابط واحکام ہیں، اور اسلام کا مطالبہ ہے کہ انھیں کے مطابق زندگی گزاری جائے اس کی خلاف ورزی نہ ہو، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بڑی باتوں سے لے کر انتہائی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں تک کی تعلیم دی اور صحابہ کرامؓ نے انھیں سیکھا اور برتا۔

پورے نصاب تعلیم کی تبدیلی اور ایک نئی تاریخ کی وضع وتدوین تو بڑے وسیع اور انقلاب انگیز منصوبے ہیں، رسم الخط (SCRIPT) کی تبدیلی ہی قدیم تہذیبی، علمی اور مذہبی سرمایہ سے رشتہ ختم کر دینے اور ان سے بیگانہ بنا دینے کے لئے کافی ہے، آرنلڈ ٹوآئن بی (ARNOLD TOYNBEE) نے جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی اور مؤرخ ہے، لکھا ہے کہ "اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط (SCRIPT) بدل دینا کافی ہے"۔ رسم الخط کی تبدیلی سے قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی، پھر جس طرف چاہو اس کو لے جاؤ، جو چیز کسی ملّت کو اس کے ماضی سے، اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے کلچر سے ملاتی ہے وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا نسل بدل گئی، آج ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے، فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، آج سے ۶۰۔ ۷۰ سال پہلے لسان العصر اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا تھا ؎

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے

دل بدل جائیں گے، تعلیم بدل جانے سے

اور اس سے زیادہ لطیف انداز میں انھوں نے اس حقیقت کو اپنے مشہور شعر میں بیان کیا ہے ؎

یوں قتل سے بچّوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ان کے ذہن میں کالج کا وہ تصوّر رہا ہوگا جس میں صرف قبطی زبان پڑھائی جاتی ہو، اور ایسی تاریخ جس میں فراعنہ کی الوہیت، ان کے غیر محدود و غیر مشروط اختیارات اور مصر کی دوسری نسلوں اور قوموں (بنی اسرائیل اور بیرون مصر سے آئی ہوئی قوموں) کی تحقیر آمیز تصویر اور نفرت انگیز تاریخ پیش کی گئی ہو۔

زبان اور رسم الخط کے بدل جانے اور ثقافتی و تعلیمی انقلاب سے کسی ملک میں جو عظیم و عمیق انقلاب آسکتا ہے، اور وہ ملک اگر اپنے عقائد، تہذیب و تمدّن، علمی اشتغال و کمال، مساجد و مدارس کی کثرت و شان و شوکت کے لحاظ سے کسی خالص قدیم الاسلام (اسلامی تمدّن اور عربی زبان کے حامل) کی حیثیت سے کسی قدیم اور خالص اسلامی ملک سے کم نہیں تھا، لیکن وہاں زبان اور رسم الخط کے بدل جانے اور دینی تعلیم موقوف کئے جانے کی وجہ سے وہ عقیدہ، عمل، زبان، اور تمدّن و ثقافت کے لحاظ سے بالکل خالص غیر اسلامی ملک بن گیا۔ تو وہ اندلس (اسپین) ہے، جس کے انقلاب حال کے لئے علاّمہ اقبالؒ کا یہ مصرعہ کافی ہے۔ ؏

اس کی فضا بے اذاں، اس کی زمیں بے سجود

www.abulhasanalinadwi.org

اسپین میں ایسے روحانی پیشوا، علومِ اسلامیہ اور عربی زبان میں کمال رکھنے والے اور علوم اسلامیہ میں ایسی مجتہدانہ تصنیفات، مستند و معیاری کتب حدیث کی شرحیں لکھنے والے پیدا ہوئے، جن کی نظیر ہر عربی اللسان اور پیرو اسلام ملک میں بھی نہیں مل سکتی لے

مذہب مالکی جو اندلس کا عمومی اور اکثریتی طبقہ کا فقہی مذہب تھا، اس کی پیروی اس ملک میں ایسی تھی کہ اس دور میں مذہب مالکی کا یہ فتویٰ اور فیصلہ تھا "عمل اھل قرطبۃ حجۃ" (اہل قرطبہ کا عمل بھی ایک شرعی دلیل ہے) اہلِ علم جانتے ہیں کہ مذہب مالکی کا یہ حکم اور فتویٰ اصلاً مدینہ طیبّہ کے لئے تھا، اور اس کا یہ درجہ تھا کہ فقہ مالکی کا یہ فیصلہ ہے کہ "عمل اھل المدینۃ حجۃ" (اہل مدینہ کا عمل ایک شرعی دلیل اور معیار ہے) صدیوں سے یہ سرزمین اور پورا ملک جو دین کا نہ صرف پیرو بلکہ علمبردار، علوم اسلامیہ کا نہ صرف حامل بلکہ اس میں مجتہدانہ درجہ رکھنے والا تھا، اور جس کی سرکاری اور عوامی زبان عربی تھی، اس کی فضا یکسر بے اذان ہے اور اس کی مساجد تک (جن کی نظیر بڑے بڑے اسلامی ممالک میں بھی مشکل سے ملے گی) رکوع و سجود سے محروم ہیں۔

حضرات! اب اس داستان کو جس میں شکوہ و شکایت کا حصّہ زیادہ ہے،

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علاّمہ کُرد علی کی کتاب عربی میں "غابر الاندلس وحاضرھا"، اُردو میں "عبرت نامۂ اندلس"، جلد اول و دوم، مصنفہ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی، ترجمہ: مولوی عنایت اللہ دہلوی ناظم دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی، مطبوعہ بستان ادب لاہور، پاکستان نیز اخبار الاندلس از مولوی خلیل الرحمٰن صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

مختصر کرتے ہوئے کہوں گا کہ ایک آزاد جمہوری حکومت کا جس کی بنیاد خالص حب الوطنی رضا کارانہ جذبۂ خدمت، اور اس مشترک جنگ آزادی پر پڑی ہو، جس میں ملک کے تمام شہری، اور اکثریت و اقلیت کے افراد دوش بدوش شریک رہے ہوں، سب سے عظیم و مقدّس فرض یہ ہے کہ اس کی آبادی کے تمام عنصر اور اس کے مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو اس ملک میں اپنے اور اپنی نسل کے تحفظ کا پورا احساس اور مکمّل اطمینان ہو، کسی حکومت کی ناکامی اور دستور کی خامی کی اس سے بڑھ کر مثال نہیں ہو سکتی، کہ اس ملک کا کوئی شہری تحفظ کے احساس سے محروم ہو، اور واضح رہے کہ ایک حقیقت پسند انسان کی حیثیت سے میں جب تحفظ کا لفظ بولتا ہوں، تو اس سے مراد جسمانی و معنوی، نسلی و اعتقادی ہر طرح کا تحفظ ہوتا ہے کہ محض جسمانی تحفظ، جسم و جان کی سلامتی، اور قتل و غارت گری سے حفاظت پر کوئی باشعور، باضمیر، صاحب عقیدہ، اور صاحب تہذیب جماعت قانع اور مطمئن نہیں ہو سکتی، ایسا تحفّظ تو جنگل کے بعض جانوروں اور پرندوں کے لئے بھی کیا جاتا ہے، اور وقتاً فوقتاً ان کی نسل و نوع کی حفاظت کے لئے سخت قوانین بنائے جاتے ہیں، مجھے معاف کیا جائے، مسلمانوں کا معیار اس بارے میں اور زیادہ بلند، اور ان کی حس اس سلسلہ میں اور زیادہ تیز ہے، اس کا تعلّق ان کے مذہبی معتقدات، ان کے اصولِ زندگی، اور ان کے اس فہم و فکر اور نقطۂ نظر سے ہے، جو دین و دنیا، فوز و فلاح، فرد و جماعت کی کامیابی و سعادت کے بارے میں وہ رکھتے ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ ایک طرف اس ملک کے مسلمان آئینی جد و جہد کے تمام طریقوں سے کام لے کر، اور اجتماعی عزم و فیصلہ کی پوری طاقت سے اس ملک میں اپنے لئے حقیقی اور کامل تحفظ کی فضا پیدا کریں جس کے بغیر (مجھے کہنے کی اجازت دی جائے) وطن وطن نہیں غربت

www.abulhasanalinadwi.org

ومسافرت ہے، آزادی آزادی نہیں غلامی ہے، اور گھر چمن نہیں، قید خانہ اور قفس ہے،
اس سلسلہ میں ایثار و قربانی اور خطر پسندی کی بھی ضرورت ہے، کہ حکومت کی امداد سے جو
ان مطالبات اور تغیرات کے ساتھ مشروط ہے پورے استغناء اور توکل اور اعتماد
علی اللہ کے ساتھ معذرت کر دی جائے اور اس کو قبول نہ کیا جائے۔

دوسری طرف حکومت کو بھی اپنے رویہ اور اس رجحان پر نظر ثانی کرنی چاہیئے جو نجی تعلیمی اداروں کو ختم کرنے، اور مختلف فرقوں اور اقلیتوں کو ان کی آزادی اور بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے کی شکل میں جو دستور ہند نے ان کو دیئے ہیں، نمایاں ہو رہا ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے دستور ہند میں تبدیلیوں کا خطرناک قدم بھی اٹھایا جا چکا ہے، اور اس طرح اقلیتوں کے لئے وہ آخری پناہ گاہ بھی ختم ہو رہی ہے، جو کسی دستوری اور جمہوری ملک میں پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ملک کے آزاد و اقلیتی اداروں بلکہ مذہبی تعلیم گاہوں کو بھی سرکاری تعلیمی پالیسی اور اکثریت کے اعتقادات و روایات اور مذہبی نشانات کا پابند بنانے کے عزائم و اعلانات کا اظہار ہو چکا ہے، سرکاری اداروں، کالجوں اور اسکولوں میں ہندو دیو مالا (HINDU MYTHOLOGY) پر مبنی کتابیں بھی نصاب میں داخل کی جا رہی ہیں، اس سے بڑھ کر یہ کہ ان تعلیم گاہوں میں جن میں مسلمان بچے بڑی تعداد میں تعلیم پاتے ہیں وندے ماترم کا گیت پڑھنا ضروری قرار دیا جا رہا ہے، جو اسلامی نقطۂ نظر بلکہ عقائد کے لحاظ سے واضح اور طاقتور مشرکانہ گیت ہے، سامعین کی معلومات کے لئے اس کا ترجمہ اردو میں پیش کیا جا رہا ہے۔

"تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے، تو ہی میرا باطن ہے تو ہی

میرا مقصد، تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے، تو ہی بازوؤں کی قوت، دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے، تیری ہی محبوب مورتی ہے، ایک ایک مندر میں، تو ہی دُرگا دس مسلح ہاتھوں والی، تو ہی کملا ہے، کمل کے پھول کی بہار، تو ہی پانی ہے، علم سے بہرور کرنے والی، میں تیرا غلام ہوں غلام کا غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں، اچھے پانی، اچھے پھلوں والی مری ماں، میں تیرا بندہ ہوں، میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں"

پھر ہندوستان کی تصویر کے سامنے سر جھکانے اور پھول چڑھانے کا ضابطہ بھی نافذ کیا جارہا ہے، یہ ملک کو ایسی خطرناک منزل کی طرف لے جانے کا اقدام ہے جس کے تصوّر سے ایک محبّ وطن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہوجاتی ہے، انھیں خطرات کی نشان دہی، انھیں حقائق کو واضح اور دلنشیں کرنے اور انھیں مقاصد کے حصول کے لئے آخری جد وجہد کرنے کی خاطر یہ دینی تعلیمی کونسل وجود میں آئی، اس خطرہ کا واضح طور پر احساس سب سے پہلے قاضی محمّد عدیل عبّاسی صاحب (علیگ) کو ہوا جو ایک ممتاز نیشلسٹ اور کانگریسی مسلمان تھے، یو. پی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ بستی کے اہم رکن و عہدیدار بھی، ڈسٹرکٹ بورڈ کے اندر رہتے ہوئے اور خاص طور پر ایجوکیشن کمیٹی کے عرصہ تک چیرمین رہنے کی وجہ سے، اور پھر اپنی وسیع واقفیت، حقیقت پسندانہ ذہن اور اسلامی ضمیر واحساس کی وجہ سے انھوں نے اس خطرہ کو نہ صرف یہ کہ جلد ہی بھانپ لیا بلکہ یہ ان کے ذہن و اعصاب پر ایسا مستولی ہوگیا کہ انھوں نے اپنی پوری توانائی اور اپنی تمام ذہنی صلاحتیں اس پر مرکوز کردیں، وہ عرصہ تک اپنے ضلع کے حدود ہی میں خطرہ کا مقابلہ اور مکاتیب و

www.abulhasanalinadwi.org

مدارس قائم کرنے کا کام خاموشی سے کرتے رہے، ان کو ایک ایسا چٹکلہ ہاتھ آگیا جس سے وہ عام چندہ سے بڑی حد تک مستغنی ہو گئے، یہ چٹکلہ چٹکی فنڈ تھا، انھوں نے یہ تحریک چلائی کہ ہر گھر میں کھانا پکاتے وقت ایک مٹھی آٹا ایک ہانڈی میں جو اس کے لئے مخصوص کر دی جائے، ڈال دیا جایا کرے اسی کو فروخت کر کے مقامی مکتب میں خرچ چلایا جائے، وہ اسی دائرہ کے اندر عرصہ تک محدود ہو کر کام کرنا چاہتے تھے، لیکن جب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مرحوم، راقم سطور اور بعض دوسرے دوستوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ یہ مسئلہ آیا تو ہم نے ان سے اصرار کیا کہ وہ اپنے اس دائرہ سے باہر قدم نکالیں، اور اس کو کم سے کم صوبائی پیمانہ پر انجام دینے کی کوشش کریں۔

ہماری گفتگوؤں کے بعد وہ اس پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے ۳۰ر ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۹ء کی تاریخوں میں بستی میں ایک صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس بلائی جس میں انھوں نے صرف صوبہ ہی نہیں بلکہ صوبہ کے باہر سے بھی ممتاز مسلمان دانشوروں، تعلیمی مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں، قومی، ملّی کارکنوں اور تنظیموں کے سربراہوں کو بلایا، اس کے بعد مختلف و متعدد اہم مقامات میں اس کے سالانہ اجلاس (کانفرنسیں) ہوتے رہے جس میں اب علی گڑھ کا یہ شہرہ آفاق تعلیمی و ثقافتی شہر شامل ہے، جس نے ایک تاریخ ساز رول ادا کیا ہے[1]۔

---

[1] قاضی محمد عدیل عباسی صاحب کو ایک سرگرم رفیق و معاون ظفر احمد صدیقی صاحب علیگ ایڈوکیٹ سیتاپور کی شکل میں مل گیا جنھوں نے اپنا کامیاب پیشہ وکالت ترک کر کے اور سیتاپور سے لکھنؤ منتقل ہو کر اپنی پوری زندگی اور توانائیاں مسلمانوں کی دینی تعلیم کے مسئلہ اور دینی تعلیمی کونسل کے لئے وقف کر دیں، اور ایک سپاہی و رضاکار کے انداز میں سب کشتیاں جلا کر ایسے مسئلہ کے

(باقی صفحہ ۱۳۴ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! جو قوم خود فیصلہ نہیں کرسکتی، دنیا کی ساری تدبیریں، حکمت و سائنس بلکہ طاقت و سلطنتیں بھی اس قوم کی مدد نہیں کرسکتیں، جن قوموں نے اپنے ضمیر کے ساتھ اپنے عقیدے، اور اپنے ایمان کے ساتھ، ان اصولوں کے ساتھ جوان کو جان سے زیادہ عزیز تھے باقی رہنے کا فیصلہ نہیں کیا، ان کا نام حرف غلط کی طرح لوح جہاں سے مٹا دیا گیا، دنیا جس کو تاریخ کہتی ہے، یہ سلطنتوں کی تاریخ نہیں ہے، تہذیبوں کی تاریخ نہیں ہے، علم و دانش کے ترقی و فروغ کی تاریخ نہیں ہے، ذہانتوں کی تاریخ نہیں ہے، ایک جملہ میں یہ انسانی فیصلوں کی تاریخ ہے، فیصلوں نے سلطنتیں قائم کی ہیں اور مٹا دی ہیں، فیصلوں نے تہذیبیں پیدا کی ہیں اور تہذیبوں کا گلا گھونٹ دیا ہے، فیصلوں نے قوم کو دنیا کے ایک سرے سے اٹھا کر دنیا کے دوسرے سرے پر پہنچا دیا ہے، اور عزم و فیصلہ کی عدم موجودگی نے جیتی جاگتی دوڑتی، بھاگتی، زندہ اور توانا قوم کو بے جان مجسّموں کی طرح باقی رکھا اور مُردوں کی طرح دفن کر دیا۔

نشاں یہی ہے زندہ قوموں کا   کہ صبح و شام بدلتی ہیں انکی تقدیریں

(صفحہ ۱۳۱ کا بقیہ)

آستانے پر آکر پڑ گئے جوان کے نزدیک مسلمانوں کی موت و حیات کا مسئلہ تھا، اس دینی تعلیم کے مسئلہ کے علاوہ وہ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے غالباً سب سے بڑے وکیل و ترجمان اور اس کے لیے سینہ سپر تھے، ۲۴ راکتوبر ۱۹۸۰ء کو انھوں نے جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ اس مخلصانہ اور رضاکارانہ خدمت کے سلسلہ میں مولانا محمود الحسن عثمانی صاحب کا نام لینا بھی مناسب بلکہ ضروری ہے جنھوں نے اپنی زندگی کے آخری سال دینی تعلیمی کونسل کی خدمت و تبلیغ اور اس کی تنظیم و اشاعت میں گزارے اور اسی مشغولیت میں انھوں نے ۵ رنومبر ۱۹۸۵ء کو وفات پائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کمال صدق و مروت ہے زندگی انکی　　معاف کرتی ہے فطرت بھی انکی تقصیریں

خودی کے مرد خود آگاہ کا جمال و جلال　　کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے

ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

جنوبی ہند کا ایک خوشگوار اور مفید سفر

عرصہ سے منگلور اور بھٹکل سے (جہاں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فضلاء اور دارالعلوم میں تعلیم پانے والے طلباء کی ایک ایسی تعداد پائی جاتی ہے جو مشکل سے کسی دور دراز علاقہ کے فضلاء و طلبہ کی ہوگی) ان اطراف میں آنے اور کچھ وقت گزارنے کا بڑا مطالبہ اور اصرار تھا، ادھر منگلور میں (جہاں سے بذریعہ کار اور اب کچھ دنوں سے بذریعہ ٹرین بھی بھٹکل جانے کا آرام دہ راستہ ہے) بعض ہوش مند اور دردمند اصحاب کی طرف سے جو اس وقت کے ذرائع ابلاغ کے انتشار انگیز اور مخالف دین و اخلاق کردار سے واقف ہیں ملّی مفاد کے لئے ایک آزاد، ذہن ساز اور حامی دین میڈیا قائم کرنے کا منصوبہ تھا ان میں کے بعض سر برآوردہ اصحاب لکھنؤ آئے اور انھوں نے راقم اور اس کے عزیز معاون و رفیق کار مولوی سید محمد رابع ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کو منگلور آنے کی پرزور دعوت دی اور ہوائی جہاز سے آمد و رفت کے انتظامات کئے، سفر کی اس افادیت اور ان کے اصرار سے پروگرام منظور کر لیا گیا اور راقم اور عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی اور رفیق سفر حضرت حاجی عبدالرزاق رائے بریلوی کے لئے لکھنؤ سے منگلور تک ۱۷ مئی کے جہاز میں رزرویشن ہوگیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

منگلور جانے کا ایک محرک وہاں ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب سے (جن سے پہلے سفر میں طبّی فائدہ اٹھایا گیا تھا) رجوع کرنے کا خیال بھی سفر کا ایک محرک نہیں تو موید ضرور تھا، پھر سب سے بڑھ کر یہ خیال کہ ذرائع ابلاغ (میڈیا) کا منفی و تخریبی اثر بڑھتا جا رہا ہے اور اب انٹرنیٹ (INTERNET) نے اس میں اور بھی اضافہ کر دیا اور اب گھر گھر اس کی آواز اور مختلف المقاصد و الاثرات خیالات پہنچائے جا رہے ہیں[1]۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میڈیا کے قائم کرنے والے کنڑ زبان میں ایک روزنامہ بھی نکالنا چاہتے ہیں جو ایک طرف سچّائی، انسانی حقوق، اخوت و بھائی چارگی، انصاف اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کا حامل ہو، دوسری جانب اتنا معیاری ہو کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی بڑی تعداد میں اس کو خرید کر پڑھیں، تاکہ یہ اخبار دین و ملّت کی بھرپور ترجمانی کر سکے، اور اس کے ذریعہ سماج میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلّق پھیلی ہوئی غلط فہمیاں دور ہوں[2]۔

۱۸ر مئی ۱۹۹۸ء کو میڈیا کا افتتاحی جلسہ ہوا، جس میں منگلور کے بہت سے سربرآوردہ اشخاص اور دین سے دلچسپی رکھنے والے تعلیم یافتہ اصحاب شریک ہوئے،

---

[1] یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ فرقۂ قادیانیہ نے بھی انٹرنیٹ قائم کیا ہے اور اس سے وہ اپنے عقائد و خیالات گھروں تک میں پہنچا رہے ہیں۔ [2] اس کے خاص محرک عبد السلام صاحب (ABDUS SALAM PUTHIGE) ہیں (جو ایک رولنگ شٹرس کی فیکٹری کے مالک ہیں) اور میڈیا سنٹر کے نام سے جو ادارہ چل رہا ہے اس کے بانیوں میں ہیں، کنڑ اردو اور انگریزی کے اچھے رائٹر بھی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

راقم نے قرآن کی یہ آیت پڑھی جو اس وقت بالکل القائی معلوم ہوتی تھی۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(سورہ ابراہیم آیت ۵۲)

یہ انسانوں کے لئے ایک پیام ہے اور اس لیے بھیجا گیا ہے کہ لوگوں کو خبردار کیا جائے اور وہ معلوم کرلیں کہ ان کا معبود ایک معبود ہے، نیز اس لئے کہ سمجھ والے اس سے نصیحت پکڑیں۔

اس آیت کی روشنی میں مقرر نے بلاغ و تبلیغ اور اعلام کی اہمیت و تاثیر اور اس کے مفید و مضر اثرات پر روشنی ڈالی، اور توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ خود اس ابلاغ و تبلیغ اور اطلاع و تاثیر کو صحیح محل پر اور صحیح مقصد کے لئے استعمال کرنے کی ترغیب و تاکید فرما رہا ہے کہ یہی اس کا صحیح محل اور صحیح استعمال ہے، پھر اس اعلام و اخبار اور بلاغ و تبلیغ کے غلط مقاصد اور غلط محل و مقام پر استعمال کرنے کے گمراہ کن، فساد انگیز اور خطرناک مقاصد و نتائج پر روشنی ڈالی گئی، اور یہ کہ آج ترقی یافتہ دنیا اور اس کے زیادہ سے زیادہ وسائل کے حامل و مالک اس سے کیا غلط اور خطرناک، مخرب اور مضل نتائج و فوائد حاصل کر رہے ہیں، ضرورت ہے کہ اس کے متوازی، صحیح المقاصد ادارے اور نظامِ ابلاغ و اطلاع اسلامی ممالک میں قائم ہوں، اور صحیح لائن پر ذہن سازی اور اصلاح و تعمیر کردار کا کام کیا جائے۔

منگلور میں سید محمد بیری صاحب کی کوٹھی پر قیام رہا، جو کرناٹک صوبہ کے ٹاپ کے بلڈر ہیں اور کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، ندوہ کو بھی انھوں نے ایک فلیٹ بطور عطیہ

www.abulhasanalinadwi.org

دیا ہے جہاں ہمارا قیام رہا، ان کے علاوہ جناب محتشم عبد الغنی صاحب اس قیام میں معاون ورہبر رہے، وہ بھٹکل کے رہنے والے اچھّے باوقار تاجر ہیں جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے رکن شوریٰ اور رکن عاملہ ہیں، ندوہ کی مجلس انتظامی کے بھی وہ رکن منتخب ہوئے ہیں اور ابھی حال کے جلسہ میں شریک بھی ہوئے، انجمن حامی مسلمین بھٹکل کے انجینئرنگ کالج کے ذمہ داروں میں سے بھی ہیں۔

منگلور کے اس سفر کا ایک خاص محرک اور مقصد ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب سے ملاقات اور استفادہ بھی تھا جو اصلاً کیرالا کے رہنے والے ہیں، بیرونی ممالک کے بڑے قابل (QUALIFIED) ڈاکٹر اور (UNIT HOSPITAL) کے مالک ہیں، اس اسپتال میں (اس کی شاندار بلڈنگ کے علاوہ) ہندوستان میں پائے جانے والے ممتاز ترین اور نادر آلات ہیں، طبی امداد، معائنہ اور عمل جرّاحی کے علاوہ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب کے کمرہ میں خاص طور پر انگریزی کی دعوتی و دینی کتابیں رہتی ہیں جن میں راقم کی کتاب تاریخ دعوت وعزیمت کا انگریزی ترجمہ (SAVIOURS OF ISLAMIC SPIRIT) نمایاں نظر آتا تھا، ڈاکٹر صاحب خود ان کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، بہت سے مقامات ان کے ذہن میں تازہ ہیں اور اسپتال میں آنے جانے والے صاحب ذوق اور صاحب صلاحیت لوگوں کو مطالعہ کا بھی مشورہ دیتے ہیں، راقم نے ماہرین فن خاص اور مشہور لوگوں میں ایسا صاحب ذوق اور دعوتی جذبہ رکھنے والا کم دیکھا ہے۔

ان کے علاوہ عبد السلام صاحب کاٹیگے (KUTTIGE) جو ایک اچھے سوشل ورکر اور میڈیا سنٹر کے بانیوں میں ہیں اور کنٹر، اردو اور انگریزی کے اچھّے رائٹر ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

اور یٰسین صاحب جو کنڑ کے اچھے صحافی اور اچھے ایڈمنسٹریٹر ہیں قابلِ ذکر ہیں۔

منگلور میں قیام اگرچہ دو دن رہا، مگر پورا شہر امنڈ آیا مسجد نور میں بعد نماز عصر تقریر بھی ہوئی، یہاں سے فراغت کے بعد ۱۹؍مئی ۱۹۹۶ء کو بھٹکل کے لئے بذریعہ کار روانگی ہوئی، جہاں جامعہ اسلامیہ اور قصبہ کا عربی النسل اور اسلامی الفکر طبقہ چشم براہ اور آمادۂ استقبال تھا۔

منگلور میں دل بستگی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہاں ہمارے خاندان (حسنی سادات خاندان عَلَمُ اللّٰہی رائے بریلوی) کے ایک عالی مرتبہ شیخ اور داعی الی اللہ مولانا سیّد ابو اللیث صاحب (جو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے حقیقی ماموں تھے) یہاں مدفون ہیں، یہ مقام (منگلور) پہلے کوڑیال بندر کہلاتا تھا اور ٹیپو سلطان اور ان کے خاندان کی سلطنت یہاں تک پھیلی ہوئی تھی، کتاب میں یہ بات پہلے آچکی ہے کہ اس خاندان کا عقیدت و بیعت کا تعلق سید صاحب ہی کے خاندان، آپ کے نانا حضرت سیّد شاہ ابو سعیدؒ (خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ) اور آپ کے ماموں حضرت سیّد شاہ ابو اللیث صاحب سے تھا، غالباً اسی تعلق اور ربط کی بنا پر اور ارشاد و تربیت کے جذبہ سے آپ نے سفر حج کی واپسی پر ہندوستان کے اسی ساحل پر اترنا پسند کیا اور یہیں ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ء) کو وقت موعود آگیا۔[1]

صحیح رہبر نہ ہونے اور وقت کی کمی کی وجہ سے ہم مزار پر حاضر نہ ہوسکے، جو غالباً بعید فاصلہ پر بھی ہے، ایک جگہ سے سمندر کے ساحل کا تماشا دیکھا۔

---

[1] "نزہۃ الخواطر" جلد ہفتم از مولانا حکیم سید عبد الحی صاحبؒ۔

www.abulhasanalinadwi.org

بھٹکل کا سفر

بھٹکل (جہاں اس سے پہلے کئی بار جانا ہوا) عربی النسل، شافعی المذہب مسلمانوں کا قدیم مسکن ہے، جو غالباً کسی قدیم زمانہ میں (ممکن ہے تیسری چوتھی صدی ہجری میں) کسی عرب مسلمان حاکم کی مخالفت اور ایذا رسانی کی بنا پر ترک وطن کر کے ہندوستان کے اس ساحلی مقام پر آکر آباد ہو گئے، اس قطعہ میں اس وقت ان کی آبادی ۲۵ ہزار بتائی جاتی ہے، انھوں نے اپنی بہت سی تہذیبی، معاشرتی اور مذہبی خصوصیات باقی رکھی ہیں، اور ان کا لباس، تہذیب اور حلیہ واحد اور متشابہ ہے، زبان بھی کنٹر ہے، قصبہ میں متعدد وسیع مساجد ہیں۔

آج سے تقریباً ۳۵، ۳۶، سال پہلے ان کو بھٹکل میں ایک دینی تعلیم گاہ قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا جہاں عربی کی تعلیم دی جائے (جو یہاں کی مسلم آبادی کی قدیم زبان تھی) یہاں کے بیدار اور سر برآوردہ لوگوں نے ندوۃ العلماء سے (جس سے تعلق خاص طور پر محی الدین منیری صاحب کے ذریعہ سے قائم ہوا تھا جو لکھنؤ آئے تھے اور کچھ دن قیام و استفادہ بھی کیا تھا) رابطہ قائم کیا، اس وقت کے دار العلوم کے ذمہ داروں نے اس کی پوری ہمت افزائی اور خیر مقدم کیا اور اس وقت ندوہ کے ایک فاضل مولوی عبد الحمید ندوی صاحب کو اس کے انتظام اور رہنمائی کے لئے بھیج دیا، جنھوں نے یہاں رہ کر ادارہ کی تنظیم اور ترقی کا کام انجام دیا اور یہاں عربی کی ایک اچھی تعلیم گاہ قائم ہو گئی، جس میں ندوۃ العلماء کا نصاب پڑھایا جاتا ہے، اسی کی رہنمائی اور سرپرستی میں یہ جامعہ مولوی عبد الحمید ندوی کی وفات کے بعد بھی چلتا رہا، اب اس ادارہ نے خاصی ترقی

www.abulhasanalinadwi.org

کی ہے، وہ ایک وسیع احاطہ میں قائم ہے، جہاں تعلیم گاہ کی شاندار عمارت (جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مرکزی عمارت کی یاد دلاتی ہے) کتب خانہ، مہمان خانہ اور وسیع وشاندار مسجد ہے، کتب خانہ میں سولہ ہزار کتابیں بتائی جاتی ہیں، جن میں بعض نادر عربی مطبوعات (الرسالۃ اور المنار مصر وغیرہ کے مکمل فائل) موجود ہیں، جو بڑی قیمت دے کر خریدے گئے ہیں، المنار کے ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۱ء) کے فائل میں راقم کا پہلا عربی مضمون جو مصر اور المنار جیسے مقتدر رسالہ میں شائع ہوا حضرت سید احمد شہیدؒ کی دعوت وتحریک پر تھا، اس وقت راقم کی عمر ۱۶، ۱۷ سال کی تھی، عام طور پر اساتذہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل ہیں، اس لئے یہاں آکر مطلق اجنبیت اور مسافت کا احساس نہیں ہوا، بلکہ یہ محسوس ہوتا رہا کہ ہم گویا دارالعلوم ہی میں ہیں، اساتذہ میں خاص طور پر مولوی محمد الیاس ندوی (مصنّف کتاب "ٹیپو سلطان شہید") سے اتحاد ذوق کی بنا پر خاص موانست رہی، ذمہ داروں اور منتظمین میں سے ناظم جامعہ وصدر مجلس انتظامی ڈاکٹر ملپا علی صاحب سے دل بستگی رہی اور تفصیلی گفتگو کا موقع ملا۔

جامعہ میں قیام ومشغولیت کے ساتھ قصبۂ بھٹکل سے بھی رابطہ قائم رہا اور ایک بار ساحل سمندر کی سیر کرنے کا بھی موقع ملا، جو بہت خوش منظر اور نظر افروز مقام ہے، مولوی سیّد محمد رابع ندوی کے بھی متعدد خطابات ہوئے، راقم نے جمعہ کی نماز قصبہ کی جامع مسجد میں ادا کی اور وہاں تفصیل واطمینان کے ساتھ خطاب کیا، ان اساتذہ اور کارکنان جامعہ کے علاوہ جن سے قدیمی ربط تھا اور جن میں عزیزی مولوی ناصر الاسلام ندوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جن کے یہاں محلہ شیرالی میں راقم کا کئی کئی ہفتہ قیام رہا اور وہاں راقم اپنے بعض علمی وتحقیقی کام کرتا رہا، اور خلیفہ مولوی عبدالعزیز ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

بھٹکل کے علاوہ جو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مدرس ہیں اور اس سفر میں ہمارے رفیق اور معاون تھے اساتذہ وطلباء اور فضلائے جامعہ سے رابطہ اور مجالست رہی، انہی دنوں میں مولوی محمد غزالی ندوی حج سے فارغ ہوکر بھٹکل آگئے، یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ محب محترم مظفر کولا صاحب (جو دبئی کے بڑے تاجروں میں ہیں) اپنے وطن بھٹکل آئے ہوئے تھے اور برابر ساتھ رہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے بھٹکل اور جامعہ کے قیام میں کوئی اجنبیت اور بے گانگی محسوس نہیں ہوئی، قیام بھی پانچ دن رہا جن میں قصبہ اور اہلِ قصبہ سے برابر ربط وتعلّق رہا، دارالعلوم کے بعض موجودہ طلباء بھی آگئے تھے، جن کی وجہ سے موانست اور راحت رہی۔

پانچ دن کے قیام کے بعد ۴ ۲ر مئی کو منگلور سے بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی پہنچے اور حسب معمول اپنے محبّ خاص غلام محمد صاحب مالک بمبئی آندھرا ٹرانسپورٹ کمپنی کے دولت خانہ سہاگ پیلس واقع مدن پورہ بمبئی میں قیام رہا اور آرام کرنے اور کچھ لکھنے پڑھنے کا موقع ملا اور متعارفین احباب سے برابر اختلاط رہا اور کئی جگہ حاضری اور خطاب کی بھی نوبت آئی۔

بمبئی سے لوناوالا (LONAVALA) جانا ہوا (جو پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک شاندار قصبہ بلکہ شہر ہے) اور محترمی الحاج عبدالکریم پٹیل صاحب کی شاندار اور پرفضا کوٹھی میں قیام رہا، علاقہ کے بالائی کوہستانی حصّہ میں بھی جانا ہوا، آب وہوا کے لحاظ سے مقام معتدل اور راحت کا پورا سامان تھا، عزیزی مولوی عبدالحمید ندوی نے بھی رفاقت اور موانست کی۔

لوناوالا سے پونا قریب تر ہے، وہاں سے بذریعہ کار پونا جانا ہوا، جہاں رابطہ

www.abulhasanalinadwi.org

ادب اسلامی کے جلسہ کا اعلان ہوچکا تھا اور علمی و ادبی حلقوں کو دعوت نامے بھیجے جاچکے تھے، راقم اپنے رفیق حاجی عبدالرزاق کے ساتھ پونہ کے لئے روانہ ہوگیا، اس وقت تک رابطۂ ادب اسلامی کے سکریٹری اور ذمہ دار مولوی سید محمد رابع ندوی کی آمد یقینی نہیں تھی، ان کو دہلی سے بمبئی کے لئے ہوائی جہاز میں سیٹ نہیں مل سکی تھی، پھر انھوں نے براہ راست پونہ کے لئے سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کی اور کامیاب ہوئے، وہ اپنے رفیق سفر حاجی شاہد حسین انچارج دفتر نظامت دارالعلوم کے ساتھ ۵ رجون ۱۹۹۸ء کو پونہ پہنچ گئے اور راقم کے ساتھ ہی محبی پروفیسر انیس احمد چشتی صاحب کے مکان واقع کوثر باغ پونہ میں مقیم ہوئے۔

رابطہ ادب اسلامی کا اجلاس پونہ

پونہ میں نماز جمعہ کوثر باغ کی مسجد میں ادا کی، خطبہ سے پہلے سورۃ "والعصر" کی روشنی میں ان چار بنیادی نکات پر روشنی ڈالی جو "خسر" (خسارہ) سے بچنے کے لئے بطور شرط کے بیان کئے گئے ہیں یعنی ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق (ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنا) تواصی بالصبر حق کی دعوت کے سلسلہ میں جو دشواریاں اور مخالفتیں پیش آئیں ان پر صبر اور استقامت اس طرح یہ سورہ پوری زندگی کے لئے ایک دستورالعمل اور سلامتی و ترقی کا ایک ضابطہ بن گئی، یہاں تک کہ امام شافعیؒ کا یہ قول بعض کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر اس سورہ کے علاوہ کچھ اور نازل نہ ہوا ہوتا تو یہی زندگی بھر کے لئے بطور ضابطہ اور قانون کے کافی تھا۔

نماز کے بعد معلوم ہوا کہ مسجد میں عرب اور سوڈانی طلبہ خاصی تعداد میں موجود

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، اس خیال اور لوگوں کے توجہ دلانے سے ان سے عربی میں کچھ دیر تک خطاب کیا گیا۔

ہفتہ کے روز مورخہ ۶ رجون ۱۹۹۸ئ صبح ۹ بجے سے حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن ٹرسٹ کے شاندار اور وسیع اسمبلی ہال واقع پونہ کیمپ میں عالمی رابطۂ ادب اسلامی کا پندرہواں سیمینار شروع ہوا، جس کا عنوان تھا "تاریخ نویسی کا جائزہ ادب کے تناظر میں"، جو مسلسل دو روز تک جاری رہا جس میں ملک بھر سے آئے ہوئے تقریباً ۵۰ مندوبین نے شرکت کی جو ہندوستان کے مختلف اطراف میں واقع متعدد یونیورسٹیوں اور علمی و تعلیمی اداروں سے آئے ہوئے تھے، اور جن میں متعدد مقالہ نگار حضرات علوم شرقیہ والسنۂ مشرقیہ کے پروفیسر اور کئی اپنے اپنے شعبوں کے چیرمین تھے، ۳۱ مقالے پیش کیے گئے، شہر کے علم دوست حضرات نے بڑے پیمانہ پر شرکت کی، پونہ کے ایک اخبار نے راقم کی تقریر کا خلاصہ اور اس کی روح یہ بیان کی کہ "اصلاح وانقلاب کے لئے "ضرب کلامی" کافی نہیں، "ضرب کلیمی" کی ضرورت ہے، راقم نے اس موقع پر بھی اپنی تقریر کا آغاز علامہ اقبال کے انھیں اشعار سے کیا تھا جو لاہور کے رابطۂ ادب اسلامی کے اجلاس میں پڑھے تھے، جن کا پہلا شعر ہے ؎

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن ٹرسٹ کے احاطہ اور خوبصورت اسمبلی ہال سے منسلک ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے، تقریباً تیس سال پہلے اس احاطہ میں واقع قدیم مسجد کو شہید کر کے نئی عمارت کا سنگ بنیاد بھی راقم کے ہاتھوں رکھا گیا تھا، اب

www.abulhasanalinadwi.org

اسی کو مزید توسیع بخشی گئی ہے اور جدید دو منزلہ عمارت میں تقریباً ساڑھے چار ہزار افراد نماز پڑھ سکتے ہیں، اس گنجائش وسعت کے لحاظ سے اس کا نام مسجد اعظم رکھا گیا ہے، بروز اتوار مورخہ ۷؍جون بعد عصر اس کے افتتاح کی سعادت حاصل ہوئی اور مسجد کے مقام و پیغام پر ایک مؤثر تقریر کا شرف حاصل ہوا۔

دکن مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ میں ایک تقریب

یہ ادارہ آج سے تقریباً ۸۰ سال پہلے مولانا عبدالباری صاحب ندوی کے ہاتھوں اس وقت قائم کیا گیا تھا جب موصوف دکن کالج پونہ میں فلسفہ و تاریخ کے پروفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، اب یہ ادارہ ایک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بن چکا ہے، ادارہ کی طرف سے رابطہ کے سب مندوبین کی خدمت میں ۶؍جون کو لائبریری ہال میں عصرانہ پیش کیا گیا، متعدد مندوبین نے کتب نوادرات، کتب خانہ کی ضرورت و افادیت پر اظہار خیال کیا۔

۸؍جون ۱۹۹۸ء کو دن میں ساڑھے دس بجے حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن ٹرسٹ کے اسمبلی ہال میں عرب طلباء سے خطاب تھا، جلسہ میں بڑی تعداد میں سوڈانی اور یمنی طلبہ شریک ہوئے جو پونہ کی مختلف عصری جامعات اور تعلیم گاہوں میں تعلیم پاتے ہیں بعد میں سوالات کا بھی موقع دیا گیا اور ان کا جواب دیا گیا۔

پیام انسانیت کا جلسہ

اس سفر کی سب سے اہم اور آخری تقریب تحریک "پیام انسانیت" کے اجلاس کی تھی، مرہٹہ چیمبر آف کامرس کے خوبصورت آڈیٹوریم میں یہ اجلاس بروز دوشنبہ

www.abulhasanalinadwi.org

مورخہ ۸؍جون شام کو ٹھیک ساڑھے سات بجے مشہور گاندھیائی فلسفی اور مہاراشٹر اسمبلی کے سابق اسپیکر شری بالا صاحب بھاردوے کی صدارت میں شروع ہوا، شرکاء میں فوج کے اعلیٰ افسران، سابق وزراء اور ایم ایل اے، غیر مسلم سماجی کارکن، یونیورسٹی کے پروفیسرز، ایڈمنسٹریشن کے اعلیٰ افسران، سکھ، پارسی اور عیسائی رہنما، آر ایس ایس کے کارکنان، ہندو طلبہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد شریک تھے، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ کلوز سرکٹ ٹی وی اسکرین کے ذریعہ پورا پروگرام ہال سے باہر مسقّف حصّہ میں دکھایا جاتا رہا۔

اس مؤقّر مجلس سے راقم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ملک کے سامنے سب سے بڑا خطرہ نہ جنگ کا ہے نہ کسی بیرونی طاقت کے حملہ کا، اگر کوئی بڑا خطرہ ہے تو وہ انسان سے انسان کی نفرت کا ہے اس کے پھیلانے اور اس کو روکنے کے لئے محدود سے محدود کوشش بھی اثر انداز ہو سکتی ہے، جیسے کسی صاف شفاف پانی میں ایک چٹکی بھر نمک یا ایک چٹکی شکر ڈال دی جائے تو پورے پانی کا مزا بدل جاتا ہے۔

اس تقریر کے دوران دنیا کی متعدد تباہ شدہ تہذیبوں اور بڑے بڑے ممالک کی تحقیر انسانیت کی مثالیں مستند مؤرخوں کی کتابوں کے حوالہ سے دی گئی کہ کس طرح انھوں نے انسانیت کی قدر نہیں کی اور جبر و تشدّد سے کام لیا، تو ان کی زبردست تہذیبوں اور وسیع مملکتوں پر زوال آگیا، یہاں بھارت کے باشندوں کو للکارا گیا کہ یہ ملک انسانیت کا، محبّت کا، بھائی چارہ کا علمبردار رہا ہے، بیرونی ملکوں میں اس کی شناخت دوستی اور انسانیت کی وجہ سے ہے، یہاں کے لوگوں نے ہم جیسے باہر سے آنے والوں کی پذیرائی کی اور ہمیں یہاں ترقی کے مواقع عنایت کئے، آج بھی اس

www.abulhasanalinadwi.org

بات کی ضرورت ہے کہ نفرتوں کو مٹایا جائے اور انسان کو انسان کا دوست بنایا جائے یہ کیا بات ہے کہ لوگ انسان سے ایسے ڈریں جیسے چیتے بھیڑیئے یا سانپ سے ڈرتے ہیں۔

مجموعی طور پر اس جلسہ اور خطاب کا اچھا اثر پڑا، ریڈیو اور ٹیلی ویژن اور اخبارات نے عمدہ تأثرات کا اظہار کیا، ٹیلی ویژن نیٹ ورک پر بھی سنا ہے کہ پروگرام کو دکھایا گیا، کئی مقامی خبر رساں ایجنسیوں اور ٹیلی ویژن نے بھی اس پروگرام کو نشر کیا۔

اندور میں

پونہ سے رابطۂ ادب اسلامی کے اجلاس کے اختتام پر بمبئی روانگی ہوئی، وہاں حسب معمول تین دن اپنے مخلص وکرم فرما میزبان محمد بھائی کی کوٹھی سہاگ پیلس میں قیام رہا، یہاں سے اندور کا پروگرام تھا، جس کا مقصد ومحرک اپنے قدیم ومخلص رفیق کار عزیز گرامی قدر مولوی قاضی محمد معین اللہ صاحب ندوی کی عیادت تھا جو ایک طویل مدت سے ٹانگ میں فریکچر ہو جانے اور ضعف ونقاہت کی وجہ سے تقریباً صاحب فراش ہیں، اس طویل سفر میں جو اسی جہت میں ہوا تھا ان سے ملاقات اور ان کی مزاج پرسی نہ کرنا ایک حق ناشناسی اور اخلاقی ونفسیاتی کوتاہی معلوم ہوتی تھی ۱۳؍ جون کو ہم لوگ بمبئی سے بذریعہ ہوائی جہاز اندور پہنچے، میزبان مکرم محمد بھائی بھی مصروفیت اور کئی افراد خاندان کے چند ہی دن پہلے علیل رہنے کے باوجود اس سفر میں اپنے عزیز رفیقوں کی رفاقت اور مولوی معین اللہ صاحب سے تعلق کی بنا پر ساتھ ہو گئے اندور کے ہوائی اڈہ پر مولوی معین اللہ صاحب کے متعدد اعزہ اور اندور کے اہل تعلق

www.abulhasanalinadwi.org

وشناسا موجود تھے، وہاں سے ہم لوگ آزاد نگر میں واقع مدرسہ "الفلاح" آئے، جس سے ملحق مولوی معین اللہ صاحب اور ان کے خاندان کی سکونت ہے، ہم لوگوں کے پہنچنے اور ملنے سے ان کو جو مسرت اور انبساط ہوا ہوگا اس کا اندازہ وہ قارئین لگا سکتے ہیں جو اس قدیم تعلق سے واقف ہیں جو نصف صدی پر محیط ہے کہ اس میں ان کی طویل رفاقت واعانت، حجاز ومصر کا یکجا قیام، اور ایک بار یورپ کا سفر اور کویت وبرما کے دورے بھی شامل ہیں، ان کی معذوری دیکھ کر طبیعت بہت متأثر ہوئی، لیکن اس سے سفر کی قیمت وصول ہوگئی۔

اندور میں مولوی ابوالبرکات ندوی مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم کھجرانا، ان کے معاون شاہنواز خاں صاحب، اپنے قدیم رفیق کار ومعاون قاضی عبدالحمید صاحب سب بڑی خصوصیت سے ملے، خاص طور پر ڈاکٹر آصف صاحب نے بڑے ربط وتعلق کا اظہار کیا اور شہر کے نواح میں دریا کے کنارہ جہاں انھوں نے ایک نئی مسجد تعمیر کی ہے بڑے وسیع پیمانہ پر ضیافت کا اہتمام کیا، ہم لوگوں نے وہیں عشاء کی نماز پڑھی اور مختصر سا خطاب بھی کیا۔

اندور سے بھوپال کا پروگرام تھا، جس کا بڑا مقصد اپنے قدیم رفیق کار اور محبِّ خاص مولانا حافظ محمد عمران خاں صاحبؒ ندوی (سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے برادر خورد وعزیز مولوی نعمان خاں ندوی کی جنھوں نے چند ہی دن پہلے (نماز سے سلام پھیرتے ہی) وفات پائی تھی تعزیت کرنی تھی، عرصہ سے بھوپال جانا بھی نہیں ہوا تھا، جس کی کوتاہی محسوس ہوتی تھی، عزیز القدر مولوی سید محمد رابع ندوی کو بھی بھوپال کا اشتیاق تھا اور وہاں اس تعزیت کے لئے جانے کی

www.abulhasanalinadwi.org

ضرورت محسوس ہوتی تھی، ہوائی جہاز پر سیٹ بھی ریزرو تھی کہ اچانک معلوم ہوا کہ یہ فلائٹ منسوخ ہوگئی، کار اور ٹرین سے جانے کی ہمت نہیں ہوئی اور سفر ملتوی کیا گیا۔

پرواز کی منسوخی کی اطلاع ٹیلیفون سے عزیز القدر مولوی لقمان خاں ندوی کو ہوگئی اور وہ اور عزیزی مولوی مشتاق علی ندوی ملاقات کے لئے خود اندور آگئے اور بھوپال نہ جانے کی کسی حد تک تلافی ہوگئی۔

اندور سے ۵ا رجون ۱۹۹۸ء کو ہم لوگ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی کے لئے روانہ ہوئے دہلی جانے کا خاص مقصد مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب صدر قاضی شریعت امارت شرعیہ و بانی ملی کونسل اور صدیق قدیم و رفیق خدمات ملّی کی عیادت تھی جو ایک شدید مرض میں مبتلا اور محلہ نظام الدین میں ایک مکان میں زیر علاج اور مقیم تھے۔

بعد مغرب مولوی زبیر صاحب ندوی کی رفاقت و رہبری میں ہم لوگ ان سے ملے اور ان کی عیادت کی وہ بھی اس ملاقات سے بہت خوش ہوئے، وہاں سے ہم لوگ اپنی قیام گاہ اوکھلے واپس ہوئے اور اگلے دن ۱۶ رجون کو صبح کی پرواز سے لکھنؤ واپسی اور جنوبی ہند کے اس طویل سفر کا اختتام ہوا۔

ایک عزیز و یادگار تحریر

رائے بریلی دائرہ شاہ علم اللہ حسنیؒ میں قیام کے زمانہ میں اتفاقاً کتابوں کے ڈھیر میں ایک کتاب پر نظر پڑی جس کا نام ہے "وصایا أساطین الدین والأدب والسیاسۃ للشبان" (دین وادب اور سیاست کی اہم شخصیتوں کے مشورے اور ہدایات

www.abulhasanalinadwi.org

نوجوانوں کے لیے) یہ کتاب شیخ عبداللہ المزروع (م ۱۳۸۵ھ - ۱۹۶۵ء) کی تالیف ہے اور وہ دار المنارہ جدّہ کے مطبع سے شائع ہوئی ہے، یہ اس کا دوسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۹۲ء کی اشاعت ہے۔

تقریباً پچاس سال پہلے ایک حجازی ادیب وفاضل شیخ عبداللہ المزروع کو یہ خیال پیدا ہوا (اور شاید خدا نے ان کے دل میں ڈالا) کہ حرمین شریفین میں عالم اسلام کے مختلف شعبوں اور میدانوں کی اہم ترین، صاحب علم وفکر اور مختلف میدانوں کی قائد شخصیتیں حج وعمرہ اور زیارت کے سلسلہ میں آتی ہیں، ان کے علم و تجربہ اور فکر و مطالعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیے، انھوں نے بڑے اہتمام اور سنجیدگی واحترام کے ساتھ یہ کام شروع کیا، انھوں نے عالم اسلام کے کثیر التعداد صاحب علم وفکر و تجربہ قائدین، مجاہدین، مفکرین ومصنفین سے حج وزیارت یا کسی اجلاس ومؤتمر کے سلسلہ میں حجاز آئے تھے رابطہ قائم کیا اور ان سے ایک دفتر پر انھیں کے قلم سے بطور وصیت ومشورہ حاصل مطالعہ وتجربہ کچھ لکھوا لینے میں کامیاب ہوئے۔

ان ممتاز شخصیتوں کی تعداد اکہتّر ہے، ان میں چند اہم ترین اشخاص یہ حضرات ہیں جن میں بعض اہم قائدین وزعماء، بعض عرب ملکوں کے سربراہ اور ذمہ دار، شرق عربی کے عظیم ترین مصنفین وادباء اور اسلامی تحریکوں کے قائدین ہیں، نمونہ کے طور پر چند نام لکھے جاتے ہیں۔ (۱) شکری بک قوتلی (وزیر اعظم سوریا) (۲) منصور فہمی پاشا (ادیب و محقق ورکن مجامع علمیہ عربیہ) (۳) ڈاکٹر احمد امین (سلسلہ فجر الاسلام وضحی الاسلام کے مشہور مصنف وادیب) (۴) ڈاکٹر عبدالوہاب عزّام (سفیر مصر برائے پاکستان) (۵) محمد فرید وجدی (مصنف دائرۃ المعارف، عربی "انسائیکلو پیڈیا") (۶) محب الدین الخطیب

www.abulhasanalinadwi.org

(مدیر مشہور رسالہ "الفتح" ،"القاہرہ) (۷) محمد سرور الصبّان (صدر رابطۂ عالم اسلامی مکّہ معظمہ، (۸) عبدالرحمٰن عزّام باشا (امین عام جامعہ عربیہ عرب لیگ) (۹) اللواء محمد صالح حرب باشا (سابق وزیر جنگ مصر، ورئیس عام جمعیات الشّبان المسلمین) (۱۰) الامام حسن البناء الشہید (تحریک الإخوان المسلمین کے بانی وقائد) (۱۱) عباس محمود العقاد (مشہور مصری مصنّف ومحقق، (۱۲) امیر عبدالکریم الخطابی (قائد ووزیراعظم ریف) (۱۳) مفتی سید امین الحسینی (مفتی اعظم فلسطین وقائد تحریک آزادی فلسطین (۱۴) ڈاکٹر سعید رمضان (بانی اسلامک سنٹر جنیوا وداماد امام حسن البنّاء الشہید) (۱۵) علاّمہ محمد بہجۃ الاثری (نامور فاضل ومحقق شام) (۱۶) الاستاذ مصطفٰی الزرقاء (ممتاز عالم شریعت وپروفیسر کلیۃ الشریعہ جامعہ دمشق) الأمیر حسن حسینی باشا عبدالوہاب (حاکم الوطن القبلی) الدکتور عبدالعزیز عزّام۔

ان میں ہندوستان کی چار شخصیتیں بھی ہیں، ایک علاّمہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے علامہ عبدالعزیز المیمنی، تیسرے ڈاکٹر حمید اللہ (سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ومہاجر پیرس ومصنّف مشہور کتاب (INTRODUCTION TO ISLAM) (اسلام کا تعارف) اور راقم سطور ابوالحسن علی حسنی ندوی، پاکستان کی شخصیتوں میں صرف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نام نظر آتا ہے، سب نے عربی ہی میں اپنے قلم سے لکھا ہے۔

اپنے قلم سے ان لکھنے والے ان فضلاء، مفکرین، مصنفین ادباء اور قائدین نے زیادہ تر نوجوانوں کے لئے اپنے مطالعہ کا حاصل اور اپنی زندگی کا تجربہ لکھا ہے اور ان کو مفید مشورے دیئے ہیں جو افادیت اور قدر وقیمت سے خالی نہیں۔

راقم کی خود نوشت تحریر صفحہ ۲۵۱ پر ہے جو عکسی فوٹو ہے، مقابل صفحہ پر مطبوعہ

www.abulhasanalinadwi.org

شکل میں ہے۔ کتاب میں راقم کا تعارف بھی شامل ہے، یہ ۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ (۳۰ دسمبر ۱۹۵۰ء) کی تحریر ہے اس تحریر کی دعوتی، فکری قوت اور عالم عربی کی اس صورت حال اور فضا سے مناسبت رکھنے والی افادیت کی بنا پر اس کو نقل کیا جاتا ہے، اس وقت بھی اور اس وقت بھی عالم عربی میں "قومیت عربیہ"، (عرب نیشنلزم) "البعث العربی"، (نسل وقومیت کی بنا پر عالم عربی کا عروج) اور کہیں کہیں "علمانیہ" (SECULARISM) کی تبلیغ بھی جاری ہے، اس صورت حال اور فضا کو سامنے رکھتے ہوئے یہ قلمی تحریر مختلف صداؤں کے شور اور دعوتوں کے زور میں ایک "اذان" کی حیثیت رکھتی ہے، اور دامن نبوّت سے وابستگی اور اس کو ہر خیر و برکت اور فتح و کامیابی اور ہر عزّت و سرخروئی کا سرچشمہ سمجھنے کا عربوں کے لئے پیغام ہے۔

اگر راقم کے لئے عرب ایک میدان میں جمع کر دیئے جائیں اور اس کے امکان و قدرت میں ہو کہ وہ ان سے براہ راست ایسا خطاب کر سکے جس کو ان کے کان سنیں اور دل قبول کریں تو میں ان سے کہوں گا کہ میرے قابل احترام بھائیو! وہ دین اسلام جس کو محمد عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم لے کر آئے وہ تمہاری زندگی کا اصل سرچشمہ ہے اور اسی کے افق سے تمہاری صبح صادق طلوع ہوئی، محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہی نسبت تمہارے لئے شرف کا باعث اور تمہاری اہمیت و عظمت کا سبب ہے، ہر خیر و نعمت جو تم کو ملی بلکہ ہر خیر جو دنیا کو پہنچی وہ آپ ہی کے ذریعہ سے اور آپ ہی کے دین کے راستہ سے ملی[1]

---

[1] بقول خواجہ الطاف حسین حالیؔ ؎
بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں کہ تم کو آپ کی طرف انتساب کے بغیر آپ کا دامن پکڑے، آپ کے پیغام کا حامل بنے اور آپکے دین کے راستہ میں ہر طرح کی قربانی کے لئے تیار ہوئے بغیر کوئی عزت ملے، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو ٹالنے والی اور اس کے ارشادات کو تبدیل کرنے والی کوئی طاقت نہیں، عالم عربی فن عروض کی اصطلاح "بحر" کی طرح نام کا سمندر رہے جس میں پانی کا ایک قطرہ نہیں ہوتا اور یہ صورت حال اس وقت باقی رہے گی جب تک کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کو اپنا امام، اپنی زندگی وجدوجہد کا قائد نہ بنالیا جائے، اور عرب اسلام کی دعوت اور پیغام لے کر پھر اس طرح نہ اٹھیں جیسے عہدِ اوّل میں اٹھے تھے اور اس ستم رسیدہ دنیا کو یورپ کے ان ستم گروں کے پنجہ سے آزاد نہ کریں، جو صالح تمدّن اور حقیقی انسانیت کا کام تمام کر دینا چاہتے ہیں اور پھر عالم عربی اس معاملہ میں صف آرا ہو کر عالم انسانیت کو انتشار بلکہ احتضار سے بچا نہ لے اور اس کو توحید و وحدت، امن و سلامتی، طاعت وایمان کی لائن پر نہ ڈالے، یہ عالم عربی کا فریضہ ہے، جس کے بارہ میں اللہ کے یہاں سوال ہوگا، دیکھنا ہے کہ عرب اس کا کیا جواب دے گا"

مکہ مکرّمہ

۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ

۳۰ دسمبر ۱۹۵۰ء

www.abulhasanalinadwi.org

ملک کی موجودہ صورت حال پر ایک نظر

"کاروانِ زندگی" اگرچہ ایک متحرک اور سیار شئے ہے، جو شہروں ہی میں سے نہیں ملکوں سے بھی گزرتا ہے اور اشخاص وافراد کے محدود دائرہ ہی سے نہیں معاشروں، اداروں ملکوں اور تہذیبوں اور ثقافتوں سے بھی اس کا سامنا ہوتا ہے اور ان کی بابت وہ اپنے تأثرات و تجربات کا اظہار کرتا ہے لیکن وہ اس سب کے ساتھ اپنے ملک اور وطن کو نظر انداز نہیں کر سکتا، اس کے لئے اس کی موجودہ صورت حال کی عکاسی بھی ضروری ہوتی ہے خواہ وہ کتنی ہی دل خراش اور باعث ننگ و عار ہو۔

جہاں تک ملک کی معنوی، اصولی، اخلاقی، تہذیبی اور اجتماعی قیادت کا تعلق ہے، ملک اس وقت بالکل "لاوارث" ہو رہا ہے، اس طویل وعریض ملک کے جو خود ایک برِّصغیر ہے اور جس نے ماضی میں علم، اخلاق، انسان دوستی، خدا ترسی و روحانیت اور فکر و ذہانت کے اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں، ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی جماعت، ادارہ، پارٹی ہی نہیں بلکہ ذرائعِ نشر و اشاعت اور عام معلومات کے مطابق) کوئی ایسا نمایاں فرد یا موثر شخصیت بھی نظر نہیں آتی جس کے دل پر چوٹ ہو اور اس ملک کو زوال اور خطرہ میں مبتلا دیکھ کر اس کی نیند اڑ گئی ہو اور وہ کھانا پینا بھول گیا ہو، یہاں تک کہ پورے ملک میں گاندھی جی، پنڈت جواہر لال نہرو سی۔آر۔داس، مولانا آزاد، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا سید حسین احمد مدنی، رفیع احمد قدوائی وغیرہ کے درجہ کا بھی کوئی قائد محب وطن اور درد مند انسان نظر نہیں آتا، مہیب فسادات ہوتے ہیں، انسان کشی

www.abulhasanalinadwi.org

بلکہ نسل کشی اور تعلیمی و ثقافتی استیصال (GENOCIDE) کی کوششیں اور تحریکیں چلتی ہیں، لیکن اس سے نہ کسی کی نیند اڑتی ہے اور نہ وہ دیوانہ وار میدان میں نکل آتا ہے ساری کوششیں اور ذہانتیں اور مالی و سیاسی رشوتیں صرف حکومت پر قبضہ کرنے یا حکومت بنانے میں صرف کی جاتی ہیں[1]۔

پھر حکومت سازی کی ان کوششوں کے کامیاب ہو جانے کے بعد اور حکومت کی تبدیلیوں کے ساتھ ایک کمزور نظم و نسق (ADMINISTRATION) تقریباً تمام صوبوں میں پایا جاتا ہے، جو رشوت کی گرم بازاری، منافع اندوزی کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش و کوشش، گرانی کی، خلاف قیاس اور خلاف معمول زیادتی، متعدد محکموں کی (جن میں پولیس کا شعبہ، بجلی کا محکمہ، ریلوے اور ڈاک خانے بھی شامل ہیں) بے انتظامی اور غفلت شعاری بھی شامل ہے، اس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں ڈاک جیسے عوامی اور ضروری محکمہ میں ایک ہفتہ ہڑتال رہی، بجلی کا محکمہ بھی (جس کے تحت بڑے بڑے شہروں میں گھنٹوں بجلی بند رہتی ہے اور بار بار آتی جاتی ہے) بے انتظامی اور غفلت شعاری کا شکار ہے، اسی طرح نظم و نسق اور شعبے بھی کسل مندی فرض ناشناسی اور رشوت خوری کے مریض ہیں۔

دوسری طرف عوامی زندگی میں خلاف مذہب و اخلاق ہی نہیں، خلاف فطرت

---

[1] اس کا ایک نتیجہ اور نمونہ .B. J. P کی حکومت ہے، مرکز میں اور متعدد صوبوں میں (جن میں یوپی کا مردم خیز اور مرکز تہذیب و ثقافت ہی نہیں بلکہ جو جنگ آزادی کا قیادتی مرکز رہا ہے شامل بلکہ نمایاں ہے) .B. J. P حکومت کا قیام ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وخلاف قیاس ایسے اخلاقی جرائم پیش آتے ہیں اور شہروں اور قصبات میں ایسی وارداتیں ہوتی ہیں کہ ایک مذہبی ہی نہیں، ایک محب وطن اور عام شہری کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، اُردو، ہندی اخبارات تک میں یہ حوادث اور واقعات اس طرح بے تکلف و بے حجاب شائع ہوتے ہیں کہ کسی شریف گھرانے میں (مسلمان ہو یا ہندو) ان اخبارات کا جانا اور عورتوں اور لڑکیوں کا پڑھنا بلکہ جوانوں کا دیکھنا بھی سخت مضر اور قابل شرم معلوم ہوتا ہے اور کوئی شریف آدمی اس کو پسند نہیں کرسکتا۔

دانش گاہوں اور تعلیمی مرکزوں میں (اسکولوں اور پرائمری تعلیم سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں تک) اخلاقی تعلیم و تربیت، خدا ترسی اور انسانیت دوستی کی تعلیم، ملک سے محبّت و وفاداری اور اس کی ترقی، راست روی، انسان دوستی اور حب الوطنی کی تعلیم و تلقین اور ایثار و قربانی پر آمادہ کرنے کی کوشش نہیں کی جارہی ہے، تعلیم کا مقصد صرف معاشی کامیابی اور آسودگی اور شہرت کا حصول رہ گیا ہے اور ان تعلیمی مرکزوں سے وہ نسل پڑھ کر نہیں نکل رہی ہے جو اس ملک کو زوال سے بچائے، اس کا دنیا میں نام روشن کرے، اور جس مذہب تہذیب و زبان کے یہ نوجوان حامل ہیں اس کی آبرو وافادیت ثابت کریں۔

سب کے آخر میں لیکن اہمیت اور اثر و نتائج کے لحاظ سے اوّلین فکر و تردد کی بات یہ ہے کہ جس ملک اور جس حکومت کا بنیادی اصول اور طے شدہ پالیسی جمہوریت DEMOCRACY اور نامذہبیت SECULARISM تھی اور ہے اور مذاہب نسلوں، تہذیبوں، ثقافتوں (CULTURES) اور زبانوں کے اس ملک میں (جن کا اس ملک میں نہ صرف وجود رہا ہے بلکہ عروج و ارتقاء، بیرونی دنیا سے تعلّق اور بعض

www.abulhasanalinadwi.org

اوقات قیادت واعتراف اور احترام کا مرتبہ بھی ان کو حاصل رہا ہے اور کسی درجہ میں اب بھی حاصل ہے) اب اس اصول کو نظر انداز بلکہ پامال کیا جارہا ہے اور تعلیم گاہوں ثقافتی اداروں اور نشر واشاعت کے مرکزوں میں ہندی زبان، ہندی رسم الخط، ہندو ثقافت (CULTURES) اور تعلیم گاہوں میں ہندو دیو مالا (HINDU MYTHOLOGY) کی تعلیم نافذ کرنے کی پالیسی اختیار کرلی گئی ہے اور اس پر عمومیت اور شدّت سے عمل کیا جارہا ہے جس سے یہ ملک نہ جمہوری رہے گا نہ لا مذہبی، بلکہ ملک ایک واحد و منفرد مذہب، ثقافت، زبان، رسم الخط (SCRIPT) کا حامل اور مذہبی عصبیت اور منافرت کا شکار ہوجائے گا اور ان مقاصد و نتائج کا خون ہوجائے گا جن کے لئے ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک جنگ آزادی لڑی گئی اور اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دی گئیں اور اس میں مسلمانوں نے نہ صرف حصّہ لیا بلکہ اس کی قیادت کی اور اس کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں پیش کیں[1]۔

اس عظیم تاریخی ملک کے لئے جس میں نہ صرف مختلف راسخ الاعتقاد (جن میں دنیا کے متعدد وسیع ممالک واقوام بھی شریک ہیں) مذاہب، مختلف قابل فخر تہذیبیں اور طرز معاشرت، مختلف ملکوں کی وسیع زبانیں اور آداب شامل ہیں خاص طور پر سیکولرزم (SECULARISM) (ایک مذہب کے پابند نہ ہونے اور اس کو غالب اور حکمراں نہ کرنے کا اصول اور کسی قسم کے مذہبی قوانین و احکام اور اصول وضوابط میں دخل نہ دینے اور اس

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سر ولیم ہنٹر کی کتاب "OUR INDIAN MUSALMANS" اور راقم کی کتاب "ہندوستانی مسلمان" (ایک تاریخی جائزہ) از ص ۱۵۵ تا ۱۸۰

www.abulhasanalinadwi.org

کو اپنے مذہبی قوانین کی پابندی اور عمل میں آزاد رکھنے کا اصول)، ہی ایک دانش مندانہ، باہمی اتحاد و اعتماد پیدا کرنے والا اور غیر ضروری اور مضر آویزش اور احتجاج سے بچانے والا اصول ہے، اس سلسلہ میں اپنی بہت سی کمزوریوں اور قابل تنقید کارروائیوں کے باوجود حکومت برطانیہ نے کسی حد تک اس اصول پر عمل کیا، مسلمانوں اور بہت سے مذاہب اور ان کے مذہبی قوانین وضوابط میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھا، مسلمانوں کے ازدواج ومیراث، نکاح وطلاق، وراثت وغیرہ کے قوانین میں جس کے مجموعہ کا نام "MOHAMMADAN PERSONAL LAW" ہے انھوں نے کوئی دخل نہیں دیا اور اس پر گھروں اور خاندانوں میں اور عدالتوں میں عمل اور فیصلہ ہوتا رہا، اس موضوع پر مسلمانوں اور انگریز فضلاء اور ماہرین قانون کی کثیر التعداد کتابیں اور مجموعے ہیں اور برطانوی اقتدار کے (اپنی حکمرانی کے عدم جواز اور عدم استحقاق کے باوجود) زمانہ میں عمل ہوتا رہا اور ملک ایک غیر ضروری کشمکش، احتجاج اور خلفشار سے بچا رہا۔

لیکن ملک کی آزاد، مشترک اور باہمی جدوجہد اور اہل ملک کی مشترک قربانی کی بنا پر جس میں کہ (جیسا کہ بیان کیا گیا) مسلمانوں کی قربانیوں اور جدوجہد کا بڑا حصّہ ہے، ملک کی جمہوری اور نامذہبی (DEMOCRATE AND SECULAR) حکومت نے اس اصول کی پابندی ضروری نہیں سمجھی اور پرسنل لا میں مداخلت شروع کردی اور نکاح وازدواج وطلاق وغیرہ کے بارہ میں نئے قوانین بنانے اور عالمی اور بین الاقوامی شریعت اسلامی کے متبادل قوانین بنانے کے اقدامات کیے اور ملک میں ایک غیر مفید اور غیر ضروری مسئلہ کھڑا کردیا، جس کے نتیجہ میں ایک ملک گیر اور متفق علیہ تحریک اور ادارہ "آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ" کے نام سے وجود میں آیا، جس کی

www.abulhasanalinadwi.org

پورے ملک میں شاخیں ہیں، مقتدر علماء اور مستند ادارے اور تنظیمیں اس کی رکن ہیں، تمام بڑے شہروں میں اس کے جلسے ہوتے ہیں، مسلمانوں کی رائے عامہ اس کے ساتھ ہے، حال میں متعدد ماہرین قانون اور وکلاء وفضلاء نے محمڈن پرسنل لا کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کیا ہے، جس میں ان قوانین اور ضوابط کی صحت ومعقولیت اور برتری ثابت کی ہے جن پر اعتراض کیا جاتا ہے، متعدد ماہرین قانون اور مسند ہائے عدالت کے ذمہ داروں نے اس کی تائید اور تحسین کی ہے۔

اس طرح اس جمہوری ملک میں جس کو اپنی ساری توانائی، لیاقت اور خلوص وجدوجہد کی طاقت وفرصت ملک کے اتحاد واستحکام، آبادی کے مختلف عناصر کے باہمی اعتماد وتعاون اور ملک کی ترقی واستحکام کے لئے جدوجہد پر صرف ہونی چاہیئے تھی، ایک غیر ضروری اور غیر متفق علیہ محاذ پر صرف ہو رہی ہے، جس کا کوئی تعمیری وارتقائی ومثبت نتیجہ نہیں، بقول شاعر ؎

ہم نے اپنے آشیانہ کے لئے
جو چبھیں دل میں وہی تنکے لئے

عمّان (شرق اردن) اور حرمین شریفین کا ایک تاریخی سفر

عمان میں رابطہ ادب اسلامی کے صدر دفتر کا افتتاح رابطہ کے ارکان کا اجتماع ومذاکرات اور عمان کی مصروفیتیں:

رابطۃ الادب الاسلامی العالمیہ (راقم کو جس کی صدارت کا شرف ۱۹۸۴ء سے حاصل ہے

اور جس کے بلادِ عربیہ اور ہند و پاکستان کے جلسوں کا ذکر "کاروانِ زندگی" کی اس سے پہلے کی جلدوں اور اس جلد میں متعدد بار آچکا ہے) کا صدر دفتر بعض انتظامی اور مقامی مجبوریوں کی بنا پر ریاض کے بجائے شرقِ اردن کے مرکز و دار الحکومت عمّان میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور اس کے لئے ۲۸ ربیع الثانی تا ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ (۲۰ - ۲۵ اگست ۱۹۹۸ء) کی تاریخیں مقرر ہوئی تھیں، تقریب و مقام کی اہمیت اور اس مطالعہ و تجربہ کی بنا پر کہ اب جدید تعلیم یافتہ طبقہ، اہلِ فکر و اہلِ قلم اور نوخیز تعلیم یافتہ نسل پر نہ فلسفہ کا نہ سائنس کا وہ تشکیکی اور دینی حقائق کے بارہ میں احساس کمتری کا اثر باقی رہا ہے جو ایک صدی پہلے تک تھا، اب ادب ہی کے ذریعہ سے (اپنے وسیع معنی میں) بہت سے اہلِ قلم اور متشکک و مشکک اہلِ قلم کی طرف سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں تشکّک و ارتیاب اور احساس کمتری اور عقائد و اخلاق میں تنزل پیدا کیا جارہا ہے، اس کے لئے ایک وسیع اور قوی اسلامی ادب کی تحریک کی ضرورت ہے جو سلبی طور پر اس اثر کو زائل کرے اور ایجابی و مثبت طور پر دینی عقائد و حقائق اور دین کے داعیوں اور ترجمانوں کے بارہ میں وثوق و اعتماد اور اعتراف و احترام پیدا کرے اور ادب کو (بقول اقبالؔ) "عصائے کلیمی" بنا کر اس سے ضربِ کلیمی کا کام لے۔

راقم نے اپنی صحت کی کمزوری اور متعدد عوارض کے باوجود اس تصور کی بنا پر کہ اس سفر میں حرمین شریفین کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوگا، سفر کا فیصلہ کرلیا، اس سفر میں عزیزانِ گرامی قدر مولوی سیّد محمد رابع ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء و صدر رابطۂ برّصغیر (ہند و پاکستان) اور مولوی سید محمد واضح ندوی استاد دار العلوم و مدیر اعلیٰ عربی صحیفہ "الرائد"، کا شریک ہونا ضروری تھا کہ دونوں رابطۂ ادب کے بنیادی رکن اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے خاص معاون و ترجمان ہیں، حاجی عبدالرزّاق رائے بریلوی کی، راقم کے عوارض اور کمزوریوں کی بنا پر رفیق و معاون سفر کی حیثیت سے شرکت معمول بن گئی ہے، عزیز مکرم مولوی سعیدالرحمٰن ندوی استاد دارالعلوم اور مدیر اعلیٰ "البعث الاسلامی" بھی رابطہ کے رکن اور اس اجلاس میں شرکت کے لئے مدعو تھے، عزیز القدر مولوی سیّد محمد اجتباء ندوی کو بھی اس وفد میں شامل کر لیا گیا تھا۔

معمول اور اپنی امتیازی بلکہ حیرت انگیز جذبۂ اعانت و رفاقت کی بنا پر الحاج محمد عثمان صاحب حیدر آبادی جو حکومت سعودیہ کے "ادارۃ الہندسۃ والانشاء" کے مدیر مشروع (PROJECT MANAGER) ہیں، رفاقت سفر و اعانت کے لئے لکھنؤ آگئے، اور سفر کے رفیق و رہبر بن گئے۔

۱۹/اگست چہارشنبہ کو راقم، محمد عثمان صاحب اور اپنے معاون عبدالرزاق کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچا، عزیزان مولوی محمد رابع و مولوی محمد واضح ایک دن پہلے ہی دہلی پہنچ گئے تھے، دہلی میں قیام حسب معمول عزیز گرامی قدر مولوی ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی صاحب معتمد دارالعلوم کے مکان واقع جامعہ نگر اوکھلا میں رہا وہاں ندوی احباب کی آمد جاری رہی، مولوی عبداللہ صاحب کے معاون مولوی زبیر ندوی نے میزبانی کے پورے فرائض ادا کئے، پنجشنبہ ۲۰/اگست کو عمان جانے والا جہاز صبح ۶½ بجے براہ راست عمّان جانے والا تھا، اتنے سویرے دہلی کے ہوائی اڈہ پر پہنچنا اور سفر کی کارروائیاں مکمّل کرنا راقم جیسے ضعیف و مریض آدمی کے لئے بہت مشکل تھا، کہ اوکھلا کی قیام گاہ ہوائی اڈہ سے تقریبًا ۲۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے لیکن اللہ تعالیٰ بھائی عثمان صاحب کو جزائے خیر دے کہ وہ ۳ بجے شب کو ہوائی اڈہ

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے روانہ ہو گئے اور سفر کی سب کار روائیاں مکمل کر دیں[1]۔ ہم لوگ نماز فجر کے بعد ۵ بجے صبح ہوائی اڈہ روانہ ہوئے۔

جہاز خود حکومت عمان کا تھا، یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ اگرچہ مسافروں کی راحت و اعزاز کا پورا سامان تھا لیکن کہیں سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ یہ جہاز کسی اسلامی مملکت اور عرب ملک کا ہے، نہ دعا تھی نہ قرآن کی آیات کی تلاوت۔

جہاز ہندوستان کے حساب سے ۱۱½ بجے دن مطار ملکۂ عالیہ عمان پہنچ گیا، عمان کے حساب سے ۹½ بجے کا وقت تھا، رابطۂ ادب اسلامی کے مقامی دفتر کے نمائندہ جناب کمال عقّانہ گاڑی کے ساتھ موجود تھے، ڈرائیور نے بتایا کہ یہاں سے شہر میں جہاں ٹھہرنا ہے وہ جگہ ۴۰ کلومیٹر دور ہے۔

شہر چھوٹا بمبئی معلوم ہوتا تھا، دونوں طرف شاندار عمارتیں اور پر فضا مناظر تھے، اعلیٰ موٹروں کی ہر طرف کثرت نظر آتی تھی اور ایک مغربی شہر کا دھوکا ہوتا تھا، راقم نے اس سے پہلے عمان کا آخری سفر ۱۴ سال پہلے اوائل اپریل ۱۹۸۴ء میں کیا تھا جس میں موسسۃ آل البیت کے اہم شعبہ "مجمع بحوث الحضارۃ الاسلامیہ" کی تیسری سالانہ کانفرنس میں شرکت کرنی تھی، اس کے لئے ولی عہد سلطنت امیر حسن کی طرف سے دعوت اور شرکت کے لئے اصرار تھا[2]۔

عمان میں معلوم ہوا کہ (بعض خاص اسباب کی بنا پر جن کا علم نہیں) دس سال میں

---

[1] مولوی سعید الرحمن صاحب دبئی کے راستہ سے عمان کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "کاروانِ زندگی" حصّہ سوم ص ۱۲ تا ۲۵

www.abulhasanalinadwi.org

عمان نے توسیع و تعمیر اور تمدن کی حیثیت سے بڑی ترقی کی ہے اور یہ تو خود مشاہدہ میں آیا کہ مغربی تہذیب کا بہت واضح اثر پڑا ہے اور اس کے کھلے مظاہر نظر آتے ہیں۔

شہر میں داخل ہوئے تو خاصا فاصلہ طے کر کے گاڑی ایک ہوٹل کے سامنے رکی جس کا نام "LOTUS HOTEL" تھا، مہمانوں کا وہیں قیام تھا اور ہم بھی وہیں ٹھہرے دروازہ پر رابطہ کے ارکان اور پہلے سے پہنچے ہوئے مہمان استقبال کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔

اسی دن پنجشنبہ کے روز ۲۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ (۲۰؍ اگست ۱۹۹۸ء) کو وہیں ہوٹل میں بعد مغرب مجلس عاملہ کا جلسہ ہوا، راقم نے شرکت کی اور مختصر خطاب کیا، معلوم ہوا کہ رابطہ کی مجلس عاملہ کے تقریباً تمام ارکان نزدیک اور دور کے شہروں اور ملکوں سے آئے ہیں، یہاں تک کہ مغرب اقصیٰ، مراکش، ترکی، مصر، شام اور دوسرے عرب ممالک کے اہم ارکان شریک اجلاس تھے، پاکستان سے بھی پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور) بھی شریک اجلاس تھے جنھوں نے لاہور کے رابطہ کے جلسہ میں قائدانہ و ذمہ دارانہ کردار ادا کیا تھا۔

اگلے دن جمعہ کی نماز مسجد حذیفۃ الیمان میں پڑھی، ولی عہد سلطنت اور اوران دنوں میں حاکم سلطنت[1] امیر حسن بھی نماز میں شریک تھے، وہ راقم سے قدیم تعارف و تعلق اور حسنی نسبت کے اتحاد کی بنا پر ایک تعلق اور نسبی اتحاد و مناسبت رکھتے ہیں، وہ تپاک سے ملے، جمعہ کی نماز ڈاکٹر حمدی مراد نے پڑھائی، جو پہلے

---

[1] اصل حاکم سلطنت امیر حسین بن طلال بن ملک عبداللہ ہیں جو علاج کے لئے کچھ عرصہ سے امریکہ گئے ہیں، امیر حسن جوان کے چھوٹے بھائی اور ولی عہد سلطنت ہیں ان کی عدم موجودگی میں ملک کے حاکم و منتظم ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کلیۃ الدعوۃ واصول الدین کے عمید تھے، اور اب وزارۃ الاوقاف میں رئیس الشئون الدینیہ کے عہدہ پر ہیں، انھوں نے خطبہ جمعہ میں باہر کے مہمانوں کا استقبال کیا اور خاص طور پر راقم کا نام لیا (غالباً اس میں امیر حسن کا اشارہ شامل تھا) راقم کی عمر میں یہ پہلا موقع اور سعادت تھی کہ خطبۂ جمعہ میں اس کا نام لیا جائے۔

شنبہ کے روز اس کی توقع تھی اور علم ہوا تھا کہ امیر حسن خود ملاقات کے لئے آئیں گے، ارکان ہوٹل کے زیریں حصہ میں جمع تھے، اچانک بعض موانع کی بناپر ملاقات کے التواء کی اطلاع ملی، ارکان کا جلسہ اپنے وقت پر ہوا، ایک نشست میں مولوی محمد رابع ندوی نے رابطہ کی شاخ برصغیر ہندوپاکستان کی کارکردگی اور اجلاس کی رپورٹ پڑھی۔

عمان میں قیام کے دوران بعض ارکان نے تاریخی مقامات، صحابہ کے قبور اور اصحاب کہف کے مقابر کی زیارت کا شرف حاصل کیا، راقم اپنے پچھلے سفر میں زیارت کی سعادت حاصل کر چکا تھا[۱]، اپنے ضعف و تکان کی بناپر وہ ہوٹل ہی میں رہا۔

●

۲۲/اگست کو ہفتہ کے روز عمان میں رابطۃ الأدب الاسلامی العالمیۃ کے نئے مرکز واقع عمان کا جو شارع الخلیل عمان میں واقع ہے، ضابطہ کا افتتاح اور ارکان کا اجتماع تھا، راقم نے افتتاحی تقریر کی جس میں ادب کی اہمیت و اثر، انقلاب آفرینی اور ہدایت و اضلال کی طاقت و تاثیر کا ذکر کیا اور اس نے مختلف عہدوں اور دنیا کے حصوں میں جو انقلابی کردار ادا کیا اور ذہنوں اور صلاحیتوں پر جو اثر ڈالا

---

[۱] ملاحظہ ہو "کاروان زندگی" حصہ سوم ص ۱۹ تا ۲۱

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اب اس کو ہدایت و تعمیر کے کام میں لگانے اور الحاد و آزادی و انارکی کے سدّباب استعمال کرنے کی ضرورت ہے، علامہ اقبال کا قطعۂ شعر یہ:

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

کا عربی ترجمہ سنایا، جو بہت پسند کیا گیا، حاضرین کی طرف سے سوالات ہوئے اور رابطہ کے امینِ عام استاد عبدالقدوس ابو صالح کی طرف سے بڑی قدرت و روانی و بلاغت کے ساتھ ان کے جوابات دیئے گئے۔

۲۳ راگست کو امیر حسن کی طرف سے محل شاہی میں شاندار دعوت ہوئی جس میں بعض وزراء اور اعلیٰ افسران بھی شریک تھے، راقم نے اپنا پرانا مضمون جس کا عنوان "اسمعوها مني صريحة أيها العرب[1]"، ہے اور جس کی روح اور خلاصہ علامہ اقبال کے اس شعر میں آگیا ہے ؎

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدؐ عربیؐ سے ہے عالم عربی

سنایا، راقم آثم اس صاف و صریح مضمون کو سنا دینے اور عربوں پر حجت تمام کرنے کو سفر کا سب سے بڑا شرف اور حاصل سمجھتا ہے۔

مجلس میں سوالات ہوئے، ایک عیسائی و معزز رکن بھی شریک دعوت تھے

---

[1] اس مضمون کا پورا ترجمہ "کاروان زندگی"، کی اسی جلد میں ۱۴۹ تا ۱۵۱ پر گزر چکا ہے اور جس میں عربوں سے صاف صاف خطاب ہے کہ ان کو جو شرف ملا وہ سب بعثت نبوی اور تعلیم محمدیؐ سے ملا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے الادب کو الاسلامی کے ساتھ مشروط کرنے پر اعتراض کیا اس کا حاضرین میں سے بعض نے مُسکت اور تشفی بخش جواب دیا۔

عمّان کے اس قیام کا سب سے بڑا حاصل اور زرّیں موقع وزارۃ الاوقاف کا وہ شاندار اور جامع جلسہ تھا جس میں عمان کے دانشوروں، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مختلف شعبوں کے ذمہ داروں کا کثیر نمائندہ طبقہ ایک طرح سے عمان کا جوہر (CREAM) جمع تھا وزیر اوقاف الدکتور عبدالسلام العبادی نے راقم کا مفصل تعارف کرایا اور بعض تصنیفات خصوصاً "ماذا خسر العالم" کا خاص طور سے ذکر کیا، راقم نے قرآن مجید کی آیت "اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ" [۱] کو عنوان بنا کر مسلمانوں کو بالعموم اور عربوں کو بالخصوص ان کے فرض و ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی اور کتنے لوگ اس کے مخاطب تھے، یہ سورۂ انفال کی آیت ہے اور بخاری شریف کی حدیث ہے کہ اس تیسری مسلم شماری میں مدینہ طیبہ میں ڈیڑھ ۱۵۰۰ ہزار مسلمان نکلے، جب ان سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر تم نے دنیا کو جاہلیت سے نکالنے اور خدا پرستی، ایمان و توحید اور دعوت اسلامی کے لئے عالمگیر محاذ نہیں بنایا اور اپنی پوری توانائی اس محاذ پر نہیں لگائی تو پھر دنیا میں فتنہ اور فساد کبیر برپا رہے گا، اب عربوں کو سمجھنا چاہیئے کہ اتنی بڑی تعداد اور ان وسائل و امکانات کا مالک ہونے کے ساتھ جو ان کو اس وقت حاصل ہیں ان پر کتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ خدا کو کیا جواب دیں گے [۲]

---

[۱] الانفال ۷۳۔ [۲] یہ تقریر ریکارڈ بھی ہوئی اور ٹیلی وائز بھی اور وہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام میں محفوظ ہے۔ وہ الگ رسالہ کی شکل میں "مسؤلیۃ الامۃ الاسلامیہ امام الامم والعالم" کے نام سے بھی شائع ہو گئی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

وزارۃ الاوقاف کی طرف سے عمان کے سب سے بڑے ہوٹل "AMVA FORUM" میں شاندار دعوت ہوئی اور مغربی طرز پر کھانا کھلایا گیا جس میں بڑی دیر لگتی ہے، اس میں بھی غالباً امیر حسن کا اشارہ شامل تھا۔

اس عمومی تقریر کے علاوہ ٹیلی ویژن کے محکمہ نے ایک مکالمہ بھی ریکارڈ کیا جس میں شخصی، خاندانی، تعلیمی و تربیتی اور بعض ملکی سوالات تھے، راقم نے اپنا وہ عربی مضمون بھی ریکارڈ کرایا جو "اسمعوھا منی صریحۃ أیھا العرب" (عربو! کان کھول کر صاف صاف سن لو) لیکن جب ٹیلی ویژن کے محکمہ کی طرف سے کیسٹ دیا گیا تو عذر کیا گیا کہ وہ حصہ کسی مشینی خرابی کے سبب ریکارڈ سے نکل گیا۔[1]

عمان پر ایک طائرانہ نظر

عمان میں چند دن گزارنے اور مختلف تقریبات میں شریک ہونے سے اس کا اندازہ ہوا کہ شرق اردن اور دوسری عرب ریاستوں پر مغربی تہذیب کا اچھا خاصا اثر پڑ گیا ہے جو صورت و لباس اور عورتوں کی آزادی و بے پردگی کی شکل میں نمایاں ہے، اس میں امریکہ کے سیاسی و انتظامی نفوذ کا بھی اثر ہے، جو ان ملکوں کا سیاسی طور پر محافظ اور پاسبان بن گیا ہے، اس سے ہندوستان کے علماء، واعظین، مبلغین، مشائخ طریقت و مصلحین اور مدرسوں اور خانقاہوں کی قدر آئی جن کے اثر سے برصغیر (ہندو پاکستان) میں اب بھی شریعت اور شعائر اسلامی کا خاصا اثر ہے اور اہل مغرب کی

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ٹیلی ویژن کے بعض غیر مسلم ذمہ داروں یا روشن خیال افسران نے اس کی شمولیت مناسب نہیں سمجھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

تقلید اور ان کے شعائر کی پیروی اتنی عام نہیں ہوئی ہے جتنی بہت سے عرب ملکوں میں نظر آتی ہے، مغربی تہذیب و معاشرت اور مغربی لباس و حلیہ سے حفاظت اور اس کی ناپسندیدگی میں تحریک خلافت اور تحریک آزادی کا بھی بڑا حصہ ہے، جس نے ولایتی طرز معاشرت اور حلیہ و لباس کے خلاف ایک طاقتور ردّ عمل پیدا کر دیا تھا اور ملکی، قومی اور مذہبی شعائر اور مظاہر کی پابندی کو پسندیدہ اور قابل فخر بنا دیا تھا، افسوس ہے کہ ایسی کوئی تحریک ان عرب ملکوں میں پیدا نہیں ہوئی، اور مغربی تہذیب، معاشرت اور مظاہر کے خلاف کوئی ردّ عمل ظاہر نہیں ہوا۔

عمّان میں یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہر نماز کے لئے اذان ایک جگہ ریڈیو سے ہوتی ہے اور اسی آواز کی بازگشت ہر مسجد سے سنائی دیتی ہے، ہر مسجد سے الگ الگ کوئی اذان نہیں دی جاتی ہے اور اذان دینے کے ثواب سے سیکڑوں کی تعداد میں موذنین محروم ہیں۔

عمّان کی آبادی ۲۰ لاکھ بتائی جاتی ہے، جس میں ۲۵ فیصد عیسائی ہیں، عمان میں اس دس برس کے اندر بڑی وسعت اور ترقی ہوئی، دور تک شہر پھیلا ہوا ہے، اور اعلیٰ عمارتیں نظر آتی ہیں۔

عمّان کے دوسرے پروگرام

۲۴ر اگست یوم دوشنبہ کو جامعۃ الزرقاء میں پروگرام تھا جو عمّان سے ۳۰ کلو میٹر ہے وہاں جلسۂ استقبالیہ ہوا، جس میں بعض اساتذہ کی تقریریں اور سوال و جواب کا سلسلہ رہا، رابطہ کے بعض ذمہ داروں نے خطاب کیا اور راقم نے شکریہ ادا کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

جامعۃ الزرقاء سے جامعہ اہل البیت کو روانگی ہوئی (جس کو اس نسبت کی وجہ سے کہ اس کو حاکم خاندان کی (جو سادات سے تعلق رکھتا ہے) سرپرستی حاصل ہے اہمیت حاصل ہے جامعۃ اہل البیت عمّان سے ۶۰ کلومیٹر دور ہے وہاں جامعہ کے دائرہ میں پیدل چلنا پڑا، ایک جگہ کھانے کا انتظام تھا، پھر نشست ہوئی جس میں وائس چانسلر صاحب نے طویل تقریر کی، تکان کی وجہ سے راقم کو دورہ پڑ جانے کا خطرہ محسوس ہوا۔

۲۵ راگست کو تبلیغی مرکز جو مسجد مدینۃ الحجاج میں واقع ہے وہ شہر سے ۲۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، جانا ہوا اور وہاں ایک مفصّل تقریر کی جس میں تبلیغ کی ضرورت و اہمیت اور مختلف طبقوں خاص طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف توجہ مبذول کرنے اور اس کے دین کے بارہ میں احساس کمتری کو دور کرنے کی ضرورت کی طرف متوجہ کیا گیا، وہاں تبلیغی کارکن اور اس کے ایک قائد الشیخ النجار کی معیت میں جانا ہوا جو وہاں کی دعوت لے کر آئے تھے۔

شام کے سفر کا التواء

اس سفر میں جو عمان، حرمین شریفین کی طرف ہونے والا تھا، شام (سوریا) کا سفر بھی شامل کیا گیا تھا اور اس کا ویزا بھی لے لیا گیا تھا، راقم کا حرمین شریفین کے بعد سب سے زیادہ موانست اور تعلّق شام کی سرزمین سے تھا جس کے شہروں اور مقامات سے واقفیت زمانہ طفولیت سے تھی، خاندان میں (خاص طور پر کسی حادثہ کے وقوع پر) تسکین و تسلّی کے لئے واقدی کی فتوح الشام کا منظوم اُردو ترجمہ "صمصام الاسلام"

www.abulhasanalinadwi.org

کے پڑھنے کا خاندان میں رواج تھا، جو ہمارے خاندان ہی کے ایک بزرگ (والد صاحب کے پھوپھا اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے نواسہ سید عبدالرزاق صاحب کلامی نے ۲۵ ہزار اشعار میں کیا تھا) اس کے سننے سے صبر و تسلّی اور ایمان کے اضافہ کے ساتھ شام کے اہم مقامات اور جہادی معرکوں کے مراکز کے نام ایسے مانوس اور محفوظ ہو گئے تھے جیسے ہندوستان اور اپنے قرب و جوار کے امصار و دیار کے نام، ۱۹۵۱ء میں قاہرہ کے قیام سے فارغ ہو کر شام جانا ہوا جہاں دمشق سے حلب تک سیاحت رہی، پھر شعبان ۱۳۷۵ھ اپریل ۱۹۵۶ء میں راقم کو جامعہ دمشق کی شاخ کلیۃ الشریعہ میں تدریس کی دعوت دی گئی جس کو راقم نے عارضی طور پر محاضرات (خطبات) کے القاء کے لئے منظور کیا، جو بعد میں "رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام" (۱-۲-۳-۴) کے نام سے شائع ہو گئی ہے[1]

اس قیام و سفر میں شام کے علماء، شیوخ، داعیانِ دین اور ادباء و فضلاء سے بہت ارتباط رہا اس کے بعد بھی دو تین بار شام جانا ہوا اور خط و کتابت اور اتحاد مقاصد و افکار کے رشتہ سے ذہنی، دینی اور فکری و ادبی رابطہ رہا، وہاں کی شہرۂ آفاق اکیڈمی "المجمع العلمی العربی" کا رکن بھی منتخب ہوا، اس کی متعدد تصنیفات وہاں سے شائع ہوئیں اور مشہور و مقبول، طویل وقفہ کے بعد (جس میں شام جانے کی نوبت نہیں آئی) جب شام والوں نے بالخصوص مفتی جمہوریہ اور محب قدیم شیخ احمد کفتارو نے سنا کہ راقم کا سفر عمّان کا ہونے والا ہے تو انھوں نے شام آنے کی

---

[1] اس کا صرف پہلا حصہ دمشق کے محاضرات پر مشتمل ہے، باقی تین حصے ہندوستان میں مرتب ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پر زور دعوت دی اور استقبال اور جلسوں میں خطابات کا پروگرام بنایا، ایک بڑے دینی استقبالیہ جلسہ کا اعلان بھی ہوگیا، اس دعوت و تحریک میں بعض عزیز ندوی طلباء بھی شامل تھے، خاص طور پر عزیزی سیّد عبدالماجد غوری۔

لیکن شدید ضعف، تکان اور نقل و حرکت کی دشواری کی بنا پر جو عمان کے قیام میں محسوس ہوئی تھی سفر کے التواء کا فیصلہ کیا گیا، حسنِ اتفاق سے مولوی سیّد اجتبا ندوی اور ایک رفیق سفر مکرمی عرفان صاحب لکھنوی کا پروگرام شام جانے کا بھی تھا ان کے ذریعہ اس سفر کے التواء کی اطلاع دی گئی اور اس کی معذرت کی گئی، جس پر محترمی شیخ احمد کفتارو صاحب نے بہت اظہار افسوس کیا، وہاں سے استقبالیہ مضمون اظہار افسوس اور متعدد وقیع تحائف بھیجے، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر دے اور پھر کبھی ملاقات اور زیارت شام کا شرف عطا فرمائے[1]۔

۲۶ راگست کو ۱۱ بجے عمّان کے ہوٹل سے روانگی ہوئی، ۲½ بجے جہاز کی روانگی تھی ۴½ بجے عصر کو جدّہ پہنچنا ہوا، وہاں استقبال کرنے والوں کی خاصی تعداد تھی، جن میں زیادہ تر ندوی احباب وفضلاء، واقفین قدیم اور خاندان نورولی کے (جو عرصہ دراز سے راقم اور اس کے رفقاء کا میزبان رہا کرتا ہے[2]) افراد تھے، بعض احباب مدینہ

---

[1] شام ہی نہیں بلکہ صحت کی موجودہ حالت اور شرق اردن و حرمین شریفین کے سفر اور مصروفیت کی وجہ سے اسلامک سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی (جس کا راقم صدر بھی ہے) کے اس جلسہ میں شرکت سے بھی معذرت کرنی پڑی جو ۲۲؍۲۳ ستمبر کو آکسفورڈ میں منعقد ہونے والا تھا۔

[2] یہ سلسلہ تقریباً ۴۰-۵۰ برس سے جاری ہے جب راقم اپنے مرشد حضرت رائے پوری کی معیت میں ۱۹۴۷ء میں حج کے سلسلہ میں جدہ پہنچا تھا اور شارع قابل میں اس خاندان کے سرپرست الحاج عبدالقادر نورولی کا مہمان ہوا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

طیبہ اور طائف سے بھی آئے تھے جن میں مدینہ طیبہ کے میزبان عبدالرشید صاحب حیدر آبادی (مہندس معماری مسجد نبوی شریف) عزیزی سید طارق حسن عسکری (محکمہ ٹیلیفون مدینہ طیبہ) اور طائف سے عزیزی محمد اکرام قابل ذکر ہیں، قیام محترمی محمد نور ولی صاحب کے یہاں ہوا۔

۲۷ر اگست ۱۹۹۸ء کی صبح عزیزی عبداللطیف ساعاتی جونپوری کی گاڑی پر (جو ہمیشہ مکہ معظمہ کے قیام میں سواری میں استعمال ہوتی ہے اور عزیزی عبداللطیف اس کو ہمارے قیام حرمین تک ہمارے لئے وقف کر دیتے ہیں) ہم کو مکہ معظمہ لے گئے، ہم تینوں (راقم اور عزیزان مولوی محمد رابع و مولوی محمد واضح اور رفیق عزیز و مکرم الحاج محمد عثمان صاحب) ساتھ تھے، وہاں ہم لوگوں نے عمرہ ادا کیا، راقم نے ۵ شوط وہیل چیر پر اور دو شوط پیدل طے کئے، یہ جمعرات کا دن تھا، وہاں سے ہم لوگ اپنی مجوزہ قیام گاہ عزیز گرامی مولوی ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے مکان واقع شارع منصور پر آئے جو عرصۂ دراز سے ہماری مکہ معظمہ میں قیام گاہ رہتی ہے اور وہ ایک طرح سے مکہ میں اپنا گھر بنا ہوا ہے ان کے فرزندان خاص طور پر عزیز القدر طٰہٰ عبداللہ اور عزیز القدر ضیاء عبداللہ نے بالکل خاندانی طور پر عزیزانہ اور کریمانہ استقبال کیا اور راحت و استراحت کے تمام اسباب مہیا کئے۔

اگلے دن جمعہ تھا فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس امام المکی نے بڑا زوردار اور فصیح و بلیغ خطبۂ جمعہ دیا، راقم نے اس سے پہلے کسی عرب خطیب کا اس سے زیادہ قوی و بلیغ خطبۂ جمعہ نہیں سنا تھا، راقم نے عزیزی مولوی نسیم ندوی کے ذریعہ اپنے بعض دعوتی رسائل ان کو بھیجے اور اپنا تأثر ظاہر کیا، جس پر انھوں نے مسرت و امتنان کا اظہار کیا، مولوی محمد رابع سے معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان اور لکھنؤ میں دار العلوم ندوۃ العلماء

www.abulhasanalinadwi.org

آچکے ہیں۔

مکہ معظمہ کے چہار روزہ قیام میں مغرب کی نماز حرم شریف میں پڑھی جاتی تھی اور نماز کے بعد وہیل چیر پر طواف کا شرف اور سعادت حاصل کی جاتی تھی، جس میں پہلے روز تو ڈھائی شوط پیدل ادا کئے اور دو روز تکان وضعف کی وجہ سے ایک ہی شوط پیدل ادا کیا جا سکا، ایک روز مغرب کے بعد (جب سعی کی جاتی تھی) زوردار بارش ہوئی جس کی وجہ سے پیدل شوط ادا نہیں کیا جا سکا۔

ایک روز شب میں عزیزان عزیز القدر طٰہٰ اور ضیاء کے اہتمام اور دعوت میں قیام گاہ پر بڑے پر تکلّف کھانے کا انتظام کیا گیا اور متعدد ہندوستانی معززین مقیمان مکّہ جن میں مدرسہ صولتیہ کے ذمہ دار مولوی حشیم وغیرہ بھی تھے عربوں میں ممتاز شامی محب وفاضل شیخ حسن حبنکہؒ مرحوم کے فاضل فرزند شیخ عبدالرحمٰن حبنکہؒ اور بعض دوسرے عرب فضلاء شامل تھے، راقم نے اپنا پرانا مضمون " اسمعوھا منی صریحۃ ایھا العرب "، پڑھ کر سنایا جو توجہ اور احترام سے سنا گیا اور بعض استقبالیہ تقریریں بھی ہوئیں۔

مکّہ معظمہ کے چہار روزہ قیام میں ایک روز محترمی سعدی مرحوم (برادر زادہ مولانا محمد سلیم صاحب مکّی مہتمم مدرسہ صولتیہ) کے فرزند مکرمی عثمان صاحب کے یہاں بعد عشاء دعوت تھی، ان کی کوٹھی اس سڑک پر قریب ہی تھی، راقم پہلے مکّہ مکرمہ کے اسپتال مستشفی امّ القری العامؔ گیا جہاں کہن سال اور دیرینہ داعی ورکن جماعت

لہ یہ اسپتال ایک پاکستانی صاحب توفیق (جو امراض باطنی اور قلب کے ماہر خصوصی ہیں) ڈاکٹر شبیر علی شبیر محمد کا قائم کیا ہوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تبلیغ مولانا محمد سعید صاحب داخل تھے، ان کی عیادت اور ان سے ملاقات کرنی تھی ان کے ایک بازو میں درد اور حملہ کا اثر تھا، سالہا سال کے بعد ان کی زیارت کی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شکایت تو جاتی رہی مگر بائیں حصّہ پر فالج کا اثر ہوگیا، وہاں محبی فضل عظیم صاحب مرادآبادی سے ملاقات ہوئی، وہاں سے آنے کے بعد عثمان صاحب کی دعوت میں گئے، جہاں محبین و معززین کی خاصی تعداد تھی، حاضرین میں سے کسی نے دعوت دی کہ راقم کچھ خطاب کرے راقم نے اس کی تعمیل کی اور ایک دعوتی و فکری تقریر کی اور دیر رات کو اپنی قیام گاہ پر آگیا۔

مکّہ معظمہ کے چہار روزہ قیام میں ایک دن محب عزیز و مکرم عباد الرحمٰن نشاط صاحب (پروفیسر انگریزی اُم القریٰ یونیورسٹی مکّہ معظمہ) کے یہاں دوپہر میں راقم اور اس کے رفقاء کی دعوت تھی جس میں ان کے کچھ احباب اور رفقاء بھی شامل تھے، انھوں نے اس دعوت کے قبول کا وعدہ ہمارے سفر سے پہلے ہی ٹیلیفون کے ذریعہ لے لیا تھا اور ہم نے اس کو شوق و رغبت سے قبول کیا تھا، نشاط صاحب سے ایک بہت قدیم اور قابل احترام ربط و تعلّق ہے وہ یہ کہ ہمارے جدّ امجد حضرت سید علم اللہ شاہ مجددی نقش بندی اور ان کے جد امجد شیخ سلطان بلیاوی حضرت سیّد آدم بنوریؒ کے اجل خلفاء میں تھے جیسا کہ کتاب "نتائج الحرمین" میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت سیّد آدم کے یہ دو سب سے بڑے خلفاء تھے، نشاط صاحب کا خاندان اور شیخ سلطان کے اعقاب، بیگو سرائے بہار کے قریب عرصہ سے قصبہ لکھمنیا میں اقامت گزیں ہیں، نشاط صاحب نے امریکہ میں اپنی انگریزی تعلیم اور ادبیات کی تکمیل کی، جب اس راقم کا قیام آنکھ کے آپریشن کے سلسلہ میں فلاڈلفیا میں تھا تو وہ برابر آتے جاتے رہتے تھے اس وقت سے ان کا راقم سے

www.abulhasanalinadwi.org

عزیزانہ اور مخلصانہ تعلق ہے، حال میں انھوں نے راقم کی کتاب "اسلام کا تعارف" کا انگریزی میں ترجمہ کیا اس کا انگریزی نام (THE ISLAM AN INTRODUCTION) ہے، جسے عزیزی عبداللہ حسنی سلّمہٗ نے بڑے اہتمام سے چھپوایا، وہ غیر مسلم فضلاء کو خاص طور پر تحفۃً دی جاتی ہے اور وہ بڑے متأثر ہوتے ہیں۔

مکّہ معظمہ کے قیام کے آخر میں ایک روز عزیزان سید حسن طارق صاحب اور عزیزی طٰہٰ عبداللہ کی معیت اور رہنمائی میں عرفات، مزدلفہ اور منیٰ کی زیارت کی، حج کے ایّام اور حُجّاج کی کثرت کی صورت میں ان مقامات کو تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دیکھنا مشکل ہوتا ہے، وہاں ان تعمیری تبدیلیوں و اضافات کو بھی دیکھنے کا موقع ملا جو حجّاج کی سہولت کے لئے کی گئیں۔

مدینہ طیّبہ حاضری

۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ یکم ستمبر ۱۹۹۸ء کو عزیزی عبداللطیف کی گاڑی سے ہم سب رفقاء سفر مدینہ طیّبہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہلے سے محب گرامی محمد عبدالرشید صاحب حیدرآبادی (مہندس معماری مسجد نبوی شریف) کی دعوت اور طلب پر جنھوں نے ہندوستان کے قیام کے زمانہ میں ٹیلی فون کے ذریعہ اپنی ضیافت میں قصر الشریف میں قیام کے لئے وعدہ لے لیا تھا اور جدّہ کے ہوائی اڈہ پر آکر بھی اس کو اور پختہ کرلیا تھا، قصر الشریف میں قیام ہوا، پہلے بھی ایک دوبار اسی ہوٹل میں جو باب جبریل کے سامنے تھا ان کی ضیافت میں قیام رہا تھا، اس مرتبہ بھی ہم لوگ ان ہی کے مہمان ہوئے، انھوں نے دو کمرے ایک

www.abulhasanalinadwi.org

خاص راقم کے لئے اور ایک اس کے رفقاء کے لئے مخصوص کر لئے تھے، ہمارے اس قیام اور ضیافت سے عزیزی عبدالحمید نور ولی کو بھی دلچسپی اور اہتمام تھا، مدینہ طیبہ میں معمول رہا کہ مغرب کی نماز سے پہلے ہوٹل سے اتر کر راقم وہیل چیئر پر اور رفقاء پاپیادہ مسجد شریف کے باب السلام تک چل کر جاتے وہاں مغرب کی نماز ادا کرتے اور کچھ دیر نوافل و معمولات میں مشغول رہ کر مواجہ شریف کے سامنے حاضر ہوتے اس وقت مجمع اور ازدحام بھی کم ہوجاتا تھا وہاں صلوٰۃ و سلام پیش کرتے اور خلیفتین راشدین حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم کو بھی سلام پیش کرکے اپنی جگہ آجاتے اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے، عشاء کی نماز پڑھ کر اپنی قیام گاہ پر واپس ہوتے، ۵ دن مدینہ طیبہ کا قیام رہا انھیں دنوں میں جمعہ بھی پڑا اور مسجد نبوی شریف میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔

مدینہ طیبہؓ میں کوئی بیرونی اجتماعات یا خطابات نہیں ہوئے، عام طور راقم کی وہاں حاضری کا بھی قدیم احباب اور علماء و اساتذہ کو علم نہیں ہونے پایا، جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ میں تعطیل تھی، گرمی کی شدت کی وجہ سے اعیان و فضلاء کی بڑی تعداد باہر خاص طور پر طائف گئی ہوئی تھی، بیرونی طلبہ بھی اپنے وطنوں یا بیرونی مقامات پر گئے ہوئے تھے۔

قدیم معمول کے مطابق شیخ صالح الحُصَیِّن آمد کی اطلاع پاتے ہی ملاقات کے لئے آئے، وہ ایک فاضل نجدی رئیس ہیں جو مستقل طور پر مدینہ طیبہؓ ہی میں قیام پذیر ہیں، ہماری کتابوں کے مطالعہ و نشر و اشاعت سے شروع سے ان کو دلچسپی رہی ہے اور بعض کتابیں انھوں نے خود چھپوائیں اور ان کی اشاعت کی خاص طور پر

www.abulhasanalinadwi.org

العقیدہ والعبادۃ والسلوک اور رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام کا وہ حصّہ جو شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ سے مخصوص ہے، ان کی ملاقات سے مسرّت اور عزّت حاصل ہوئی اور وہ بھی بڑے اخلاق سے ملے۔

شیخ صالح الحصین کے علاوہ مسجد نبوی شریف کے نائب الرئیس العام الشیخ عبدالعزیز عبداللہ الفالح نے بھی ملاقات کی عزّت بخشی، ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ سابق امام مسجد شیخ علی بن عبدالرحمٰن الحُذیفی بھی ملاقات کے لئے تشریف لانے والے ہیں' اپنی اس طاقتور اور صریح اور حمیت دینی سے لبریز تقریر کی بنا پر جو انھوں نے ایران کے زعیم و قائد سابق صدر ایران ہاشمی رفسنجانی کی تنقید میں کی تھی (جنھوں نے مواجہ شریف کے سامنے خلیفتین راشدین صدیق اکبر و فاروق اعظم کی شان میں گستاخانہ فعل ادا کیا تھا) اپنے عہدہ سے ہٹا دئے گئے[۱] مگر کسی عذر یا مانع کی بنا پر وہ نہیں آسکے اور ملاقات نہیں ہوئی، راقم نے ان کو عزیزی عبدالحمید لور ولی کے ذریعہ جو ان کے آنے کی خبر لائے تھے اپنی کتاب "صورتان متضادتان للاسلام" تحفۃً بھیجی امید ہے کہ ان کو پسند آئی ہوگی، مدینہ طیبہّ کے قیام میں ایک روز فاضل جلیل خلیل ملا فاطر صاحب نے جو بڑے فاضل و مصنّف ہیں اور شام کے رہنے والے ہیں اپنے دولت خانہ پر رات کے کھانے کی دعوت کی اس میں خاصی تعداد میں علماء اور ان کے تلامذہ شریک تھے جامعہ امام محمد کی اس شاخ کے جو مدینہ طیبہّ میں ہے، استاد اور بہت سی کتابوں کے مصنّف ہیں، راقم نے علماء اور معززشرکاء کی اس محفل میں اپنا مضمون اسمعوھا منی صریحۃ ایھا العرب پڑھ کر سنایا جو توجہ اور انہماک کے ساتھ سنا گیا۔

---

[۱] ان کی تقریر کا کیسٹ دارالعلوم میں محفوظ ہے، تقریر بڑی پرجوش پر حمیت ہے راقم نے اور احباب نے سنا اور اس کو پسند کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہندوستان مراجعت بمبئی کا قیام

مدینہ منورہ میں پانچ دن قیام کرکے یہ مختصر قافلہ جدہ کو روانہ ہوا اور وہاں ٹھہر کر بمبئی کے لئے رخت سفر باندھا، حجاز مقدس سے بمبئی تک سعودی ایرویز میں سفر ہوا جو معمولاً پُر راحت اور پُر سکون تھا، اس تقریب و تذکرہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اضطراراً لیکن بر بنائے اخلاص و تعلق لکھا جاتا ہے کہ اگرچہ جہاز کی روانگی کے وقت سفر کی مسنون دعا پڑھی گئی (جو کسی اور کمپنی کے جہاز میں نہیں سنی جاتی) لیکن سارے راستہ سفر میں تفریحی تصویریں اور مناظر دکھائے جاتے رہے، جن میں انسانوں کی جو اکثر مغربی لباس میں ہوتے تھے اور کبھی کبھی خواتین کی تصویریں ہوتی تھیں جن میں نہ کوئی افادیت ہوتی تھی نہ پیام، نہ مفید معلومات، یہ منظر جو برابر سعودی ہوائی جہازوں میں اور بیشتر اسلامی ملکوں کی جہاز راں کمپنیوں کے طیاروں میں دیکھنے میں آتا ہے یہ خیال ہوا کہ اگر اس کے بجائے (کم سے کم سعودی جہاز میں) منیٰ و عرفات میں حجاج کے اجتماعات، حج کے مناظر، حرم شریف اور مسجد نبوی کی تصویریں ہوتیں یا قرآنی آیات اور رہنما احادیث نبوی اور ہدایات ہوتیں تو مسلمان حجاج کو بھی فائدہ پہنچتا اور غیر مسلم مسافروں پر بھی اچھا اثر پڑتا اور ان کو اس وحدت و مساوات کا منظر، عبادت، توجہ الی اللہ کے مناظر دیکھنے میں آتے جن سے ان کے دلوں میں اسلام کی قدر پیدا ہوتی اور وہ اسلام کے مطالعہ پر بھی آمادہ ہوتے لیکن افسوس ہے کہ اس کی طرف نہ ان حکومتوں کی توجہ ہوئی اور نہ کسی نے اس کی طرف ان کو توجہ دلائی۔

سوء اتفاق کہ وہ جہاز جس کو بمبئی کے لئے روانہ ہونا تھا وہ کسی مجبوری کی بنا پر

www.abulhasanalinadwi.org

۶ گھنٹے لیٹ ہوگیا اور بجائے ۶ بجے شام کو بمبئی پہنچنے کے تقریباً پونے بارہ بجے رات کو بمبئی پہنچا، اس تاخیر کے باوجود ہمارے میزبان مکرم محمد بھائی مالک آندھرا بمبئی ٹرانسپورٹ اور محب گرامی ڈاکٹر سید قمر الدّین صاحب مقیم اورنگ آباد، محبی انیس چشتی صاحب مقیم پونہ اور چند احباب استقبال کے لئے موجود تھے، مدن پورہ پہنچ کر محمد بھائی کی قیام گاہ (سہاگ پیلس) میں عشاء کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا اور آرام کیا، ہماری خواہش اور دعوت پر محب گرامی و داعی جلیل مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب بھی خاص ملاقات اور بمبئی میں ساتھ رہنے کے لئے بمبئی تشریف لے آئے تھے، ان کے قیام سے بمبئی کا قیام اور زیادہ مسرّت افزا اور مفید بن گیا۔

یہ بات پہلے سے طے تھی کہ عزیز گرامی قدر مولوی محمد رابع ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کا جن کو عرصہ سے کٹریکٹ کی شکایت ہے بمبئی میں آپریشن کرایا جائے گا اس کے لئے بمبئی کے ماہر امراض چشم ڈاکٹر گووند شراف کا انتخاب کیا گیا جن کا اسپتال چوپاٹی کے سامنے ہے اور سمندر کے قریب ہے، کٹریکٹ کے آپریشن میں پہلے کم سے کم ایک ہفتہ لگتا تھا، راقم نے جولائی ۱۹۶۴ء میں بمبئی میں میجر ایرانی سے آپریشن کرایا تھا جس میں ایک ہفتہ لگا، اور جب جولائی ۱۹۷۷ء میں فلاڈلفیا میں امریکہ کے مشہور سرجن ڈاکٹر شئے سے آپریشن کرایا تو اس نے ایک ہفتہ کے بعد بھی ایک ہفتہ ٹھہرایا، لیکن اب اس فن میں ایسی ترقی ہوئی ہے کہ وہ چند گھنٹوں کا کام رہ گیا ہے اور صرف ایک دن پٹی بندھی رہتی ہے پھر دھوپ کا چشمہ دے دیا جاتا ہے۔

عزیز القدر مولوی رابع سلّمہٗ اسپتال میں داخل ہوئے، یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور اس کی مدد رہی کہ محب محترم ڈاکٹر سید قمر الدّین صاحب سابق سول سرجن جو

www.abulhasanalinadwi.org

بمبئی کے کنگ جارج میڈیکل کالج کے ڈائرکٹر رہے ہیں اور ان سے ہم لوگوں کا ایک عزیزانہ اور مخلصانہ تعلّق ہے نیز ڈاکٹر محسن شمسی ریٹائرڈ کرنل اور رفیق محترم محمد عثمان صاحب نے عزیز موصوف کے ساتھ اسپتال میں قیام کیا اور پوری ہمدردی اور رفاقت کا ثبوت دیا، آپریشن الحمد للہ کامیاب رہا، عزیز موصوف اور ان کے رفقاء محمد بھائی کے دولت خانہ پر واپس آئے اور ہم لوگ تیسرے روز ۱۳ ستمبر ۱۹۹۸ء کو مع الخیر والعافیۃ اپنے مستقر لکھنؤ صبح کی فلائٹ کے ذریعہ واپس ہوئے۔

عزیز موصوف کے آپریشن کی خبر سن کر اعزاء احباب اور اہل تعلّق کی خاصی تعداد لکھنؤ کے ہوائی اڈہ پر موجود تھی وللہ الحمد اولاً وآخراً

محبّی عثمان صاحب لکھنؤ تک ہمراہ رہے ایک دن کے لئے رائے بریلی بھی گئے، انھوں نے آنے جانے کا پورا سفر، رفاقت و اعانت اور اپنی محبّت میں اختیار کیا، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

سفر مدراس

راقم کا مدراس کا پہلا سفر جولائی، اگست ۱۹۷۰ء میں ہوا، جس کا سبب مولانا عبد الماجد صاحب دریابادیؒ کے ان مضامین اور خطبات قرآنیہ[1] کے جلسوں میں شرکت اور صدارت کی وہ تقریب تھی جس کی دعوت اور اس کا انتظام مدراس کے ایک اسلامی ذہن رکھنے والے اور مخیّر تاجر الحاج عبد الواحد صاحب نے کیا تھا، اس تقریب سے مدراس میں قیام

---

[1] یہ خطبات "مشکلات القرآن"، کے نام سے شائع ہوگئے ہیں جس پر مقدمہ بھی راقم الحروف کا لکھا ہوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

چند روز موصوف ہی کی کوٹھی میں رہا۔

اس کے بعد دوسرا سفر بابری مسجد کے سلسلہ میں گفتگو کرنے اور اس وقت کی مشتعل فضا کو معتدل بنانے کی کوشش کے لئے شنکراچاریہ جی سے ملاقات کی ضرورت سمجھ کر الحاج محمد یونس سلیم صاحب (اس وقت کے گورنر بہار) اور کرشن کانت (گورنر آندھرا پردیش[1]) اور رفیق محترم مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی معیت و رفاقت میں ہوا[2]، اس مقصد کی تکمیل کے بعد ۲۰ مارچ ۱۹۹۰ء کو مدراس سے واپسی ہوئی۔

ان دو سفروں کے بعد عرصہ تک مدراس کے سفر کی نوبت نہیں آئی اگرچہ جنوبی ہند کے بعض بڑے شہروں، بنگلور، منگلور اور کیرالا تک سفر ہوئے جن کا تذکرہ اپنی جگہ پر کاروان زندگی کی پچھلی جلدوں میں آچکا ہے۔

ستمبر ۱۹۹۸ء میں مدراس کے تیسرے سفر کی ایک مبارک تقریب پیش آئی قاری محمد قاسم انصاری صاحب (جو بھوپال کے رہنے والے ہیں اور ان کے تلمذ و استفادہ کا کچھ تعلق استاد محترم و محبوب شیخ خلیل بن محمد عرب یمانی، بھوپالی، کے ایک بھائی اور فرد خاندان سے رہا ہے)، کی طرف سے دعوت نامہ آیا کہ ۳۰ ستمبر کو مدراس کی پری میٹ کی مسجد میں ان کے درس قرآن کے ختم کی تقریب منعقد ہوگی، جس کے درس کا سلسلہ ۱۱-۱۲ سال سے شروع ہوا ہے[3]، کچھ اس تقریب سعید کے احترام میں اور کچھ ان کی نسبت تلمذ اور وطن سے تعلق کی بنا پر باوجود ایک طویل بیرونی سفر (شرق اردن

---

[1] جو موجودہ نائب صدر جمہوریہ ہند ہیں۔

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "کاروانِ زندگی"، حصہ چہارم ص ۱۹۹ــــ ۲۰۴

[3] قاری صاحب شہر کی اس عظیم مسجد میں ہفتہ میں ایک مرتبہ چہارشنبہ کو درس قرآن دیتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور حجاز مقدس) سے قریبی واپسی کے، جس کی ماندگی اور تکان ابھی دور نہیں ہوئی تھی، مدراس کے سفر سے معذرت نہیں کی جاسکی اور اس کو منظور کر لیا گیا۔

۶؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ ۲۸؍ستمبر ۱۹۹۸ء کو اپنے رفیق و معاون حاجی عبدالرزاق شاہد حسین صاحب آفس انچارج دفتر دارالعلوم ندوۃ العلماء اور عزیز القدر مولوی خلیفہ عبدالعزیز ندوی[1] بھٹکلی کی معیت میں دہلی مدراس جانے والی فلائٹ میں روانگی ہوئی، دہلی کے ہوائی اڈہ پر جہاں ہمارے جہاز کو ٹھہرنا تھا، رفیق محترم اور معاون خصوصی مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب بھی شریک سفر ہو گئے، جس سے اور تسکین و تقویت ہوئی۔

۲۸؍ستمبر کو ۸؍۱/۲ بجے مدراس پہنچنا ہوا، ہوائی اڈہ سے سیدھے ٹی عبدالواحد صاحب کی قیام گاہ آئے جو ایک شاندار کوٹھی اور وسیع مہمان خانہ ہے، ٹی عبدالوحد صاحب سے جو اس وقت تک معلوم ہوتا تھا کہ انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، ملاقات ہوئی، لیکن وہ بہت ضعیف اور مریض معلوم ہوتے تھے صرف ان سے سلام کی نوبت آئی، ہم لوگوں نے عشاء کی نماز پڑھی کھانا کھایا اور آرام کیا۔

ٹی۔ عبدالواحد صاحب کی کوٹھی پر ایک دن قیام کرنے کے بعد ہم لوگ بہار کے ایک متوطن اور مدراس کے تاجر چرم شمیم صاحب کے یہاں منتقل ہو گئے جنھوں نے ہمارے قیام لکھنؤ ہی کے زمانہ میں کوشش کی تھی کہ ہم کچھ وقت ان کی قیام گاہ اور فرم میں ٹھہریں، اس کے لئے انھوں نے چکمنڈی کے ایک پرانے دوست جلیل الرحمٰن

---

[1] عزیزی خلیفہ عبدالعزیز نے مدراس اور جنوبی ہند میں راقم کی دعوتی کتابوں کے انگریزی تراجم کی وسیع پیمانہ پر اشاعت و تعارف کرایا ہے اور ان سے مدراس کے اسلامی ذہن رکھنے والے اور مخیر لوگ واقف ہیں۔

صاحب کے نواسہ کے ذریعہ وعدہ لے لیا تھا جو ان کی فرم میں کام کرتے ہیں اور مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب نے بھی اس کی سفارش کی تھی، وہاں کے قیام کے دنوں میں ایک دن ایک مسجد کی سنگ بنیاد رکھنے کے لئے شہر کے ایک نواحی مقام پر جانا ہوا اور کچھ خطاب بھی ہوا۔

شمیم صاحب کے یہاں ایک دن اور ایک رات ٹھہر کر ہم لوگ الحاج ملک محمد ہاشم صاحب کے دولت خانہ پر جو نوگم پاگم کے محلّہ میں واقع ہے، منتقل ہو گئے ان کا وطن اصلی ملولیشارم ضلع ویلور ہے لیکن مدراس میں ان کی چمڑے کی تجارت ہے اور وہ وہاں کے ممتاز دیندار و باوقار مسلمان تاجر ہیں، ان کا علماء و مشائخ دیوبند اور صحیح العقیدہ شیوخ و علماء سے عقیدت و ارادت کا تعلق ہے، انھوں نے ضیافت و راحت رسانی کا پورا اہتمام کیا اور ہم لوگ راحت و سکون کے ساتھ دوؔ دن اور دوؔ راتیں وہاں مقیم رہے۔

چہارشنبہ ۳۰ر ستمبر کو پریمیٹ کی مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد ختم قرآن کی تقریب تھی، راقم اپنے رفقاء کے ساتھ وہاں پہنچا، مسجد جو خود بہت وسیع ہے، اپنی دونوں بالائی منزلوں کے ساتھ حاضرین سے پُر تھی، مجمع ۲۵ ہزار کے قریب رہا ہوگا، ہم نے مغرب کی نماز پڑھی، قاری صاحب سے اس کی درخواست کی کہ وہ ہمیں اپنے بعد پہلے خطاب اور رخصت کا موقع دے دیں کہ ہم اپنے ضعف اور تکان و ہجوم کی وجہ سے آخر تک نہیں بیٹھ سکتے، اور اس وقت نکلنا بھی مشکل ہوگا انھوں نے ازراہ کرم اس کو منظور کیا۔

قاری صاحب کی تمہیدی و تعارفی تقریر کے بعد ہم نے اپنی تقریر کا آغاز اس

www.abulhasanalinadwi.org

ختم قرآن اور اہل مدراس کے اس سے استفادہ پر مبارک باد دینے کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ کر کیا:۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ[1] o

اور ان کو بتایا کہ ایک جلیل القدر تابعی اور عرب سردار احنف بن قیس کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو وہ چونک پڑے، انھوں نے کہا: قرآن مجید لانا، دیکھوں گا کہ میرا تذکرہ کس طرح ہے، قرآن شریف آیا اور انھوں نے اس کو جابجا سے الٹ کر دیکھا، کہیں بلند مرتبہ مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی ایمانی بلندی، دینی پابندی اور ذوق عبادت و انابت اور جہاد و شجاعت کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ ان کو پڑھتے اور کہتے کہ میں تو اس گروہ میں نظر نہیں آتا اور یہ میری حیثیت نہیں ہے، پھر وہ آیتیں سامنے آئیں جن میں کفار و بدکردار طبقوں اور افراد کے عیوب اور اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ اس کو دیکھ کر اللہ کی پناہ مانگتے اور ان سے براءت کا اظہار کرتے، اس تلاش و مطالعہ میں ان کے سامنے حسب ذیل آیت آئی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[2] o

(اور کچھ لوگ ہیں جن کو اپنے گناہوں کا صاف اقرار ہے، انھوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا، قریب ہے کہ خدا ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے)

یہ آیت سامنے آئی تو وہ بول اٹھے کہ یہی ہمارا حال ہے اور اسی گروہ میں ہم شامل ہیں۔

---

[1] الانبیاء: ۱۰، [2] التوبہ: ۱۰۲

www.abulhasanalinadwi.org

اس واقعہ کو سنانے کے بعد راقم نے سامعین کو توجہ دلائی کہ ہم کو قرآن مجید اسی حقیقت پسندی اور تجسّس و تلاش کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کہ ہم کس گروہ میں شامل ہیں اور ہمارا قرآن مجید میں کیا حلیہ بیان کیا گیا ہے اور اسی روشنی میں ہم اپنا محاسبہ اور احتساب کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

تقریر کے بعد راقم اپنے رفقاء کے ساتھ مسجد سے نکلا اور اس کو مصافحہ کرنے والوں کی اس تعداد اور ہجوم سے سابقہ نہیں پڑا جو جلسہ کے اختتام پر پیش آتا، اور اپنی قیام گاہ پر واپس ہوا۔

راقم کی تقریر کے بعد رفیق محترم اور محبّ گرامی مولانا عبدالکریم پاریکھ کی مفصّل اور بصیرت افروز تقریر ہوئی ہوگی جو فہم قرآن کا خاص ذوق اور اس کی بصیرت رکھتے ہیں، اور ناگپور میں سالہا سال سے ان کا درس قرآن جاری ہے، تحریری طور پر بھی ان کی قرآن مجید سے متعلق کتابیں اور تصنیفات ہیں۔

دوسرے دن تبلیغی جماعت کے مرکز میں خطاب کی سعادت حاصل ہوئی، وہاں بھی مجمع کثیر تھا، معلوم ہوا کہ وہاں شب گزارنے والوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے، راقم نے قرآن مجید کی حسب ذیل آیت پڑھی:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ (سورۃ التوبہ : ۱۲۲)

دیہ تو ممکن نہیں کہ اہل ایمان سب کے سب اپنے گھروں سے نکل پڑیں، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت گھروں سے نکل جائے تاکہ

www.abulhasanalinadwi.org

دین کی اچھی سمجھ حاصل کریں اور جب واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ احتیاط کی زندگی گزاریں)

اس آیت کی روشنی میں بیان کیا گیا کہ سارے اہل ایمان کا گھروں سے نکل جانا اور سفر اور دورہ اختیار کرنا تو خود قرآن نے ممکن اور ضروری نہیں بتایا لیکن اس کی ترغیب اور دعوت دی ہے کہ ہر گروہ اور اسلامی مجموعہ میں سے کسی تعداد کا نکلنا ممکن اور مطلوب ہے، اور اس کے دو مقصد ہونے چاہئیں خود دین کی سمجھ حاصل کرنا، اس کے احکامات و تعلیمات سے واقف ہونا اور واپسی پر اپنی جماعت کو متنبہ اور بیدار کرنا اور غلط عقیدہ اور بے عملی کے وبال و نقصان سے آگاہ کرنا اور ڈرانا ہے، اس آیت میں گویا تبلیغی جماعت کے باہر نکلنے، سفر کرنے اور دعوت کا کام کرنے کے دو بنیادی مقاصد اور فوائد بیان کر دیئے گئے ہیں، جن کا حصول اور جن پر عمل کرنا ضروری ہے، اس طرح باہر نکلنے والی جماعتوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے کہ وہ ان دونوں مقاصد اور مطالبات پر کتنا عمل کر رہی ہیں، ان کے دینی علم اور فرائض اور ذمہ داریوں کی معلومات میں کتنا اضافہ ہو رہا ہے اور وہ دوسروں (اہل محلہ، اہل شہر اور اہل خاندان) میں دین پہنچانے اور پھیلانے کی کتنی کوشش کر رہے ہیں، یہی تبلیغی جماعت کا فریضہ، فائدہ اور امتیاز ہونا چاہیئے، اور یہی اپنے احتساب و محاسبہ کی شکل اور میزان ہے۔

۱۰ ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۱۹ھ ۲ ر اکتوبر سنہ ۱۹۹۸ء کو جمعہ کے دن نماز جمعہ سے کچھ پیشتر لکھنؤ واپسی ہوئی اور یہ سفر بخیر و خوبی تمام ہوا[1]۔

---

[1] مدراس سے واپسی پر شاید تیسرے ہی دن بی عبدالواحد صاحب کے انتقال کی اطلاع ملی، ان کی عمر ۹۲ سال کی تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

چند وفیات

ادھر تین چار ماہ کے عرصہ میں جن خاص اہل تعلق اور دین و ملّت کا درد رکھنے والوں نے وفات پائی، ان میں پہلے پروفیسر سیّد علی اشرف صاحب ہیں، پروفیسر صاحب نے کیمبرج میں ۷/ جولائی ۱۹۹۸ء کو رحلت فرمائی، یہ ایک ممتاز ماہر تعلیم تھے، انگلش لٹریچر میں Ph.D. کیا، کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر رہے، فن تعلیم میں خصوصی صلاحیت رکھتے تھے اور جب تک ملک عبدالعزیز یونیورسٹی میں رہے اس موضوع کو اسلامی نقطۂ نظر کے تحت ترقی دینے کے لیے کوشاں رہے، پھر جب کیمبرج یونیورسٹی منتقل ہوئے تو وہاں اس موضوع پر کام کرتے رہے، تصوّف و احسان سے بڑے متأثر تھے، اسی مناسبت سے اپنے وطن ڈھاکہ میں دارالاحسان کے نام سے پوسٹ گریجویٹ ادارہ قائم کیا، جسے یونیورسٹی کا درجہ حاصل ہے، کیمبرج میں ورلڈ سنٹر آف اسلامک ایجوکیشن قائم کیا، جس کے ٹرسٹیز میں پہلا نام راقم سطور کا رکھا، اس ادارہ کی طرف سے ایک سہ ماہی رسالہ "مسلم ایجوکیشن" کے نام سے ان کی ادارت میں نکلتا تھا، ندوہ کے ۸۵ سالہ جشن میں تشریف لائے تھے اور بعد میں بھی برابر تعلق رکھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

دوسرا حادثہ ملک کے نامور و حاذق طبیب محترمی حکیم افہام اللہ صاحب کا ہے، حکیم صاحب نے ۸/ اگست ۱۹۹۸ء کو اپنی قیام گاہ اٹھونہ ضلع رائے بریلی میں وفات پائی۔ راقم نماز جنازہ میں شرکت کے لیے اپنے رفیق و معاون حاجی عبدالرزاق اور اپنے مہمان مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری

www.abulhasanalinadwi.org

کی معیت میں انھوں نے وقت پر پہنچ گیا تھا اور نماز جمعہ کے بعد تدفین عمل میں آئی۔

حکیم صاحب ایک عرصہ تک علی گڈھ طبیہ کالج کے پرنسپل رہے، بڑے نباض اور یونانی طریقۂ علاج میں اچھی دست گاہ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا رکھی تھی، وہ اپنے عہد کے بزرگوں سے ربط رکھتے تھے، اور انھیں ان حضرات کا اعتماد حاصل تھا، ندوۃ العلماء اور دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے، راقم سے خاص تعلق و محبت رکھتے تھے، اور اس کی صحت کی بھی پوری فکر رکھتے تھے، بیماری کی جب خبر سنتے تو قیام گاہ پر سفر کر کے تشریف لاتے، نسخہ تجویز کرتے بلکہ دوائیں خود بنوا کر ہدیۃً پیش کرتے ان کی وفات سے بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، حکیم صاحب کے دونوں صاحبزادے حکیم کلیم اللہ صاحب و حکیم نعیم اللہ صاحب اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر ہیں اور کامیاب طبیب ہیں، بڑے فرزند حکیم کلیم اللہ صاحب حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ کے خویش اور مجاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

تیسری شخصیت حکیم صابر رضا صاحب کی ہے، جنھوں نے ۱۹ر اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ایک مختصر علالت کے بعد سفر آخرت اختیار کیا، ان کے چچا سے زمانہ طالبعلمی سے میرا تعلق رہا تھا، حکیم صابر صاحب اس تعلق کا خیال کرتے تھے اور بڑے تعلق و محبت سے ملتے تھے، وہ ایک وضعدار انسان تھے، میری علالت کے سلسلہ میں محبانہ تعاون کرتے، اور اس سے راقم فائدہ محسوس کرتا تھا، آخر میں وہ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن منتخب کیے گئے تھے، اللہ ان کے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک بڑا اور سخت حادثہ حکیم محمد سعید صاحب کا کراچی پاکستان میں پیش آیا جنھیں بے دردی سے کچھ نامعلوم افراد نے اکتوبر ۹۸ء کے دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں شہید کر دیا، یہ پاکستان کی ہمدرد کمپنی کے مالک اور معروف حکیم اور پاکستان کی سماجی زندگی میں ایک باا ثر شخصیت سمجھے جاتے تھے، وہ سندھ کے گورنر بھی رہے ہندوستان کی ہمدرد کمپنی کے مالک حکیم عبدالحمید صاحب کے وہ بھائی تھے، اور جس طرح ہندوستان میں حکیم عبدالحمید نے طب کو ترقی دی اور ادارے قائم کئے، اسی طرح پاکستان میں حکیم محمد سعید صاحب معاملہ بھی تھا، حکومت میں بڑا وزن تھا، ملّی کاموں میں ان کا حصّہ رہتا تھا، افسوس ہے کہ کسی دشمن امن وامان نے ان کو بے قصور اپنی گولیوں کا نشانہ بنا دیا، اس طرح ملک کو ایک بڑے صاحب فیض سے محروم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب مرحوم کو ان کی خدمات کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

ایک شخصیت داعی الی اللہ افتخار فریدی صاحب کی ہے، جنھوں نے اسی ماہ اس عالم فانی سے کوچ کیا، موصوف شہر مرادآباد کے ایک معروف وفعال داعی اور مبلّغ تھے، تبلیغی جماعت میں عرصہ تک پورے انہماک کے ساتھ کام کرتے رہے، اور کام کو پھیلانے میں حصّہ لیا۔ بعد میں تبلیغی اسفار تو کم ہو گئے تھے لیکن کتابوں اور مضامین کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیتے رہے، اور غیر مسلموں میں اسلام کے تعارف کے کام کی طرف متوجہ رہے، راقم سطور سے خاص تعلق رکھتے تھے، افسوس ہے کہ ملّت کا یہ فعال فرزند بیماری اور معذوری کے حالات سے گزر کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملا، اللہ تعالیٰ درجات بلند کرے، ۱۴؍اکتوبر ۱۹۹۸ء ان کی وفات کا دن ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کانپور کی تحفظِ ختمِ نبوّت کانفرنس

قارئین ۱۲ / ۱۳ / نومبر ۱۹۹۶ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہونے والے عالمی پیمانہ پر اس اجتماع کی روئداد پڑھ چکے ہیں جو خاص طور پر قادیانیت کے فتنہ کے مقابلہ، سدّباب اور اس کے خطرات سے آگاہ کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا، جس کی اہمیت اور کیفیت کے لحاظ سے کم سے کم ہندوستان کی پچھلی تاریخ میں مثال ملنی مشکل ہے، بعض غیر مسلم اخباروں نے شرکاء کی تعداد ۵-۶ لاکھ لکھی تھی، اجلاس کی صدارت ائمہ حرم کے صدر و رئیس شیخ ابن السبیّل نے کی تھی، اجلاس میں سعودی عرب کے علاوہ قُدس، مصر، ترکی، ملیشیا اور جزائر شرق الہند کے مؤقّر علماء اور وفود شریک ہوئے تھے۔

قادیانیت کا فتنہ ہندوستان اور ہندوستان کے باہر اپنا کام کر رہا تھا اور اس کی ضرورت تھی کہ مختلف اوقات پر اور مختلف مقامات میں اس کے خطرہ سے آگاہ کرنے اور اس کی اشاعت کو روکنے کے لئے صحیح العقیدہ مسلمانوں اور ختم نبوّت کی صحت و ثبوت اور اس کی ضرورت پر ایمان رکھنے والوں کی طرف سے (کہ یہی اس اُمّت کے اُمّت دائمہ و واحدہ رہنے کا ذریعہ ہے) اجتماعات اور مؤتمرات اور وسیع و وقیع اجلاس منعقد کیے جائیں۔

ادھر معلوم ہوا کہ کچھ عرصہ سے قادیانیت کی ریشہ دوانی بڑھ گئی ہے اور مختلف مقامات پر (یہاں تک کہ کانپور میں بھی) کچھ خاندانوں نے قادیانیت قبول کر لی ہے، کانپور ایک تجارتی مرکز ہونے کے باوجود، دینی حمیّت اور قومی و اسلامی مسائل سے دل چسپی رکھنے میں ایک امتیاز رکھتا ہے یہ بڑی بروقت بات تھی کہ وہاں کے علماء

اور دینی حمیت رکھنے والوں نے (جن میں مولانا مفتی منظور احمد صاحب مظاہری صدر مدرس مدرسہ جامع العلوم، جامع مسجد پٹکاپور کانپور پیش پیش تھے) ۱۱راکتوبر ۱۹۹۸ء کو حلیم مسلم کالج گراونڈ چمن گنج کانپور میں بروز اتوار بعد نماز عشاء وسیع پیمانہ پر تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا اعلان وانتظام کیا اور اس میں ہندوستان کے (خاص طور پر) مدارس عربیہ اور مراکز دینیہ کے ذمہ داروں اور نمائندوں اور ملک کے دانشوروں کو دعوت دی۔

راقم اس وقت اپنے وطن رائے بریلی میں تھا اور اس کو صحت کے تحفظ اور بعض ضروری کاموں کی تکمیل کے لئے کچھ روز قیام وراحت کی ضرورت تھی، لیکن اس کو جب یہ دعوت پہنچی تو اس کی نسبت اور مقصد کے احترام میں جس کے لئے یہ کانفرنس منعقد ہورہی تھی کسی قسم کا عذر یا رعایت صحیح نہیں معلوم ہوئی اور اس نے شرکت کا عزم ووعدہ کرلیا۔

۱۱راکتوبر ۱۹۹۸ء کو ہمارے قدیم بزرگ وکرم فرما جناب حاجی منت اللہ صاحب مرحوم ساکن جاجمئو کانپور کے فرزند عزیز اسحاق، گاڑی لے کر ہماری قیام گاہ دائرہ شاہ علم اللہؒ میں آگئے اور راقم اپنے رفیق ومعاون حاجی عبدالرزاق اور عزیزی مولوی عبداللہ حسنی وعزیزی محمود حسن سلمہٗ کے ساتھ کانپور روانہ ہوگیا، وہاں دن بھر ان کی وسیع وآرام دہ قیام گاہ میں قیام وآرام کیا اس عرصہ میں پریس کے بعض نمائندے اور بعض ہندو لیڈر ملے اور ان سے مکالمہ رہا، جناب مولانا سید اسعد مدنی صاحب بھی جن کو جلسہ کی صدارت کرنی تھی ملنے تشریف لائے اور ملاقات کا شرف بخشا، عصر کے بعد جاجمئو میں واقع حاجی منت اللہ صاحب مرحوم کے خاندان کے وسیع احاطہ میں بعض اداروں کے افتتاح کی تقریب

www.abulhasanalinadwi.org

منعقد ہوئی اور وہاں کے ساکنین سے خطاب رہا۔

۱۱ر اکتوبر کو شب میں تقریباً ۹ بجے جلسہ گاہ کی طرف روانگی ہوئی، راستہ میں جانے والوں کا ایک سیلاب اور جوش و خروش کے مناظر دیکھنے میں آئے، کانفرنس کے انعقاد کی جگہ پہنچے تو ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ڈائس تک پہنچنا مشکل ہوا وہاں پہنچ کر نظر ڈالی تو حاضرین کا ایک سیلاب نظر آیا جو خلافت تحریک کے بعد سے جلسوں میں کم دیکھا گیا ہے، لوگوں کا اندازہ ہے کہ کم سے کم ایک لاکھ کا مجمع ہوگا، جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ایسا بیٹھا تھا جیسے اینٹیں جوڑ دی گئی ہوں۔

اجلاس کی صدارت جناب مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی کو کرنی تھی، وہ ابھی تشریف نہیں لائے تھے، سب سے پہلے راقم سطور ہی کو خطاب کرنے کا موقع دیا گیا، جس کی شہر میں شہرت ہو چکی تھی، راقم نے جو تقریر کی اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

راقم نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا کہ وہ اس موقع پر جب بڑے بڑے علماء اور اہل علم و نظر شریک ہیں اور وہ تقریریں کریں گے، کسی متکلمانہ اور مناظرانہ تقریر کی ضرورت نہیں سمجھتا، قادیانیت کی تنقید و تردید میں جو عالمانہ و مناظرانہ کتابیں لکھی گئی ہیں وہ سبھی لوگوں کے سامنے آگئی ہیں[1]، وہ کچھ حقیقت پسندانہ اور تجربہ کارانہ معلومات، اور مذاہب عالم اور اقوام و امم کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے، عالم اسلام کے (موجودہ دور میں) ایک سیّاح اور زائر کی حیثیت سے سامعین کے سامنے کچھ

---

[1] ان میں خود راقم کی مفصل کتاب "قادیانیت" اور اردو، انگریزی رسائل ڈائس پر رکھے گئے تھے اور تقسیم بھی کیے گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حقائق رکھنے پر اکتفا کرے گا۔

بڑی حقیقت اور امتیاز یہ ہے کہ ختم نبوت کے فیصلہ خداوندی اور اعلان کے بعد جو آیت قرآنی "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"[1]، (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے بحیثیت دین کے اسلام کو پسند کر چکا) نیز فرمانِ خداوندی "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ"[2]، محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض تمہارے کسی فرد کے باپ نہیں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں) سے واضح اور ثابت ہے، اس دین اسلام کو دائمی اور زمانی ومکانی وحدت اور دوام وابدیت حاصل ہوگئی، ایک طرف اس کا نتیجہ وحدت عقائدی وارکانی ہے یعنی اس دین کے عقائد بھی ایک ہیں اور ارکان بھی ایک ہیں، دوسری طرف وحدت زمانی ومکانی کہ بعثت نبوی کے بعد سے ہر زمانہ میں یہ دین واحد اور یکساں ہے، وحدت زمانی کا حال تو تاریخ سے معلوم ہوتا ہے، لیکن وحدت مکانی کا حال عالم اسلام کی سیاحت سے معلوم ہوتا ہے، جہاں جائیے ایک ہی عقائد ہیں، ایک ہی ارکان نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہے، معافی چاہتے ہوئے کہتا ہوں کہ کم لوگوں نے دنیائے اسلام کا ایسا وسیع سفر کیا ہوگا جیسا کہ محض فضل خداوندی اور خاص اسباب کی بنا پر خاکسار کو اس کا موقع ملا، وہ ایک طرف شمال میں مغرب اقصیٰ میں مراکش سے لے کر اس کے آخری سرے وجدہ تک گیا ہے تو دوسری طرف جنوب اور مشرق کے مختلف ممالک دیکھے جن میں ملیشیا، برما وغیرہ اور سمرقند تاشقند بخارا ہیں پھر ترکی اور بلا استثناء تمام

[1] المائدہ۔۳ [2] الاحزاب۔۴۰

عرب ممالک کی سیاحت کی، ان میں سب جگہ نماز کے یہی اوقات ہیں یہی رکعتیں ہیں، رمضان ہی میں روزہ رکھا جاتا ہے، زکوٰۃ کا یہی نصاب ہے، حج کا وہی مقام اور منزل ہے، جو شروع سے تھی، راقم کو ان مقامات پر نماز پڑھنے ہی کا شرف حاصل نہیں ہوا کہیں کہیں اس کو نماز بھی پڑھانی پڑی لیکن کہیں اس کو کسی گائڈ بک یا ڈائرکٹری کی ضرورت نہیں پڑی جس میں یہ بتایا جاتا کہ یہاں ان چیزوں کا اضافہ ہے اور ان چیزوں کی ترمیم آپ اس کا لحاظ رکھیں۔

یہ وحدتِ عقائدی وارکانی، اور یہ وحدتِ زمانی ومکانی، کسی دین کو بھی حاصل نہیں، آپ ان ادیان و مذاہب کی تاریخ پڑھیں، ترقیات، تغیرات واصلاحات، وترمیمات کی ایک داستان سامنے آئے گی، مسیحی مذہب کی تاریخ پڑھئے تو آپ دیکھیں گے کہ مسیحی علماء اور دینی پیشوا سر پکڑ کر رو رہے ہیں کہ ہم ان مدعیان نبوّت کا کہاں تک مقابلہ کریں جو جگہ جگہ اور تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد کھڑے ہوتے ہیں اور نبوّت کا اور دینی ترمیمات واصلاحات کا دعویٰ کرتے ہیں۔

اس موقع پر علامہ محمدؒ اقبال کے ایک حکیمانہ مقولہ کی قدر آتی ہے جو ان کی سطح سے بہت بلند اور ایک دقیق وعمیق نکتہ ہے، وہ کہتے ہیں:۔

دین وشریعت کی بقاء ودوام کتاب وسنّت سے وابستہ ومربوط ہے، جب تک کتاب وسنّت باقی ہیں دین وشریعت باقی اور محفوظ ہیں، لیکن اُمّت کی بقاء اور وحدت ختم نبوّت کے عقیدہ سے وابستہ ہے، جب تک ختم نبوّت کا عقیدہ ہے یہ اُمّت اُمّت واحدہ کی حیثیت سے باقی ہے۔

اتنا عرض کرنے کے بعد راقم نے اس پر روشنی ڈالی کی قادیانی دعوت اور فرقہ

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت برطانیہ کا ساختہ پرداختہ بلکہ زائیدہ پودا ہے اور اس کا خود مرزا صاحب نے کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے، انھوں نے صاف لکھا ہے کہ قادیانی فرقہ اور ان کا دعویٰ اور دعوت گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے، اور یہ کہ ان کا خاندان پچاس برس سے حکومت برطانیہ کا وفادار چلا آرہا ہے[1]، اور یہ کہ انھوں نے حکومت برطانیہ کی حمایت میں اور جوش جہاد اور حمیّت دینی کے ازالہ اور اس کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اتنی کتابیں اور رسائل لکھے ہیں کہ اگر وہ جمع کر دیئے جائیں تو پچاس الماریاں بھر جائیں[2]۔

اس کی زمانی و مکانی ضرورت اور اس کی تنظیمی و سیاسی اہمیت اور حکومت ہند کے مفاد کی رعایت سمجھنے کے لئے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک کا مطالعہ کرنا چاہیئے جنھوں نے سارے ہندوستان میں (ہند سے لے کر افغانستان کی سرحدوں تک) حمیّت دینی کا ایک طوفان اور جوش جہاد کا ایک شعلہ بھڑکا دیا تھا، انگریز مؤرخین (سر ولیم ہنٹر وغیرہ) نے اعتراف کیا ہے کہ ۵۷ء کے ہنگامہ میں جس کو غدر کہتے ہیں سید صاحب ہی کا پیدا کیا ہوا جوش جہاد اور انگریزوں کی نفرت کام کر رہی تھی، اور انھیں کے حامیوں نے سب سے زیادہ اس کی قیمت ادا کی اور شہادت پائی، پھر یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں قدم جمانے والے انگریزوں اور انگریزی اقتدار کے خطرہ کا سب سے زیادہ احساس انھیں کو ہوا، ۵۷ء کے ہنگامہ سے جس کو غدر

---

[1] تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۱۹، [2] تریاق القلوب ص ۱۵ ان سب اقوال اور دعوؤں کے لئے، مآخذ اور مراجع کے لئے راقم کی کتاب قادیانیت (عربی، اردو، انگریزی) دیکھی جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کہتے ہیں پچیس تیس برس پہلے انھوں نے مہاراجہ گوالیر (دولت راؤ سندھیا) کو اس خطرہ سے آگاہ کیا، اور مل کر انگریزوں کو نکالنے اور ملک کو اس خطرہ سے محفوظ کرنے کی دعوت دی[1]، بہادر شاہ ظفر کے افسر افواج بخت خاں جو انگریزی افواج کا مقابلہ کرنے کے لئے مخصوص تھے سید صاحب ہی کے ممتاز خلیفہ مولانا کرامت علی صاحب کے مرید تھے، وہ کہتے ہیں کہ جب میں ان سے بیعت ہوا تو انھوں نے تصحیح عقائد اور دین کے احکام پر عمل کرنے کے ساتھ مجھ سے یہ عہد بھی لیا کہ میں انگریزوں سے لڑوں گا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ تحریک قادیانیت اس دین کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی، اس کے امّت واحدہ اور دائمہ ہونے کے امتیاز کو ختم کرنے والی ہے، اس کی صحت واستناد پر سے اعتماد اٹھانے والی اور مدعیان وحی والہام اور تشریع جدید کے مدعیوں کا دروازہ کھولنے والی ہے[2]۔

"گیا" میں پیام انسانیت کا عظیم جلسہ

ادھر کچھ عرصہ سے مصروفیت اور صحت کی کمزوری کی وجہ سے "پیام انسانیت" کا کوئی اہم جلسہ نہیں ہو سکا تھا، اس تحریک کے چند داعی اور قائد مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب (ناگپور) اور پروفیسر انیس چشتی صاحب (پونہ) اظہار خیال اور کچھ

---

[1] ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "سیرت سید احمد شہیدؒ" جلد اول ص ۳۸۹-۳۹۰

[2] یہ ملحوظ رہے کہ یہ مضمون اور تقریر کا خلاصہ اسٹیج پر کی ہوئی تقریر کا لفظ بہ لفظ پابند نہیں ہے اس میں افادیت کے خیال سے قدرے حذف واضافہ کیا گیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دورے کرتے رہتے ہیں، اسی عرصہ میں عزیزی مولوی عبدالواحد ندوی (فرزند مولانا نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار، متعلّم جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی) نے اپنے وطن گیا میں اس کے لئے فضا تیار کی اور ایک بڑے عمومی جلسہ کا انتظام کیا، قدرتاً ان کی خواہش تھی کہ راقم اس میں شریک ہو اور خطاب کرے، مولانا نظام الدین صاحب کا بھی ایماء معلوم ہوا، مقصد کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر اور خاص طور پر اس تحریک کا داعی اور محرک ہونے کی بناء پر، صحت کی کمزوری اور مصروفیت کی زیادتی کے باوجود سفر کا فیصلہ کرلیا، صحت کی کمزوری اور وقت کی قلّت کی وجہ سے لکھنؤ سے پٹنہ تک کے سفر کا انتظام ہوائی جہاز سے کیا، سہولت اور راحت کے خیال سے اپنے رفیق و معاون حاجی عبدالرزاق کو اپنے ساتھ لیا، دفتر ندوۃ العلماء کے آفس انچارج شاہد حسین صاحب بھی رفاقت و اعانت کے لئے شریک سفر ہوگئے محبّی پروفیسر انیس چشتی ایک روز پہلے مولوی عبدالواحد اور داعیان جلسہ کی مدد اور ان کے تعاون کے لئے گیا پہنچ گئے تھے۔

۳۱ر نومبر ۱۹۹۸ء کو لکھنؤ سے شام کی فلائٹ پر پٹنہ روانہ ہوئے، ہوائی اڈہ پر مولانا نظام الدین صاحب رفقاء و احباب کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے، ہوائی اڈہ سے سیدھے مولانا کی قیام گاہ واقع پھلواری شریف گئے اور وہیں قیام کیا۔

اگلے روز ۴ر نومبر کو صبح کار کے ذریعہ گیا کو روانگی ہوئی جو پٹنہ سے ایک سو ایک کلومیٹر ہے وہاں ڈاکٹر محمد اقبال ملک صاحب کی کوٹھی وائٹ ہاؤس میں قیام رہا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بعد مغرب جلسۂ عام تھا، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ پورا میدان جو اس جلسہ کے لئے انتخاب کیا گیا تھا حاضرین سے پُر ہے، دیکھنے والوں کا اندازہ تھا کہ ستّر، پچھتّر ہزار کا مجمع تھا، ابھی تک "پیام انسانیت" کے سلسلہ میں اتنا بڑا جلسہ نہیں ہوا تھا، ڈائس پر مختلف تنظیموں اور مذہبی و علمی مرکزوں کے ہندو ذمہ دار بھی موجود تھے، جن کی تعداد نو تھی، ان میں "گیا" سٹی چرچ کے ذمّہ دار، بدھ گیا میں بین الاقوامی فیڈریشن کے صدر، مگدھ یونیورسٹی کے رجسٹرار نیز سکھوں کی جانب سے چھ ذمہ داروں نے شرکت کی، کثیر تعداد میں بدھ بھکشوؤں نے بھی اجلاس میں شرکت کی، جلسہ کی صدارت پرنسپل دیو ناتھ سنگھ نے کی، جو آر۔ایس۔ایس کے قدیمی کارکن اور گیا کی نامور شخصیت ہیں،

راقم نے اپنی تقریر میں خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی کہ کسی ملک میں (خاص طور پر جس میں مختلف مذاہب کے پابند، مختلف تہذیبوں کے نمائندے اور مختلف حیثیتوں اور معیاروں کے طبقے اور قومیتیں پائی جاتی ہوں) سب سے زیادہ جو چیز ضروری اور محافظ امن و سلامتی اور آزادی و سکون کا باعث ہے، اور اس ملک کی ترقی کی کوشش اور امن و اماں کی بقا کی ضامن ہے وہ اعتدال (NORMALCY) ہے، یہ ضروری ہے کہ اس ملک کی فضا اور زندگی نارمل (NORMAL) ہو، کسی ملک میں خواہ کتنے ہی ذرائع آمدنی و ترقی پائے جاتے ہوں، اور زندگی کا معیار کتنا ہی بلند ہو اور کیسے ہی وسائل مہیا ہوں اگر فضا میں اور حالات و معمولات میں اعتدال نہیں پایا جاتا اور اس ملک کا باشندہ دوسرے باشندہ کا، ایک طبقہ دوسرے طبقہ کا، ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کا، ایک نسل کا فرد دوسری نسل کے فرد کا پاس و لحاظ نہیں کرتا اور اس کو اپنے مسلک اور طریقہ پر رہنے کی اجازت

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں دیتا، تو اس ملک میں خواہ کتنی ہی خوش حالی، دولت کی فراوانی اور تعلیمی ترقی ہو اس ملک میں امن وامان سکون واعتدال اور آزادی و عزّت کے ساتھ زندگی گزارنے کا امکان نہیں، اس لئے ہر قیمت پر اس اعتدال اور تعلّق واحترام باہمی کو باقی رکھنے اور نہ ہو تو اس کے پیدا کرنے کی کوشش ضروری ہے۔

پھر کہا گیا کہ ہماری تحریک آزادی کے رہنماؤں اور اس ملک کے قائدین میں (جن میں مہاتما گاندھی، پنڈت جواہر لال نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد کا نام لیا جاسکتا ہے) اس ملک کے لئے تین اصولوں کا باقی رہنا ضروری سمجھا، ایک جمہوریت (DEMOCRACY) دوسرے لا مذہبیت (SECULARISM) تیسرے عدم تشدّد (NON-VIOLENCE) یہ تینوں اصول اس ملک کی خاص ساخت، مزاج اور صورت حال کے لحاظ سے ہمیشہ کے لئے ضروری ہیں، اور ان میں سے جب کسی اصول کو بھی بالائے طاق رکھ دیا جائے گا اور اس کو توڑا جائے گا تو اس ملک کا امن و امان، سکون واطمینان اور باہمی اعتماد واحترام درہم برہم ہو جائے گا، بلکہ سکون وامن وامان کی زندگی بھی گزارنی مشکل ہو جائے گی۔

اس تقریر کو جو بڑی کمزوری وماندگی کی حالت میں کی گئی تھی، بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ سنا گیا، اور حاضرین میں سے بعض ہندو شرکائے جلسہ نے جو ڈائس پر تھے، اس کی تائید میں تقریر کی۔

جلسہ میں راقم کے ایک مطبوعہ مضمون کو بھی تقسیم کیا گیا، جس کا عنوان تھا "ظلم کا مزاج سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ"، اس کے اہم عنوانات یہ تھے جن پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۔ فرقہ وارانہ منافرت، ۲۔ ظلم وسفّاکی، ۳۔ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والوں، اس کے مقابلہ میں صف آرا (CONFRONT) ہو جانے والوں، اور اس کے روکنے کے لئے ہر طرح کا خطرہ مول لینے والوں کی کمی، ۴۔ حکومت واقتدار (POWER) کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کرنے اور اس کے لئے ہر اصول و معیار اور صداقت وانصاف کو قربان کر دینے کا مزاج، پھر انتخاب (ELECTION) کا وہ طریقہ جس میں اصول واخلاق کو پسِ پشت ڈال کر اور ملک کے مفاد کو نظر انداز کر کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کی حمایت وتائید (SUPPORT) حاصل ہو سکے۔

کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس میں ظلم کا مزاج (TEMPER AMENT) پیدا ہو جائے، پھر اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اس کو ناپسند کرنے والے کم اور چھپے ہوئے افراد ہوں جو دوربین تو دوربین خوردبین سے بھی نظر نہ آئیں۔

جب ظلم کے لئے معیار یہ بن گیا کہ ظالم کون ہے، ظالم کی خصوصیت، ظالم کا فرقہ (SECT) کیا ہے، ظالم کی زبان کیا ہے؟ اور اس کا مذہب کیا ہے؟ تو انسانیت کے لئے عظیم خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ مضمون کئی ہزار کی تعداد میں تقسیم کیا گیا امید ہے کہ اچھّا اثر پڑا ہوگا۔ اس عظیم اجلاس کا شہر "گیا"، پر اور اس کے قریب وجوار کے مقامات اور جلسہ میں شریک ہونے والوں پر بہت اچھّا اثر محسوس ہوا، مختلف جماعتوں، گروہوں اور مقامات کے لوگ جائے قیام پر آکر ملتے رہے اور اپنے تأثر کا اظہار کرتے رہے۔

راقم کے مولانا نظام الدین صاحب کے آبائی وطن گھوری گھاٹ جانے اور

www.abulhasanalinadwi.org

خطاب کرنے کا بھی اعلان تھا، جو گیا سے ۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، راقم نے اپنے ضعف اور ماندگی کی بنا پر اس سے معاف کیے جانے کی درخواست کی، مگر اس کا اعلان ہو چکا تھا اور کئی کئی میل کے فاصلہ پر راقم کی آمد کے اعلان کے بینر لگے ہوئے تھے، اس لئے داعیوں اور منتظمین نے راقم کا وہاں جانا ضروری سمجھا، راقم نے مولانا سیّد نظام الدّین صاحب کا آبائی وطن اور ان کے اسلاف کا مسکن ہونے کی بنا پر وہاں کی حاضری اور خطاب کرنے کو منظور کر لیا۔[1] "گیا"، اور گھوری گھاٹ کے درمیان کی سڑک بہت شکستہ تھی، پھر بھی یہ سفر طے ہو گیا اور وہاں حاضری اور خطاب ہو گیا، چند گھنٹے ٹھہر کر وہاں سے گیا واپسی ہو گئی، دوسرے دن ۱۶ر نومبر کو پٹنہ میں قیام کیا جس کے دوران امارت شرعیہ کے دفتر اور مرکز کو دیکھا اور اس کی کارگزاریوں اور شعبوں کا معائنہ کیا اور وہاں کارکنوں کو خطاب کیا، شام کو پھر فلائٹ سے لکھنؤ واپسی ہو گئی اور یہ دورہ کامیاب طریقہ پر انجام کو پہنچا۔

ایک خانگی حادثہ اور ایک عالم ربانی وداعی الی اللہ کی وفات

گیا کا سفر ایسے وقت در پیش ہوا کہ سفر سے ایک ہی روز پہلے ایک سخت خانگی صدمہ سے ہم کو دوچار ہونا پڑا، کہ ۱۱ر نومبر ۱۹۹۸ء کو بدھ کے دن بالکل

---

[1] گھوری گھاٹ کے دو بزرگ عثمان علی اور حیدر علی حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر شہید ہوئے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قصبہ کا دینی دعوت و اصلاح اور اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش اور تحریکوں سے بھی تعلق رہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اچانک میری بھتیجی، عزیز القدر مولوی سید سلمان حسینی ندوی کی والدہ سیّدہ فاطمہ کا اکہتّر سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، انتقال سے آدھے گھنٹہ قبل تک ان کو کوئی ایسی شکایت نہ تھی کہ جس سے انتقال کا خطرہ محسوس کیا جاتا، انھیں رائے بریلی لے جایا گیا اور وہ دائرہ شاہ علم اللہ (تکیہ کلاں) میں اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کی گئیں، غفر اللہ لھا و رحمھا رحمۃ واسعۃً۔

عزیزہ فاطمہ بھائی صاحب مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی دوسری سب سے بڑی صاحبزادی تھیں، اور شادی سے قبل اپنے والدین کے گھر کی سب سے بڑی تھیں اس لیے گھر کے انتظام کا بوجھ بھی ان پر زیادہ تھا، اور انھوں نے اپنی خدمت اور خوش اخلاق سے صرف والدین ہی کو نہیں بلکہ سب کو خوش رکھا، بڑی با اخلاق، بڑوں، چھوٹوں کی خدمت گزار اور نیک صالحہ تھیں، اس کے ساتھ ساتھ ہنرمند بھی تھیں اور دینی تعلیم سے واقفیت رکھتی تھیں، ان کی شادی منصور پور مظفّر نگر کے سادات کے خاندان میں مولوی سید محمد طاہر صاحب سے ہوئی جو مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت حاصل کرنے کے ساتھ صالح اور بزرگوں سے تعلّق رکھنے والے ہیں۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز ہیں۔ مرحومہ کے بیٹوں میں عزیزان مولوی سید سلمان، مولوی اسحاق اور مولوی صہیب ہیں اور ایک بیٹی جو عزیزی سید احمد الحسنی ندوی کو منسوب ہیں۔

دوسرا حادثہ دعوت اصلاح و تبلیغ کے ایک بہت کارگزار مخلص اور اہم فرد مولانا سعید احمد خاں صاحب کی وفات کا ہے، جنھوں نے ۱۵ر نومبر ۱۹۹۸ء کو

www.abulhasanalinadwi.org

مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی اور وہیں پیوند خاک ہوئے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور خدمات کو قبول فرمائے۔

مولانا سعید خاں صاحب مظاہر علوم سہارنپور کے تعلیم یافتہ اور اسی مردم خیز ضلع کے رہنے والے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے شاگرد اور مجاز طریقت تھے، ۱۳۸۰ھ میں دعوتی مقصد سے حجاز مقدس گئے، پھر ساری زندگی وہیں دعوتی کام کو بڑھانے اور پھیلانے میں گزار دی۔ بڑے عابد و زاہد اور دینی کام میں اخلاص و مجاہدہ کے صفات سے متصف تھے، حجاز مقدس میں میرے قیام کے زمانہ سے ہی ان سے خصوصی ربط رہا، وہ ہم سے محبّت کرتے اور مشورہ لیتے بلکہ عربوں سے مخاطبت میں ہمیں آگے بڑھاتے، میرے دل میں بھی ان کی بڑی عزّت تھی اور میں ان کو بابرکت فرد کی حیثیت سے دیکھتا تھا، وہ جب بھی ملتے بڑے خلوص و محبّت سے ملتے، اور آخر وقت تک انھوں نے راقم سطور سے اپنا یہ تعلّق برقرار رکھا، اللہ تعالیٰ انھیں اس پر بہترین جزا دے، اب آخر عمر میں مرکز تبلیغ نظام الدین میں ان کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی تھی، اور ان کی بات کا اثر اور وزن ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ اُمّت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، اور تبلیغی حلقہ میں ان کی وفات سے جو بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے اس کو پُر فرمائے۔ آمین

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی کا ایک پُرشور اور ہنگامہ خیز مرحلہ

ناظرین کو معلوم ہے کہ راقم نے کئی مہینے پہلے سرکاری اسکولوں میں لازمی طور پر "بندے ماترم" کا گیت پڑھنے کے حکم و قانون کے خلاف اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید کے منافی ہونے کی بنا پر اظہار رائے اور تبصرہ کیا تھا اور یہ کہ وہ اسلامی نقطۂ نظر بلکہ عقائد کے لحاظ سے واضح اور طاقتور مشرکانہ گیت ہے، اس میں صاف صاف کہا گیا ہے:

" دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے، تیری ہی محبوب مورتی ہے،
ایک ایک مندر میں تو ہی درگا، دس مسلح ہاتھوں والی، تو ہی کملا ہے
کمل کے پھول کی بہار، تو ہی پانی ہے، علم سے بہرہ ور کرنے والی ہے،
میں تیرا غلام ہوں، غلام کا غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں،
.... تیرا بندہ ہوں، میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں"

مسئلہ محض وندے ماترم تک نہیں ہے، بلکہ ہر اسکول کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ ہندوستان کا نقشہ اور "سرسوتی ماں" کی تصویر "۳۰×۱۸" سائز کی آویزاں کرے۔

طلبہ جب اسکول آئیں اور تعلیم کے لئے جمع ہوں، اور جب اسکول سے رخصت ہونے لگیں تو یہ دونوں تصویریں ان کے سامنے رکھی جائیں۔

سرسوتی وندنا کے بعد وہ قومی گیت گائیں۔

طلبہ اسکول چھوڑنے سے پہلے بھارت ماتا کی جے پکاریں، فنکشن میں

www.abulhasanalinadwi.org

ہومی بھابھا، جگدیش چندر بوس کے حالات اور ان کے بارے میں اسباق شامل ہوں اور میتھ میٹکس میں تار پکار کے حالات اور معلومات۔

اس سلسلہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں دینی تعلیمی کونسل کے ایک اجلاس میں جو ۰ ر فروری ۱۹۹۸ء کو منعقد ہوا تھا، اس پر پورا تبصرہ ہوا اور اس کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا گیا اور اس کے بارہ میں مسلمانوں کے تأثر اور اضطراب کا اظہار کیا گیا، پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں منعقد ہونے والے دینی تعلیمی کونسل کے اجلاس (منعقدہ ۲۶، ۲۷ر اپریل ۱۹۹۸ء) کے خطبۂ صدارت میں اس پر اور وضاحت و تفصیل کے ساتھ تبصرہ کیا گیا، اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے موقف اور ان کے تأثر اور نقطۂ نظر کا اظہار کیا گیا، دینی تعلیمی کونسل کے دفتر اور اس کے ذمہ دار خاص طور پر اس کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی اس کا اظہار و اعلان کرتے رہے، اس پر تقریباً ۶ مہینے گزر گئے اور ہندو تنظیموں اور غیر مسلم صحافت (انگریزی و ہندی اخباروں و رسالوں) کا کوئی نمایاں اور احتجاجی ردعمل ظاہر نہیں ہوا، ۱۲ر نومبر ۱۹۹۸ء کو دار العلوم دیوبند کے اجلاس میں بھی جو مدارس عربیہ کے مسائل کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا تھا "وندے ماترم" کے خلاف دار الافتاء (دار العلوم دیوبند) کا فتویٰ سنایا گیا۔

لیکن ۱۹ر نومبر ۱۹۹۸ء کو اچانک معلوم ہوا کہ ہندی و انگریزی اخبارات کے نمائندے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن یہاں تک کہ بی بی سی (B. B. C.) کے نامہ نگار اور ترجمان، اسٹار ٹی وی (STAR T. V.) اور زی ٹی وی (ZEE T. V.) کے نمائندے راقم سے انٹرویو لینا چاہتے ہیں، ان کے نمائندے دار العلوم ندوۃ العلماء میں ۱۹ر نومبر

www.abulhasanalinadwi.org

کو تین مرتبہ گروہ در گروہ آئے اور انھوں نے راقم سے سوالات کئے اور اس کے جوابات کو ریکارڈ کیا، راقم کے جوابات کو ایک مقامی اُردو پرچہ سے، جس نے اس کو اپنے پہلے صفحہ پر شائع کیا ہے نقل کیا جاتا ہے۔

"لکھنؤ ۱۹ر نومبر ندوۃ العلماء کے ناظم، مسلم پرسنل لا بورڈ اور دینی تعلیمی کونسل کے صدر مولانا علی میاں ندوی نے کہا کہ حکومت کی تعلیمی پالیسی ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے اور اس پوری جد و جہد سے کوئی ادنیٰ فائدہ ہونے والا نہیں۔

مولانا نے کہا کہ گاندھی جی، جواہر لال نہرو، مولانا آزاد اور دوسرے رہنماؤں نے، جو ملک کی آزادی میں پیش پیش تھے، اور جنھیں ملک کا وقار اور مفاد عزیز تھا، بہت سوچ سمجھ کر یہ طے کیا تھا کہ اس ملک کی سلامتی اور بقا کا انحصار ہمیشہ جمہوریت، سیکولرزم اور عدم تشدّد پر ہوگا۔ اور جب یہ اقدار کمزور ہوں گی تو پورا ملک کمزور ہوگا، اس وقت حکومت تعلیم کی راہ سے جو کچھ کرنا چاہتی ہے اور جس طرح کا نصاب و نظام مرتب کیا گیا ہے وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پورے ملک کے لئے سنگین اور خطرناک ہے۔"

مولانا علی میاں آج دن میں ندوہ کے مہمان خانہ میں مختلف اخبارات اور ٹیلی ویژن کے نمائندوں سے گفتگو کر رہے تھے۔

سوالات کے جواب میں مولانا نے بڑی وضاحت اور وقار و اعتماد سے بھرپور لہجہ میں کہا کہ "مسلمان" کے لئے سب سے زیادہ اہمیت ان کے عقیدۂ توحید کی

---

[1] اخبار "اِن دنوں"، لکھنؤ اشاعت ۲۰ر نومبر ۱۹۹۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

ہے اور وہ اس کی حفاظت ایمان کی شرط سمجھتے ہیں، اخبار نویسوں نے مختلف طرح کے سوالات کیے، وہ وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کے مسئلہ پر مولانا کی رائے جاننا چاہتے تھے، اس کے جواب میں مولانا نے کہا کہ ہماری مخالفت صرف عقیدہ کی بنیاد پر ہے یہ خالص دینی اور شرعی مسئلہ ہے اور حکومت جس طرح اسکولوں میں اسے نافذ کرنا چاہتی ہے وہ میرے نزدیک مداخلت فی الدّین ہے۔"

نشر واطلاعات اور صحافت کے ان نمائندوں اور نامہ نگاروں کے بیانات اور تأثرات جب اخبارات میں شائع ہوئے تو اخباری نمائندوں، صحافیوں اور مختلف صحافتی وسیاسی حلقوں کے ترجمانوں نے دارالعلوم میں ایک ہجوم کیا، کبھی دارالعلوم کا مہمان خانہ (جو راقم کی قیام گاہ ہے) بھر جاتا اور کبھی مہمان خانہ کے سامنے میدان میں جو مسجد کے بازو میں ہے اور وہ عصر کے بعد کی نشست گاہ رہتی ہے، دور تک ان کی دورویہ نشست رہتی تھی اور وہ مختلف سوالات کرتے اور ان کے جواب ریکارڈ کرتے تھے۔

راقم جو کسی سیاسی تحریک کا علمبردار تو الگ بات ہے اس کا کوئی کارکن یا رضاکار بھی کبھی نہیں رہا، اس کا سارا مشغلہ اور ذوق ومزاج، مطالعہ اور تصنیف یا خالص دینی دعوت اور تفہیم کا ہے یا حسب توفیق الٰہی ذکر و دعا کا، وہ اس ہنگامہ خیز فضا اور ماحول سے پریشان خاطر اور مضطرب ہوا، البتہ اس کو اس سے تسکین ومسرّت ہوتی تھی کہ شاید عرصہ کے بعد پہلی مرتبہ ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت کے سامنے مسلمانوں کا عقیدۂ توحید اور اس کے بارہ میں ان کی حسّاسیت (SENSITIVENESS) اور غیرت سامنے آئی، اور ان کو معلوم ہوا کہ مسلمان خدا کے سوا

www.abulhasanalinadwi.org

(چاہے کوئی کتنا ہی بڑا دینی پیشوا ہو) نہ اس کے سامنے سر جھکا سکتا ہے نہ کسی طرح اس کی بندگی کا اظہار کر سکتا ہے، یہ حقیقت میں ایک بہت بڑا اظہار حقیقت اور اسلام کا صحیح اور صریح تعارف تھا، جس کی سخت ضرورت تھی اور عرصہ سے یہ حقیقت یہاں کے غیر مسلم باشندوں بلکہ تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے بھی نہیں آئی تھی، اور کسی راہ سے یہ حقیقت یہاں کے باشندوں کے سامنے اتنی وضاحت اور جاذب نظر و توجہ طریقہ پر پیش کرنی بھی مشکل تھی، لکھنؤ کے مشہور و مستند شیعہ مجتہد اور فاضل و قائد مولانا کلب صادق صاحب نے جنھوں نے اس قضیہ میں راقم کی کھل کر تائید کی اپنے بیان میں کہا کہ اثنا عشری طبقہ (شیعہ) اپنے محترم و محبوب ترین امام، نواسۂ رسولؐ حضرت حسینؓ کے سامنے بھی سر جھکانے اور ان کو سجدہ کرنے کا قائل و روادار نہیں۔

ابھی ذہنی انتشار کی یہ غیر جارحانہ فضا قائم تھی کہ اچانک ایک آسمانی بجلی کے گرنے کی طرح راقم کے وطن رائے بریلی کے بیرونی محلہ دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ میں جو شہر میں بڑی تکیہ کے نام سے مشہور ہے[1]، راقم کے لکھنے پڑھنے کی جگہ اور

---

[1] عام طور پر اس کو تکیہ کلاں کہا جاتا ہے اور تقریباً تین سو برس سے وہ دینی و روحانی پیشواؤں کا وطن اور اصلاحی تحریکات کا مرکز چلا آ رہا ہے، یہیں تیرہویں صدی ہجری کے شہرۂ آفاق دینی و روحانی قائد و مصلح اور مجاہد حضرت سید احمد شہید (۱۲۰۱-۱۲۴۶ھ) پیدا ہوئے اور انھوں نے اپنی ہمہ گیر اصلاحی و دعوتی تحریک شروع کی، ۱۲۴۶ھ میں بالاکوٹ (صوبہ سرحد) میں جام شہادت نوش کیا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہیدؒ از مصنف و سید احمد شہید از چودھری غلام رسول مہر "مدیر انقلاب"، لاہور۔

www.abulhasanalinadwi.org

مہمان خانہ میں جو بنگلہ کے نام سے مشہور ہے ۲۲ر۲۳ر نومبر کی درمیانی شب میں ۲ بجے رات کو اچانک چھاپہ پڑا، اچانک ایک موٹر بنگلہ کے سامنے آکر رُکی اس سے کچھ لوگ اترے اور اچانک انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، عمارت کے اندر بحیثیت ایک محافظ کے عبدالرحمٰن نامی ایک نوجوان سو رہے تھے، راقم لکھنؤ میں تھا اور عزیزوں اور مہمانوں میں سے کوئی بھی اس عمارت کے اندر نہیں تھا، دروازہ کھلنے پر دو تین آدمی اندر داخل ہوئے اور انھوں نے پوری عمارت کی تلاشی لی، الماریاں بھی کھلوائیں جن میں صرف کتابیں تھیں، ان کو کوئی قابلِ اعتراض یا خلاف قانون چیز نہیں ملی، وہ بالاخانہ کے اوپر بھی گئے، جو بالکل خالی تھا، وہ انگریزی میں یہ کہتے ہوئے نکلے (NOTHING-NOTHING) کچھ نہیں، کچھ نہیں اور (USELESS) کبھی کہا بے فائدہ، بے فائدہ۔

راقم کو اور اہلِ تعلق کو صبح ایک عزیز کے ٹیلیفون سے اس واقعہ کی اطلاع ملی جو نہ صرف راقم اور اس کے اہلِ قرابت اور اہل تعلق کے دل پر بجلی کی طرح گری۔ بلکہ جب اس واقعہ کی خبر اخبارات میں چھپی اور اس کی عام اطلاع ہوئی تو نہ صرف ہندوستان بلکہ قریب کے ممالک عربیہ اور اسلامیہ بالخصوص سعودی عرب اور خلیج کے علاقہ پر ایک "صاعقہ" بن کر گری، ہندوستان سے اور خصوصیت کے ساتھ سعودی عرب سے ایک سیلاب کی طرح ٹیلیفون آنے شروع ہوئے، جس کی اس سے پہلے کبھی

لہ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اسی ۲۲ر۲۳ر نومبر ۱۹۹۴ء کی درمیانی شب میں چھاپہ پڑا تھا پولیس کا ایک دستہ کسی کشمیری طالب علم کی تلاش کے لئے اندر داخل بھی ہوا اس نے گولی بھی چلائی جس سے ایک دو طالب علم زخمی بھی ہوئے، تاریخوں کا یہ توارد بھی عجیب ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی مثال نہیں دیکھی تھی، اسی کے ساتھ فیکس اور خطوط کا بھی ایک تانتا بندھ گیا اور یہ ایک ایسا سلسلہ تھا کہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں جہاں راقم کا قیام رہتا ہے علمی وتحریری کاموں میں مشغول رہنا مشکل ہوگیا، ہر چند منٹ کے بعد ٹیلی فون کا رسیور ہاتھ میں لینا پڑتا تھا اور بات کرنی ہوتی تھی، ممالک عربیہ میں جہاں خاص طور سے راقم کا تعارف محض ایک مصنّف، عربی کے ایک اہل قلم اور مقرر، اور دین کے ایک داعی کی حیثیت سے ہے، اس حادثہ کو بڑے تعجّب کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ہندوستان کی جمہوری اور نا مذہبی حکومت کے بارہ میں بڑا استعجاب اور تحیُّر پیدا ہوا، وہاں کے اخبارات میں بھی یہ خبر شائع ہوئی۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلّق ہے یہاں بجلی کی طرح یہ خبر کانوں اور دماغوں اور دلوں پر پڑی اور ٹیلیفون اور خطوط کے علاوہ لوگ اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے آنے لگے، خود کانگرس اور سیاسی جماعتوں کے رہنما اور ذمہ دار لکھنؤ ملنے آئے اور انھوں نے اس حادثہ پر تعجّب و تأسف کا اظہار کیا، ان آنے والوں کی مکمل فہرست دینی مشکل ہے چند ممتاز لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

راج ناتھ سنگھ ریاستی صدر بی۔ جے۔ پی و جنرل سکریٹری اتر پردیش بی جے پی، جعفر شریف صاحب سنٹر لیڈر کانگرس و سابق وزیر ریلوے ہندوستان، سلمان خورشید صاحب صدر کانگرس اُتّر پردیش، آر۔ کے چودھری لیڈر بہوجن سماج پارٹی، ظفر علی نقوی صاحب ممبر اقلیتی کمیشن، ایم۔ اے احمدی صاحب سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ رام نریش یادو سابق وزیر اعلیٰ یو پی، کلیم الدین شمس صاحب اسپیکر بنگال، رام نریش اگروال وزیر توانائی، پرمود تیواری، عمار رضوی صاحب سابق وزیر تعلیم یو پی، سید حامد

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) لیڈر کانگرس اور متعدد وزرائے یوپی۔

ان ہمدردی کرنے والوں اور اپنے تأثر و تأسف کا اظہار کرنے والوں میں سونیا گاندھی صدر کانگرس کے تأثر اور اظہار تأسف کو خاص اہمیت حاصل ہے، جنھوں نے جناب نرائن دت تیواری جی کو جو یوپی کے کئی بار وزیر اعلیٰ رہے اپنے خط کے ساتھ راقم کے پاس لکھنؤ بھیجا اور وہ بڑے احترام و تأثر کے ساتھ ملے، یہاں ایک تاریخی یادگار اور شرافت نفس و خاندان کے نمونہ کے طور پر اس خط کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

اکھل بھارتیہ کانگرس کمیٹی سونیا گاندھی صدر

۲۴۔اکبر روڈ، نئی دہلی، ۲۷/ نومبر ۱۹۹۸ء

عزت مآب محترم علی میاں صاحب

مجھے یہ جان کر حیرت اور دکھ ہوا کہ آپ کی رائے بریلی کی رہائش گاہ پر کئی نامعلوم لوگوں نے بغیر اجازت زبردستی گھس کر تلاشی کی جیسی غیر قانونی حرکت کی، اور اس طرح خلاف معمول کام کیا۔

مجھے تکلیف ہے کہ آپ جیسے دنیا بھر میں مانے جانے والے عالم کو بھی آپ کے حالات میں اس طرح پریشان کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ خبروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس غیر قانونی کارروائی میں کسی سرکاری عملہ کا ہاتھ ہے۔

اس ضمن میں میں اپنے سینئر معاون جناب نارائن دت تیواری

www.abulhasanalinadwi.org

کو خاص طور پر آپ کے پاس بھیج رہی ہوں کہ وہ میری طرف سے آپ سے خود مل کر حالات کا جائزہ لیں اور ہمیں مطلع کریں۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا خاندان شروع سے ہی کس عزّت کی نگاہ سے آپ کی شخصیت کا احترام کرتا رہا ہے اور وہ اس سلسلہ کو قائم رکھے ہوئے ہے، آپ کی صحت اور سارے سماج کے لئے آپ کی طویل عمر کی دعائیں مانگتی ہوں۔

سونیا گاندھی

جہاں تک عمومی ناپسندیدگی اور احتجاج کا تعلق ہے، پہلی مرتبہ رائے بریلی شہر میں ایسی مکمّل ہڑتال ہوئی جس کی نظیر ماضی کی تاریخ میں دور تک نظر نہیں آتی، ہندو اور مسلمانوں کی ۱۰۰ فیصدی دوکانیں بند رہیں، یہاں تک کہ کوئی پان کی دوکان بھی کھلی نہیں رہی، اس عمومی ہڑتال کو کامیاب بنانے میں اکھلیش سنگھ جی کا بھی بڑا حصّہ ہے، جن کا شہر کے مختلف طبقوں سے تعلّق ہے، ہندوؤں کی دوکانیں بند ہونے میں ان کی کوششوں کا خاص حصّہ ہے، وہ لکھنؤ آکر راقم سے ملے بھی اور اس واقعہ پر بڑے افسوس اور استعجاب کا اظہار کیا۔

لکھنؤ میں محدود پیمانہ پر ہڑتال ہوئی اور شہر کے بعض علاقوں میں نمایاں طریقہ پر ہڑتال ہوئی۔

یوپی حکومت نے اس واقعہ پر جس میں بڑے پیمانہ پر احتجاج واستعجاب سامنے آیا ایک کمیٹی تشکیل کرنے کا اعلان کیا جو دس دن میں اس کی تحقیق کرے گی اور حکومت کو رپورٹ پیش کرے گی، ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس کا

www.abulhasanalinadwi.org

نتیجہ سامنے نہیں آیا اور نہ حکومت کی طرف سے تلافی کا کوئی اقدام ہوا۔

آرڈر کی منسوخی اور وزیر تعلیم کی برطرفی

" وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کے خلاف احتجاج کے نتیجہ میں جس میں مسلمانوں کے سارے حلقے شریک ہوئے اور مولانا مدظلہ کے بیان کی ہر حلقہ سے تائید ہوئی، وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی اور وزیر داخلہ لال کرشن اڈوانی نے بیان دیا کہ یہ سب کے لئے لازمی نہیں ہے، وزیر داخلہ اڈوانی نے بھی کہا کہ وہ یو۔پی کی حکومت سے رابطہ قائم کر رہے ہیں، بعد میں ان لیڈروں نے بیان دیا کہ ایسا کوئی آرڈر نہیں دیا گیا ہے، یو۔پی کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ بھی یہی کہتے رہے کہ ایسا آرڈر نہیں دیا گیا۔

بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وزیر برائے پرائمری تعلیم رویندر شکلا نے ایسا آرڈر بھیجا ہے، بعض ممبران پارلیمنٹ نے اس کی کاپی بھی دکھائی جس سے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ اور یو۔پی کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ پر غلط بیانی کا الزام عائد ہوتا تھا۔

آخر کار حکومت نے تسلیم کر لیا کہ ایسا آرڈر وزیر تعلیم نے بھیجا ہے، جس کو کلپ یوجنا کا نام دیا گیا ہے۔

۳ر دسمبر ۱۹۹۸ء کو حکومت یو۔پی نے اس آرڈر کو جس کا وہ انکار کرتی رہی ہے کینسل کرنے کے آرڈرس جاری کئے۔

ہندوستان ٹائمس کے مطابق حکومت یو۔پی نے "کلپ یوجنا"، جس میں وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کے احکام تھے، سے متعلق سارے احکامات منسوخ کر دیئے، اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حکومت نے اس قسم کے احکامات جاری

www.abulhasanalinadwi.org

کئے تھے، سرکاری حلقوں نے یہ وضاحت کی کہ یہ احکام صحیح سطح سے جاری نہیں کئے گئے تھے، ان حلقوں نے کہا کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت کی پالیسی کی پابندی کرے گی۔

اخبار نے مزید لکھا کہ وزیر اعظم نے اس سلسلہ میں وضاحت طلب کی تھی، کلیان سنگھ نے وزیر تعلیم سے وضاحت طلب کی، انھوں نے جواب دیا کہ اس موضوع پر اسمبلی میں بحث ہو چکی ہے اور وہ آرڈر جو انھوں نے جاری کیا تھا دکھایا کہ وزیر توانائی رام نریش اگروال نے جو لوک تانترک کانگرس کے صدر ہیں اور حضرت مولانا سے کئی بار مل کر اس پروگرام سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کر چکے ہیں، کابینہ میں سوال اٹھایا کہ کابینہ کی منظوری کے بغیر یہ آرڈر کیسے جاری کیا گیا، کابینہ میں کافی بحث مباحثہ کے بعد یہ آرڈر منسوخ کر دینے کا فیصلہ کیا گیا[1]۔

دوسرے دن وزیر اعلی نے غلط بیانی کے الزام میں وزیر برائے پرائمری تعلیم رویندر شکلا کو ان کے عہدہ سے برطرف کر دیا، اس کے ساتھ ساتھ اس وزارت کے سکریٹری آر، ایس دویدی کا بھی ٹرانسفر کر دیا،

وزیر موصوف پر حکومت کے ایک پریس نشریہ میں الزام لگایا گیا کہ انھوں نے کابینہ کی منظوری کے بغیر یہ احکام جاری کئے، اور وزیر اعلی کو اس سلسلہ میں غلط اطلاعات دیں، جس کی وجہ سے پورے ملک میں سنسنی پھیل گئی[2]۔

---

[1] ہندوستان ٹائمس ۴ر دسمبر ۱۹۹۸ء

[2] ٹائمس آف انڈیا ۵ر دسمبر ۱۹۹۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

ملاقاتیں

۴؍دسمبر کو رائے بریلی پہنچنے پر مختلف سیاسی حلقوں کے نمائندوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا، سب سے پہلے کانگریس کے لیڈر اکھلیش سنگھ ایم۔ایل۔اے اور سماج وادی پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر محمد مسلم ایم۔ایل۔اے اپنے رفقاء کے ساتھ ملنے آئے۔

۵؍دسمبر کو (A. D. M.) اور (S. P.) رائے بریلی ملنے آئے اور واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا، رائے بریلی شہر کے مسلم اور غیر مسلم سیاسی کارکنوں کی بڑی تعداد دن کے مختلف حصّوں میں ملاقات اور ہمدردی کے اظہار کے لئے آتی رہی۔

شام کو ۶½ بجے لوک تانترک کانگریس کے صدر اور وزیر توانائی صوبہ یوپی رام نریش اگروال اپنی پارٹی کے دوسرے ارکان کے ساتھ ملنے آئے اور اس سلسلہ میں انھوں نے جو رول ادا کیا ہے اس کا ذکر کیا۔

سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں کے علاوہ اخباری نمائندوں کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہے، حکومت کے اقدامات پر تأثر جاننے کے لئے ٹائمس آف انڈیا، ہندوستان ٹائمس، راشٹریہ سہارا کے نمائندوں نے ملاقاتیں کیں، ۶؍دسمبر کے اقدامات نے پہلے صفحہ پر ان رپورٹوں کو نمایاں طریقہ سے شائع کیا[1]

---

[1] از قلم مولوی سید واضح رشید ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء و مدیر "الرائد" عربی

www.abulhasanalinadwi.org

ایک صاعقہ اثر خبر اور ماہ مبارک میں دبی کا ایک اضطراری سفر

۲۳ر شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ ۱۳ر دسمبر ۱۹۹۸ء کا دن تھا اور راقم کا قیام لکھنؤ میں اپنے مستقر پر اپنی مشغولیتوں کے ساتھ تھا، کہ اچانک ریڈیو، اور انٹرنیٹ سے یہ خبر ملی کہ دُبئی کے "بین الاقوامی جائزۂ قرآن" کے سرکاری ادارہ نے جس کی صدارت ولی عہد دبئی و وزیر دفاع امارات عربیہ متحدہ محمد بن راشد آل مکتوم کرتے ہیں اس سال (۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء) کی عالم اسلام کی ممتاز علمی و اسلامی شخصیت کی حیثیت سے راقم السطور کو یہ گراں قدر ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

یہ خبر ایک صاعقہ (بجلی) کی طرح راقم کے دل و دماغ پر گری، اس کو اس سے پہلے نہ اس کا علم تھا، نہ توقع و اندازہ، لیکن نہ اس سے انکار کا کوئی موقع تھا نہ فائدہ کہ اس کا فیصلہ اور اعلان بین الاقوامی سطح پر ہو گیا تھا، اس سے پہلے (گذشتہ سال) یہ ایوارڈ ممتاز مصری فاضل دینیات، قرآن کے عالم خصوصی اور خطیب، شیخ متولّی شعراوی مرحوم کو پیش کیا گیا تھا، جو جامع ازہر کے ایک ممتاز و نامور استاد اور آخر میں مصر کے وزیر اوقاف رہ چکے تھے۔[1]

راقم کو جب معلوم ہوا کہ ایوارڈ پیش کرنے کے لئے اس جائزہ کمیٹی کا

---

[1] عزیز گرامی مولوی نذر الحفیظ ندوی استاد دار العلوم سے جو کئی سال قاہرہ میں قیام کر چکے تھے، معلوم ہوا کہ وہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی صاحبؒ کی کتابوں پر خاص نظر رکھتے تھے، اور ان کے بڑے قدرداں اور معترف تھے، قرآن مجید کا گہرا مطالعہ تھا اور اس سے وہ قیمتی علمی و دینی نکتے نکالتے رہے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بین الاقوامی سطح پر اجلاس ۲۰ ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ[1]، ر جنوری ۱۹۹۹ء کو دُبئی میں ہوگا، تو راقم نے یہ طے کر لیا کہ وہ خرابیٔ صحت اور ضعف اور اس ہنگامہ خیز و پُر شوکت مجلس سے بچنے کے لئے سفر سے معذرت کر دے گا، حقیقت حال بھی یہی تھی کہ اس کو دو چار قدم بھی پیدل چلنا مشکل ہو رہا تھا اور جسمانی و طبی طور پر اس کے پاس عُذر تھا، چنانچہ اس نے جائزہ کمیٹی کے ذمہ داروں اور دُبئی سے اس سلسلہ میں رابطہ پیدا کرنے والوں سے صاف معذرت کی اور وضاحت و اصرار سے کہا کہ وہ طبّی طور پر اس طویل سفر سے معذور ہے، وہاں سے جواب دیا گیا کہ سفر کی سہولت و امکان کے لئے مملکت کا ایک مخصوص ہوائی جہاز لکھنؤ کے ہوائی اڈہ بھیجا جائے گا[2] اور ایک ڈاکٹر بھی ہمراہ کیا جائے گا، راقم نے اپنی معذرت جاری رکھی، اور اس کے معاونوں اور ترجمانوں نے خاص طور پر عزیزانِ گرامی مولوی سیّد محمد رابع ندوی (مہتمم دار العلوم)، مولوی سید محمد واضح رشید ندوی اور عزیزی مولوی سیّد سلمان حسینی ندوی (استاد دار العلوم) نے بھی راقم کی ترجمانی اور نمائندگی کی اور سفر کو دشوار بتایا، راقم اور اس کے عزیزوں اور رفقاء نے فاضل عزیز مولوی تقی الدّین اعظمی ندوی سے بھی رابطہ قائم کیا (جو دُبئی کے قریب خلیج میں واقع "العین" میں حدیث کی تدریس و اشاعت کا گرانقدر کام کر رہے ہیں اور مخدومنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے ممتاز شاگرد ہیں) اور سفر کو دشوار بتایا، انھوں نے اپنی طرف سے بھی اور حکومت کی نمائندگی و ترجمانی کرتے ہوئے بھی سفر کو ضروری اور

---

[1] ہندوستان کی تاریخ و حساب سے ۱۸ ر رمضان المبارک تھی۔ [2] اس وقت تک لکھنؤ کا ہوائی اڈہ انٹرنیشنل ہوائی اڈہ نہیں تھا، وہاں صرف ملکی ہوائی جہاز آتے جاتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مناسب بتایا، راقم کا اصرار اس معذرت پر اور اس سے معافی دیے جانے پر جاری رہا، لیکن آخر میں حکومت کی طرف سے کہا گیا کہ شیخ کے نہ آنے پر حکومت کی بدنامی و بے عزّتی ہوگی، اس لیے کہ اس عنوان سے اور اس بنیاد پر بیرونی ممالک اور ہمسایہ ریاستوں سے ممتاز فضلاء کو دعوت دی گئی ہے، اور شیخ کے نہ آنے پر حکومت کی سبکی ہوگی، جب یہ بات کہی گئی تو راقم نے توکّلاً علی اللہ اور اضطراراً سفر کا فیصلہ کرلیا، اس نے اپنی رفاقت کے لئے عزیزانِ گرامی مولوی سیّد محمد رابع ندوی (مہتمم دارالعلوم) و مولوی سیّد عبداللہ حسنی ابن برادرزادہ عزیز مولوی محمد الحسنی (محمد میاں) مرحوم اور اپنے دائمی رفیقِ سفر اور معاون حاجی عبدالرزاق نصیر آبادی کو اپنی رفاقت میں لیا، جو ہمیشہ اندرونی و بیرونی سفروں میں ساتھ رہا کرتے ہیں، اور دواؤں اور دوسری ضروریات سے پورے واقف ہیں، اس کے ساتھ اس نے یہ ضروری اور مفید سمجھا کہ اپنے محب مخلص انجینیر محمد عثمان صاحب حیدرآبادی کو بھی اس سفر میں ساتھ لیا جائے جو جدّہ میں اقامت گزیں اور وہاں کے محکمۂ طیران (ایرفورس) کے مدیر المشروع ادارۃ الھندسۃ والانشاء (PROJECT MANAGER) ہیں، اور ادھر کئی سال سے وہ طویل بیرونی سفروں میں رفاقت و اعانت فرماتے ہیں، انھوں نے اپنی مصروفیت اور ذمہ داریوں کے باوجود اس رفاقت کو قبول فرمالیا اور لکھنؤ پہنچ گئے، دوسری طرف دُبی کے بعض ذمہ داروں اور احباب کی طرف سے عزیز القدر مولوی سیّد سلمان حسینی ندوی کو بھی دبی آنے اور اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی، اس طرح چھ مسافروں اور ہمراہیوں کا قافلہ بن گیا۔

چنانچہ ۶؍ جنوری ۱۹۹۹ء چہارشنبہ کو راقم اپنے رفیق سفر حاجی عبدالرزّاق

کے ساتھ رائے بریلی سے لکھنؤ پہنچا، وہاں پہنچنے کے ایک ہی دو گھنٹے کے بعد معلوم ہوا کہ دُبئی کا جہاز لکھنؤ کے ہوائی اڈہ پر آگیا ہے۔

راقم اپنے سفر کے ہمراہیوں اور وداع کرنے والے احباب کی ایک جماعت کے ساتھ لکھنؤ کے ہوائی اڈّہ پر دو بجے کے قریب پہنچا، معلوم ہوا کہ جہاز میں دُبئی سے وہاں کے دو معزز اور ذمہ دار حضرات ایک شیخ امین یوسف الخاجا (المدیر العام للجنۃ جائزۃ دبی الدولیۃ للقرآن الکریم) دوسرے ڈاکٹر عارف الشیخ (رئیس اللجنۃ الفنیۃ لموسسۃ محمد بن راشد الخیریۃ) اور ان کے علاوہ دو صحافی اور صحت کی نگہداشت کے لئے ایک ڈاکٹر صاحب بھی ہیں، جہاز ۹ر جنوری کو ۳ بجے کے بعد لکھنؤ سے روانہ ہوا، رفیق گرامی قدر امین یوسف الخاجا نے ٹیلی ویژن پر ایک مکالمہ ریکارڈ کیا اور راستہ کے بڑے حصّہ میں وہ دینی اور علمی سوالات کرتے رہے، جہاز بھی بہت آرام دہ اور معزّز تھا اور اس میں سہولت وراحت کے سارے اسباب تھے۔

چہارشنبہ کے روز ۹ر جنوری (۱۹ر رمضان المبارک) کو جہاز عین غروب آفتاب کے وقت دُبئی کے ہوائی اڈہ پر پہنچا، وہاں استقبال کرنے والوں کی ایک بڑی لیکن محدود جماعت تھی جس میں خاص طور پر رئیس اللجنۃ العلیا لجائزۃ دبی ابراہیم محمد ابو طلحہ قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ مقامی اہم شخصیتوں میں شیخ عبد اللہ غُریر اور ہندوستان نژاد ممتاز شخصیتوں میں سے کئی حضرات قابل ذکر ہیں، (معلوم ہوا کہ ہوائی اڈّہ پر استقبال کرنے والوں کے لیے ہدایات تھیں کہ زیادہ مجمع نہ ہو) اُترنے کے بعد ہی راستہ میں افطار کرنا پڑا، ہوائی اڈّہ سے شیخ عبد اللہ غُریر (جو دبی کے ایک ممتاز و نامور تاجر ہیں) کے مکان پر پہنچ کر کھانا کھایا گیا، وہاں سے

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت کی حسب ہدایت وانتظام "مرکز البستان فندق دُبی" میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے قیام ہوا۔

دُبی میں چونکہ ہندوستانیوں کی ایک بڑی تعداد مقیم ہے، اور کثرت سے ہندوستان کے دینی و تعلیمی اداروں کے سفراء اور نمائندے آتے ہیں جو یہاں کے تاجروں اور اہلِ خیر سے اپنے اداروں کے لئے اعانتیں حاصل کرتے ہیں، ہندوستانیوں میں ریاست کرناٹک میں واقع قصبۂ بھٹکل کے رہنے والے بڑی تعداد میں ہیں ان کی ہماری قیام گاہ پر برابر آمدورفت تھی اور افطار اور کھانے کا انتظام بھی زیادہ تر "ضیافۃ" انہی کی طرف سے ہوتا تھا۔

اگلے دن پنجشنبہ ۲۰؍ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ، ۷؍ جنوری ۱۹۹۹ء کو دُبی کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر انٹرنیشنل کانگریس ہال میں تقسیم جوائز کا جلسہ تھا، جلسہ میں پہلے مختلف ممالک کے نوجوان حفّاظ کرام کو انعام تقسیم کیا گیا، ان حفاظ قرآن کریم کی تعداد ستر کے قریب تھی، راقم اور اس کے رفقاء ہال سے باہر ایک بڑے کمرہ میں آرام کے لئے بیٹھے تھے رات کے ساڑھے دس گیارہ بج گئے راقم پر روزہ اور سفر کا بڑا اکان تھا، اور ڈر معلوم ہوتا تھا کہ غفلت یا ناتوانی کا کوئی حملہ نہ ہو جائے، خاصا انتظار کرنے کے بعد غالباً شیخ امین یوسف الخاجا کمرہ میں آئے اور سہارا دے کر اپنے ساتھ ہال میں لے گئے، دیکھا تو ہال بہت دور تک حاضرین علماء، تجّار اور قدر دانوں سے بھرا ہوا تھا ولی عہد دُبی شیخ محمد بن راشد آل مکتوم صدارت کر رہے تھے، راقم ان کے لئے اپنی بعض کتابیں بطور ہدیہ کے لے گیا تھا،[1] ایوارڈ (جائزہ) دینے کے لیے جب راقم

---

[1] دبی کے مختصر قیام میں معلوم ہوا کہ راقم کی کتابیں وہاں بہت پڑھی گئی ہیں، جلسہ میں دو ڈ
(باقی صد ۲۱۳ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

کا نام پکارا گیا، تو تمام حاضرین نے احتراماً اپنی نشستوں سے اُٹھ کر خیر مقدم کیا، جائزہ (ایوارڈ) کا جب اعلان کیا گیا تو راقم نے اس کو ہندوستان میں اور مختلف اسلامی ممالک میں دینی تعلیم کی اشاعت کے لئے مختص اور وقف اداروں کو بطور عطیہ واعانت کے صرف کرنے کا اعلان کیا اس اعلان کے جواب وشکریہ میں راقم نے اللہ عزوجل کا شکر بجالاتے ہوئے کہا کہ یہ ایوارڈ مجھے اس لیے نہیں ملا کہ میں اس کا حقدار تھا، بلکہ یہ مجھ پر اللہ عزّوجل کا کرم ہے کہ ہندوستان کے ایک چھوٹے ضلع رائے بریلی کے رہنے والے اور برطانیہ کی حکومت اور اس کے نظامِ تعلیم وفکر کے مروّج اور مؤثر ہونے کے زمانہ میں پرورش پانے والے کے لئے کوئی یہ پیشین گوئی نہیں کرسکتا تھا، کہ یہ بچّہ کبھی اس بین الاقوامی اور جزیرۃ العرب سے انتساب رکھنے والے ملک کے عالمی انعام کا مستحق ہوگا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

راقم نے ضروری سمجھا کہ اس کثیر التعداد اور عالی مرتبت عرب مجمع کو خالص دعوتی وتذکیری انداز میں کچھ خطاب کیا جائے جس کا موقع جلد جلد اور بار بار نہیں ملتا، راقم نے اس کے لیے رائے بریلی ہی میں پہلے سے اپنا ایک قدیم مضمون تیار کر رکھا تھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ ایک خالص علمی وفکری مجمع میں سنانے کے لئے

(صـ۲۱۲ کا بقیہ)

کتابیں ایک "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" شائع کردہ دار ابن کثیر دمشق اور دوسری کتاب "سلسلۃ اعلام العلماء (ابو الحسن علي الحسني الندوي الامام المفكر الداعية الاديب) جو سید عبد الماجد غوری کی تالیف ہے اور سماحۃ الشیخ احمد کفتارو کے مقدمہ کے ساتھ دار ابن کثیر دمشق کی شائع کردہ ہے جلسہ میں تقسیم کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

زیادہ موزوں ہے، اس لئے اس کے بجائے وہ مضمون پڑھ کر سنایا، جس میں کہا گیا ہے "کہ عربوں کو جو دولت و نعمت، سعادت و توفیق، اور منصب ہدایت و رہنمائی ملا، وہ سب نبیؐ عربی اُمّیؐ مکّی مدنی خاتم النبیین و سیّد المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں تھا، اور آپ کے ذریعہ ہی ملا[1]، اگر اس حقیقت سے قطع نظر کر لیا جائے اور اتباع واقتداء کا یہ رشتہ نہ رہے تو عرب قوم فن عروض کی اصطلاح "بحر" کی طرح ہو جائے گی کہ اس کو بحر کہتے ہیں لیکن اس میں پانی کا ایک قطرہ نہیں ہوتا، اور وہی اس سلسلہ میں شکر واعتراف اور تمسک واتباع کے مستحق ہیں" اس مضمون کے پڑھنے کے بعد راقم نے جب دیکھا کہ ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کی بھی بڑی تعداد موجود ہے تو اس نے اس پورے مضمون کا حاصل علامہ اقبالؒ کے شعر کی شکل میں سنایا اور اس کو بار بار پڑھا جس میں پوری وضاحت اور قوت ایمانی کے ساتھ یہ حقیقت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں ؎

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمدؐ عربیؐ سے ہے عالم عربی

راقم نے اس شعر کا عربی میں ترجمہ بھی کیا جس پر ولی عہد نے اپنے گہرے تأثر کا اظہار کیا۔

راقم اس مضمون کو اور اس صاف گوئی اور اظہار حقیقت کو اس سفر کا حاصل اور اس کی بضاعت سمجھتا ہے۔

---

[1] اس مضمون کا ترجمہ کتاب کی اسی جلد میں (صفحہ ۱۴۳-۱۴۴) میں درج ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

راقم کی خواہش اور تقاضے پر جمعہ کو علی الصّباح ہندوستان واپسی کا انتظام کر دیا گیا تھا، اور اس کے لئے دبئی خصوصی جہاز معیّن تھا، لیکن راقم کے ضمیر میں یہ بات آئی کہ ابھی دُبئی کے ہندوستانی اور غیر ملکی باشندوں سے خطاب کا کوئی موقع نہیں ملا، حالانکہ اس سفر میں یہ بھی ایک داعی کا فریضہ اور یہاں کی غیر عرب آبادی کا جو خاصی تعداد میں ہے حق تھا، راقم کی خواہش اور تقاضے پر مسجد عُزیر میں جو دُبئی کی ایک وسیع مسجد ہے اور وہاں ہندوستانی اور پاکستانی بڑی تعداد میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ تقریر کا پروگرام رکھا گیا، یہ ۸ رجنوری ۱۲ ر رمضان المبارک کا دن تھا مسجد پہنچا ہوا تو دیکھا کہ بہت بڑی تعداد میں ہندوستانی اور پاکستانی اور غیر عرب آبادی موجود ہے، راقم نے غیر عرب آبادی کو خاص طور پر مخاطب بنایا اور حاضرین سے کہا کہ آپ کو اپنے دوسرے مقاصد و مشاغل کے ساتھ یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ آپ جزیرۃ العرب کے ایک حصّہ میں ہیں جو ولادت و بعثتِ نبوی کا مرکز اور جہاں سے عرصہ کے بعد عالمگیر تاریکی (جاہلیت) میں صبح صادق طلوع ہوئی، اور ساری دنیا میں ہدایت اور نبوی تعلیمات پھیلیں، یہاں رہنے والوں اور کام کرنے والوں کو اس کا احساس اور تشکّر ہونا چاہیئے اور اس سرزمین کو (محض معاشی فائدہ کے مرکز کی حیثیت سے نہیں) ایک محسن اور معلّم اور ہادی و مرشد کی حیثیت سے دیکھنا چاہیئے، اور اس پر شکر و مسرّت کا اظہار اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے، اس سلسلہ میں راقم نے تیرہویں صدی ہجری کے عظیم مصلح و مجاہد حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنایا کہ جب وہ حج کو جا رہے تھے تو سمندر میں ایک جگہ ایک رفیق سفر نے اشارہ کر کے بتایا کہ دیکھئے، وہ کھجور کا درخت نظر آ رہا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہم جزیرۃ العرب کے محاذاۃ میں سفر کر رہے ہیں، یہ سنتے

ہی حضرت سیّد صاحبؒ نے (جو عام طور پر باوضو رہتے تھے) دو رکعت نماز شکرانہ کی نیت باندھ لی، اور وہ اللہ کا شکر بجالائے کہ اس نے اپنے محبوب دین کی منادی اور مبلغ سرزمین کی زیارت کرائی، یہی ایمان کا تقاضا ہے، اور شرافت اور احسان مندی کا فریضہ ہے، پھر راقم نے جزیرۃ العرب کے بارے میں اس ہدایت نبوی کا بھی تذکرہ کیا جس میں کہا گیا ہے کہ "اخرجوا الیهود والنصاریٰ من جزیرة العرب" (کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے باہر رکھو) اور اس کی حفاظت دین اور حفاظت جزیرۃ العرب کے لیے اہمیت و افادیت بتائی، اس کے ساتھ اشاعت و دعوت دین کی جو کوششیں ہو رہی ہیں، (خاص طور پر مرکز دہلی کی تبلیغی دعوت و جماعت) ان کے ساتھ تعاون کرنے اور اس میں حصّہ لینے کی بھی دعوت دی، تقریر بڑی توجہ سے سنی گئی اور اس کی ضرورت تھی۔

راقم کی اردو تقریر کے علاوہ جو نماز سے پیشتر کی گئی عزیز القدر مولوی سیّد سلمان ندوی نے عربی اردو میں ایک زوردار تقریر کی اور نماز بھی پڑھائی۔

دبی کے اس مختصر قیام میں اخلاقی طور پر اور قدیم تعلّقات کی بنا پر اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ سلطان بن محمد القاسمی حاکم الشارقۃ و ملحقاتہا اور شیخ سلطان بن زائد آل نہیان نائب رئیس الوزراء امارت عربیہ متحدہ سے بھی ملاقات کی جائے، کہ ان سے پرانے تعلّقات ہیں اور دبی آنے کے بعد ان سے نہ ملنا ایک کوتاہی اور بے توجہی سمجھی جائے گی، لیکن راقم اپنے ضعف اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس کی ہمت نہ کرسکا، مگر یہ اعلیٰ عربی اخلاق کا نتیجہ تھا کہ دونوں حضرات ملنے آئے، وہ سفر کرکے اپنے مرکز سے ہوائی جہاز پر محض ملاقات کے لیے دبی آئے،

www.abulhasanalinadwi.org

اور ہوٹل میں آکر ملے۔

ان کے علاوہ دُبی کے متعدد معزّزین اعیان، اور تجار کبار ہوٹل میں آکر ملتے رہے۔ جن میں سیف الغریر، اور عبداللہ الغریر اور شیخ سعید لوتاہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

بالآخر ۹ر جنوری ۹۹ء[1] بروز ہفتہ خصوصی طیارہ سے اپنے ہمراہیوں اور ان میزبانوں کے ساتھ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے، اور رفیق سفر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ لکھنؤ واپسی ہوئی، ہوائی اڈہ پر متعدد احباب اور اہلِ تعلق استقبال کے لیے موجود تھے بالآخر خیریت و توفیق الٰہی کے ساتھ یہ سہ روزہ اعزازی و دعوتی سفر انجام کو پہنچا والحمد للہ اولاً و آخراً۔

---

[1] ہجری تقویم کے حساب سے وہاں ۲۲ر رمضان المبارک اور یہاں ہندوستان میں ۲۰ر رمضان المبارک تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ادب اسلامی سیمینار بنگلور، اور سفر منگلور و بھٹکل

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ۱۹۹۹ء کے سیمینار میں شرکت کے لیے جس کا انعقاد دارالعلوم سبیل الرشاد میں ۲۶-۲۸ر فروری ۹۹ء کو ہونا تھا، لکھنؤ سے ۲۵ر فروری کو سہارا ایرلائنس سے روانگی ہوئی، سفر میں حاجی عبدالرزاق کے علاوہ عزیزی مولوی رابع حسنی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولوی سعید الرحمٰن صاحب ایڈیٹر البعث الاسلامی، وصدر شعبۂ عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء، اور ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری استاد حدیث جامعۃ العین اور وکیل انصاری صاحب ساتھ تھے، ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی دہلی سے براہ راست بنگلور روانہ ہوئے۔

عشاء کے وقت بنگلور ہوائی اڈہ پہنچے، رات کو ضیاء اللہ شریف صاحب کے یہاں قیام رہا، بنگلور کے قیام میں عموماً انہی کے یہاں قیام رہتا ہے، دوسرے دن ۲۶ر فروری کو دارالعلوم سبیل الرشاد جہاں سیمینار کے انعقاد کا نظم تھا منتقلی ہوئی۔

سیمینار کا موضوع ادب اسلامی میں قصہ نگاری تھا، موضوع کی ندرت اور اہمیت کی وجہ سے اور کچھ سلطان ٹیپو شہید کے شہر بنگلور کی کشش کی وجہ سے اس سیمینار میں شرکت کے لیے بڑی تعداد میں مندوبین پہلے ہی پہنچ چکے تھے، جن کی مجموعی تعداد سَو تھی، مقالات کی مجموعی تعداد ۵۰ تھی، جن میں ۴۵ مقالے اردو میں ایک انگریزی میں اور ۴ مقالے عربی میں تھے، مندوبین اور مقالات کی تعداد کے اعتبار سے یہ سیمینار سابق سیمیناروں سے زیادہ کامیاب سیمینار تھا، مقالات کی چھ نشستیں ہوئیں، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے سارے مقالات نہیں پڑھے جاسکے، اس خیال

www.abulhasanalinadwi.org

سے کہ اس سیمینار میں معمول کے مطابق عرب مندوبین بھی شریک ہوں گے یا ایسے مندوبین جن کی اردو مادری زبان نہ ہوگی، راقم الحروف نے اپنے مقالے کے لئے جو قرآن کریم کے قصّوں سے متعلق تھا عربی ہی کا انتخاب کیا تھا جو بعد میں عربی نشست میں پڑھا گیا۔

سیمینار میں جنوبی ہند کی مختلف یونیورسٹیوں اور مدارس کے نمائندے بڑی تعداد میں شریک ہوئے، ان کے علاوہ ملیشیا اور انڈونیشیا کے نمائندے بھی شریک ہوئے، شمالی ہند کی متعدد یونیورسٹیوں اور اداروں سے ادباء نے شرکت کی۔

۲۶ر فروری کو صبح ۹½ بجے سیمینار دار العلوم سبیل الرشاد کے نوتعمیر شدہ ہال میں شروع ہوا، حاضرین میں مندوبین کے علاوہ شہر کے معززین اور ادب سے دلچسپی رکھنے والے بڑی تعداد میں موجود تھے۔

استقبالیہ خطبہ اور سکریٹری رپورٹ کے بعد افتتاحی جلسے کو خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا:۔

بامقصد ادب، تعمیری ادب، اصلاحی ادب، توجیہی ادب، انبیاء علیہم السّلام کی دعوت کا جزء ہے، آپ خیال کیجئے کہ آسمان سے اترنے والی کتابیں انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں، ان کی زبان میں نازل ہوئی ہیں، اگر کسی ناواقف آدمی سے جو مذاہب کی تاریخ سے واقف نہیں، مذاہب کی نفسیات سائیکلوجی سے واقف نہیں، اس سے پوچھا جاتا کہ کیا آسمان سے نازل ہونے والی کتابوں میں کسی قصّہ کہانی کی گنجائش ہے، وہ کہتا ہرگز نہیں۔

میں عرض کردوں کہ قصّہ کہانی کے متعلّق صدیوں سے ایک حقارت آمیز احساس

www.abulhasanalinadwi.org

کمتری کا ایک خیال چلا آرہا ہے، ہمارے بعض واعظین کو معاف کیا جائے، بعض واعظین نے مصلحتوں کو اس میں دخل ہے، قصّے حکایات کی افادیت اور معنویت کو تسلیم نہیں کیا اور ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا، بلکہ ان کو محض تفریح کی چیز سمجھا، یہاں تک کہ اگر کسی بامقصد مجلس میں جس میں ثقہ لوگ بیٹھے ہوں، طالب دین لوگ بیٹھے ہوں، اصلاح کے لیے جمع ہوئے ہوں، ان میں اگر کوئی قصّہ کہنے لگے تو لوگ اس کو بے محل بات سمجھیں گے، کہ یہاں تو خدا اور رسول کی باتیں ہونی چاہیئں یہ قصّہ کہانی کہاں سے شروع کر دی لیکن قرآن مجید نے قصّہ کو جگہ دی ہے اور کیسی جگہ دی ہے، حضرت موسیٰؑ کا قصّہ کتنی بار آیا ہے، انبیاء علیہم السلام کے قصّے کس طرح بیان کئے گئے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام پر تو پوری سورہ ہے وہ اعلیٰ درجہ کے حِکَم و مواعظ پر مشتمل ہے، اور وہ حِکَم و مواعظ ایسے ہیں جو بغیر قصّے کے نہیں بیان کئے جا سکتے۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ط

اس سے بڑھ کر اس کے بعد کوئی حجت ہو ہی نہیں سکتی۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ

(سورہ یوسف - ۱۱۱)

اس سے بڑھ کر قصّہ کی منفعت یا قصّہ کی توثیق کی ہی نہیں جا سکتی

حضرات! اس خیال سے کہ بلادِ عربیہ سے ادباء آئیں گے جو رابطہ ادب اسلامی کے جلسوں میں آتے ہیں، اس لیے میں نے اپنا مضمون عربی میں تیار کیا تھا، اس میں سورۂ یوسف اور سورۂ کہف کا توریت و انجیل سے تقابلی مطالعہ کیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں یہاں عرض کر رہا تھا، کہ ادب کو بہت دنوں تک دین سے خارج سمجھا جاتا رہا، اس کے ساتھ ذرا سی رعایت یہ کی گئی کہ وقت گزارنے کے لیے کچھ چیزیں پڑھ لی جائیں، ناول لکھے گئے، قصّے لکھے گئے، عربی میں اس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، الف لیلۃ و لیلۃ، ایسی کتاب ہے جو آسانی سے دوسری زبانوں میں نہیں مل سکتی، اس کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، پھر کتاب الأغانی کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، اور دوسرے قصّے لکھے گئے، مگر ان کی تعلیمی، ہدایتی اہمیت نہیں ہے، ان کے لئے یہ سمجھا گیا کہ یہ وقت کاٹنے اور تفریح کا آلہ ہے، لیکن اللہ کے بندے اپنے اپنے زمانے میں جو کام کرتے رہے ان کی نوعیت الگ ہے۔

چنانچہ انبیاء کرام کے واقعات لکھے گئے، قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کے قصّوں کا آنا خود دلیل ہے کہ واقعات میں کیا افادیت ہوتی ہے، سیرت نبویؐ پر کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہوا کہ دنیا کے کسی پیغمبر کے بارے میں، کسی دوسرے انسان کے بارے میں بالاطلاق میں کہتا ہوں، تقابلی مطالعہ کرنے والے ایک فرد، ایک مصنّف کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ سیرت نبویہؐ کا میں مصنّف بھی ہوں، کسی انسان کے بارے میں ایسی تفصیل اور احتیاط سے اور اتنے استدلال اور موزونیت سے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

مقامی ادباء اور صحافیوں کا اجتماع

۲۷ر فروری کی شام کو بعد عصر شہر بنگلور کے ممتاز ادیب، صحافی اور شعراء کا سیمینار ہال میں اجتماع ہوا، اس اجتماع میں، میں نے زبان و قلم کی اہمیت اور اس کی تاثیر پر زور دیتے ہوئے اہل قلم کو مشورہ دیا کہ وہ لکھتے اور بولتے وقت اس کی پوری

www.abulhasanalinadwi.org

رعایت رکھیں کہ ان کے کلام کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور قلم کے استعمال میں بے احتیاطی کے کیا بُرے اثرات پڑتے ہیں۔

اس اجتماع سے عزیزی مولوی رابع حسنی نے بھی خطاب کیا اور رابطہ ادب اسلامی کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔

۲۸ رفروری کو صبح مقالات کی دو نشستیں ہوئیں، پہلی نشست میں اردو مقالات پڑھے گئے، دوسری نشست عربی مقالات کے لیے خاص تھی اس میں میرا مقالہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے تقابلی مطالعہ پر مبنی تھا، اور اس میں قرآن کریم اور توریت کے طرز بیان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا تھا جس کو مولوی اجتباء ندوی سابق پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی نے پڑھ کر سنایا، اس کے علاوہ اس نشست میں عزیزی مولوی واضح حسنی سلّمہ کا مقالہ، اور ملیشیا سے آئے ہوئے مندوب مولوی احمد فہمی زمزم اور مولوی اجتباء ندوی کے مقالے پیش کئے گئے اس کے بعد اختتامی نشست ہوئی، جس میں تجاویز پیش ہوئیں اور بعض مندوبین نے تقریریں کیں۔

اختتامی نشست کو خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا!

اللہ تعالیٰ نے "اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ" میں صرف قرآن کی حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا ہے بلکہ عربی زبان کی حفاظت بھی اس میں شامل ہے اور یہ حفاظت زمانی ہی نہیں بلکہ مکانی بھی ہے، آج یہ زبان ساری دنیا میں دین کے فہم کا ذریعہ ہے، ہندوستان بھی اس کا مرکز ہے، میں پورے وثوق کے ساتھ اپنے مطالعہ کی روشنی میں کہتا ہوں کہ عربی زبان اپنی خصوصیات

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ اپنے مزاج کے ساتھ، اپنے درجۂ حرارت کے ساتھ، اور درجہ برودت کے ساتھ موجود ہے، یہ محض لفاظی نہیں، بلکہ تفسیر کے ایک طالب علم اور تفسیر کے ایک مدرس کی زبان سے یہ نکلنے والے الفاظ ہیں کہ یہ زبان اپنے مزاج کے ساتھ اپنی مقدار حرارت کے ساتھ اور برودت کے ساتھ اور اپنی تاثیر کے ساتھ، اپنی بلاغت کے ساتھ، اور آخر میں اپنے اعجاز کے ساتھ باقی ہے، صرف بلاد عربیہ میں نہیں، امریکہ اور یورپ میں یہ زبان اپنی اصل شکل میں اس وقت موجود ہے، اور ہر جگہ قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے۔

آخر میں، میں نے آنے والے مہمانوں اور منتظمین سیمینار کا شکریہ ادا کیا، میں نے کہا!

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، پھر یہاں کے میزبانوں کا داعیوں کا، اور آنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، الحمد للہ ہمارا یہ اجتماع بعض حیثیتوں سے بہت ممتاز رہا، اور اس میں اس مدرسہ کے مخلص بانیوں اور خاص طور سے ان کے ذمہ داروں کے اخلاص اور انہماک کا اور ان کے احساس ذمہ داری کا بڑا دخل ہے۔

یہ کوئی ادبی، دین سے خارج، کوئی لسانی یا کوئی تفریحی سیمینار نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین کتاب، جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے پر نازل ہوئی اور اللہ کی محبوب ترین اُمّت جس کی امامت ان کے سپرد کی گئی، اس سے تعلق رکھنے والے سیمینار میں آپ شریک ہوئے، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمارے اس سیمینار سے خوش ہو اور اجر عطا فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخر میں مفتی اشرف علی صاحب، امیر شریعت صوبہ کرناٹک اور مہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد کا جو صدر مجلس استقبالیہ تھے اور عزیزی مصطفیٰ رفاعی کا جن کے تعاون سے انھوں نے اس سیمینار کا نظم کیا تھا اور سارے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور سیمینار دعا پر ختم ہوا۔

سیمینار میں جن اہم شخصیتوں نے شرکت کی ان میں سی۔کے جعفر شریف سابق وزیر ریلوے، الحاج ابراہیم سلیمان سیٹھ سابق صدر انڈین یونین مسلم لیگ، جناب ضیاء اللہ شریف صاحب محتشم عبدالغنی صاحب بھٹکلی، مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب، انیس چشتی صاحب، مولانا عبداللہ مغیثی صاحب، جناب عمادالدین خطیب غلام محمد پٹنی، ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی، ڈاکٹر تقی الدین ندوی، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، اور دہلی، بھوپال، کالی کٹ، اورنگ آباد، حیدرآباد، لکھنؤ میسور، بمبئی، مدراس، علی گڑھ، کی یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کے نمائندے شریک ہوئے۔

افتتاحی نشست سے متعلق روزنامہ "سالار" بنگلور کی رپورٹ

ادب عملی، فکری، اخلاقی اور انقلابی محرکات پیدا کرتا ہے۔ مولانا علی میاں

شہر گلستان بنگلور میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کا تین روزہ سیمینار

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار میں جو اسلامی ادب میں قصہ نگاری کے عنوان پر دارالعلوم سبیل الرشاد میں ۲۶۔۲۸ فروری ۹۹ء کو منعقد ہوا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ادب کی بڑی خاصیت اور قوت یہ

ہے کہ وہ رجحانات ومیلانات اور عمل طرزِ فکر اخلاق اور انقلاب کے محرکات پیدا کرتا ہے اس لیے وہ بہت مفید بھی ہوسکتا ہے اور بہت مضر بھی۔ وہ بڑی تعمیری طاقت بھی ہے اور تخریبی بھی۔ اس لیے اس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مولانا نے کہا کہ عقائد کی حد اور فرائض کی حد تک ادب محدود نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ ادب میں پوری زندگی آجاتی ہے۔ اندرونی بھی اور ظاہری بھی۔ ادب آسمانی کتابوں کا ایک جز ہے۔ مولانا علی میاں نے کہا کہ دل کی تڑپ انسان کے تجربے، واقعات، ردعمل، حوادث، تعلقات یہ سب ادب میں موجود ہیں۔

مولانا نے کہا کہ صدیوں سے یہ احساس پایا جاتا ہے کہ اگر کسی بامقصد مجلس میں سنجیدہ قصّہ کہنے لگیں تو اس کو بے محل بات سمجھیں گے اور کہیں گے کہ یہاں تو خدا اور رسول کی باتیں ہونی چاہئیں۔ انھوں نے کہا کہ قرآن مجید نے قصّوں کو بھی جگہ دی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات قصّوں پر ہی مبنی ہیں۔ قصّوں کے بغیر یہ واقعات سمجھ میں نہیں آتے قرآن مجید نے خود قصوں کو ایک مقام دے رکھا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو توریت اور سورہ یوسف میں کس طرح سے پیش کیا گیا ہے اس کا موازنہ کرتے ہوئے مفکر اسلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جمال خاص عطا کیا تھا لیکن یہ ذکر توریت میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ مولانا نے کہا کہ بہت دنوں تک اسلامی ادب کو نظر انداز کیا جاتا رہا۔ انھوں نے بتایا کہ عربی میں ادب کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اسلام میں ادب کو ہدایتی حیثیت دی گئی ہے۔ مولانا علی میاں نے کہا کہ سیرت نبوی پر علم کا اتنا بڑا خزانہ جمع ہے کہ نسلِ آدم پر اتنی تفصیل سے کتابیں نہیں لکھی

www.abulhasanalinadwi.org

گئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ادب کو دین کا ایک معاون سمجھا جانا چاہیئے۔ انھوں نے کہا کہ بچوّں کو ان کی عمر کے مطابق قصّوں میں بڑے واقعات کو پیش کیا جائے تو ان کا دماغ بآسانی قبول کرلے گا۔ قصّہ فطرت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ مولانا نے کہا کہ ذہن معدہ کے مانند ہے۔ اس کی طاقت کو سمجھتے ہوئے نئی نسل کے سامنے قصے پیش کیے جائیں تو وہ آسانی سے ہضم کرلیتے ہیں۔ آخر میں سرزمین بنگلور اور میسور خصوصًا اس کے مایہ ناز سپوت سلطان ٹیپو شہید کا ذکر کیا اور کہا کہ انھوں نے جو کردار ادا کیا ہے وہ ناقابل فراموش ہے، سلطان ٹیپو کے خاندان کے ساتھ شاہ ابو سعید صاحب شاہ ابو اللیث سید نعمان اور حضرت سید احمد شہید کا ذکر کیا، ملک کی آزادی کے لیے جدو جہد کا ذکر کرتے ہوئے، کہا کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے راجہ ہندو راؤ وزیر گوالیار کو انگریزوں کے خطرہ سے متنبہ کرتے ہوئے ایک خط میں لکھا تھا۔

"جناب کو معلوم ہے کہ یہ پردیسی سمندر پار کے رہنے والے دنیا جہان کے تاجدار اور یہ سودا بیچنے والے سلطنت کے مالک بن گئے ہیں، بڑے بڑے اہل حکومت کی حکومت اور ان کی عزّت و حرمت کو انھوں نے خاک میں ملا دیا ہے جو حکومت و سیاست کے مرد میدان تھے وہ ہاتھ میں ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔"

عالمی رابطہ ادب اسلامی کی خدمات کو سراہتے ہوئے مولانا نے امید ظاہر کی کہ اس ادارہ کے ذریعہ ملّتِ اسلامیہ میں ایک طاقت اور دل کشی پیدا ہوگی کیوں کہ ادب سے تعمیری کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی سکریٹری جنرل رابطہ ادب اسلامی نے کہا کہ ادب کوئی ایسا فن نہیں جسے اسلام بُری نظر سے دیکھتا ہو۔ ادب میں طاقت بھی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

لطف بھی اور اثر بھی ادب سے ذہنوں کو آسودگی اور دلوں کو سکون ملتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بیس سال قبل ۱۹۸۰ء میں لکھنؤ کے ایک اجتماع میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ۱۹۸۵ء میں مکہ مکرمہ میں اس مقصد پر عملی اقدامات کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ دس ممالک میں اس کے ذیلی مراکز قائم ہیں۔ اس ادارہ کے زیر اہتمام پابندی کے ساتھ "کاروانِ ادب" کے نام سے ایک سہ ماہی مجلہ بھی جاری ہے۔ پچھلے پندرہ سال کی مدت میں مختلف مقامات پر پندرہ علمی مذاکرے منعقد کئے گئے ہیں۔ اب یہ ایک فعال ادارہ بن چکا ہے۔ مولانا نے کہا کہ حضرت علی میاں کی سرپرستی میں اس ادارہ نے اب تک کافی ترقی کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس ادارہ کا پچھلا پندرہواں سیمینار ماہ جون ۱۹۹۸ء میں پونہ میں منعقد ہوا تھا۔ ایک سال کے عرصہ سے پہلے ہی یہاں بنگلور میں سولہواں سالانہ سیمینار منعقد ہو رہا ہے۔ ملیشیا کے ایک عربی مدرسہ کے ناظم جناب سید یوسف نعمت نے اپنی تقریر میں کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی میاں کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک سرمایہ بنا کر ایک لمبی عمر تک قائم رکھے۔ اپنے ملک ملیشیا میں قائم رابطہ ادب اسلامی کے مرکز کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ بارہ سال قبل ۱۹۸۷ء میں ملیشیا میں یہ ادارہ قائم ہوا تھا۔ اور ان کے ملک کے علماء ادبا کا رابطہ ہندوستان کے علماء اور ادباء سے برابر قائم ہے۔ امیر شریعت مولانا مفتی محمد اشرف علی صاحب نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ "ادب اسلامی میں قصہ نگاری" سیمینار میں تمام مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ ریاست کرناٹک ٹیپو سلطان شہید سے نسبت خاص رکھتی ہے جنھوں نے ملک کی آزادی

www.abulhasanalinadwi.org

کے لیے اپنی جان عزیز کو قربان فرمایا تھا کرناٹک کے باشندے آج بھی وہی حوصلہ رکھتے ہیں۔ شہر بنگلور کی تعریف کرتے ہوئے مفتی صاحب نے کہا کہ یہاں کی فضا، ہوا اور موسمی اعتدال کی وجہ سے ملک کے اندر بنگلور کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور یہ شہر گلستاں کے نام سے کافی مقبول ہے۔ یہاں کے باشندگان میں وہ ساری خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں جو دینی سلسلہ میں مطلوب ہیں۔ بنگلور کے چند ممتاز اداروں کا ذکر کرتے ہوئے مفتی صاحب نے کہا کہ یہ ادارے ملک و ملّت کی بہترین خدمت انجام دے رہے ہیں۔ الامین تحریک کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اشرف علی صاحب نے کہا کہ اس کے زیر اہتمام ریاست میں ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں مختلف عصری علوم اور فنون کے کئی ادارے قائم ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ اکیڈمی (پھلت) کی ایک علمی روحانی اور تاریخ ساز پیش کش جلد اوّل و دوم کتاب نادر مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جس کا ترجمہ و حواشی مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے کیا ہے۔ اس اکیڈمی کی ایک اور فخریہ پیش کش "حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اکابر و مشاہیر امت کی نظر میں"، اس کتاب کی تالیف مولانا ممتاز علی قاسمی نے کی ہے۔ افتتاحی نشست کے آخر میں ان دو کتابوں کا اجرا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب اور مفسر قرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کے ہاتھوں عمل میں آیا۔[۱]

دارالعلوم سبیل الرشاد کا جلسہ تقسیم اسناد

۲۸ر فروری کو بعد عصر دارالعلوم سبیل الرشاد میں جلسہ تقسیم اسناد تھا، اس جلسہ میں مولانا عبدالکریم پاریکھ، مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی، مولانا عبداللہ مغیثی

[۱] روزنامہ سالار، ۲ر فروری ۱۹۹۹ء

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب اور عزیزی مولوی رابع حسنی نے خطاب کیا، اس موقع پر میں نے بھی فارغ ہونے والے طلبہ کو خطاب کیا۔

میں نے کہا: آپ اس رب کے بندے ہیں جو رزاق ہے، اللہ پر توکل کرتے ہوئے دین کی خدمت میں آپکے داخل ہونے سے اللہ آپ کی مدد کرے گا۔

میں نے کہا: علماء کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ ان کے کردار کا مسئلہ ہے، علماء ثابت قدم رہیں، اور ایثار و قربانی والا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں، دنیا کے سارے مذاہب آج اپنی اصل شکل و صورت میں اس لیے باقی نہیں رہے کہ ان مذاہب کے رہنماؤں نے حصول معاش کے طریقوں کو اختیار کر لیا، میں نے طلبہ کو متنبہ کیا کہ اس زمانہ میں مطالعہ کا شوق کم ہو رہا ہے، اور یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہنے کا رجحان نہیں رہا، مطالعہ کا اہتمام اپنی اپنی علمی صلاحیت میں اضافے کے لیے ضروری ہے۔

یکم مارچ کی صبح بنگلور سے ساٹھ میل دور کالنور کے علاقہ میں مدرسہ سواء السبیل کے جلسہ میں شرکت کی، وہاں ایک عظیم جلسہ عام کا انتظام تھا، دور دراز کے علاقوں سے ہزاروں افراد جلسہ میں شرکت کے لیے جمع ہو گئے تھے، انتظامیہ کے ذمہ دار بھی جلسہ میں شریک تھے، میں نے اپنے خطاب میں توحید اعمال صالحہ اور حسن سلوک کی اہمیت بیان کی، اور مسلمانوں کو اسلامی اخلاق کے مظاہرہ کی دعوت دی تاکہ ان کے ساتھ رہنے والے، ان کے پڑوسی، اور ساتھ کام کرنے والے ان کے اخلاق سے متاثر ہوں اور اس کی شان امتیازی کو وہ محسوس کریں

www.abulhasanalinadwi.org

جلسہ پیام انسانیت

بنگلور کے شہریوں نے اس موقع پر پیام انسانیت کے جلسے کا بھی نظم کیا جو یکم مارچ کو نانک ہال میں منعقد ہوا، ہال شرکاء جلسہ سے بھرا ہوا تھا، غیر مسلموں کی بھی اچھی تعداد شریک تھی، میں نے اپنے خطاب میں ملک میں امن و سکون کے ماحول کے قیام پر زور دیا، اور اس میں اعتماد، اخوت اور تعاون کی ضرورت اور اہمیت بیان کی، جلسہ میں انیس چشتی صاحب اور مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے بھی خطاب کیا، ۲ر مارچ کو بنگلور ہوتے ہوئے بھٹکل کے لیے روانگی ہوئی۔

یکم مارچ ۱۹۹۹ء مشغول ترین دن تھا، اس دن بنگلور اور اطراف بنگلور میں واقع مختلف مدارس اور اداروں میں پروگرام منعقد ہوئے، مغرب بعد پیام انسانیت کے جلسہ میں شرکت کے بعد بعد عشاء خواص کا ایک اجتماع جناب ضیاء اللہ شریف صاحب کے مکان کے سبزہ زار پر منعقد کیا گیا، میں نے اپنے مختصر خطاب میں دین کے تقاضوں اور ملّت اسلامیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ذمہ داریوں کی رعایت پر زور دیا۔

سفر منگلور و بھٹکل

سفر منگلور اور بھٹکل کے بارے میں بنگلور کے سفر سے پہلے بڑا تردد تھا۔ ادب اسلامی کے سیمیناروں میں عام طور پر ایسی مشغولیت رہتی ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے پروگرام کی گنجائش نہیں رہتی، عزیزی مولوی رابع سلّمہٗ نے براہ راست اور مولوی عبدالعزیز بھٹکلی کے توسط سے بھٹکل کے اہل تعلّق کو خاص طور سے محتشم عبدالغنی صاحب بھٹکلی کو

www.abulhasanalinadwi.org

اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ یہ سفر اس وقت ملتوی کر دیا جائے اور اپریل کے آخر یا مئی کے شروع میں بمبئی اور بنگلور کے سفر سے اس کو جوڑ دیا جائے، ٹیلی فون اور فیکس کے ذریعہ مسلسل رابطہ قائم کیا گیا، لیکن بھٹکل کے پروگراموں کے ذمہ داروں نے اپنی مجبوریوں کا ذکر کیا کہ جلسہ کے سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں، بھٹکل اور اطراف بھٹکل سے بڑی تعداد میں لوگ شرکت کے لیے تیار ہیں، اس لیے ان کے اصرار پر اور دشواریوں کے اظہار پر پروگرام پر آمادگی ظاہر کر دی گئی۔

۲ر مارچ کو ۱۲ بجے ظہر کے وقت جٹ ایرویز سے منگلور کے لیے روانہ ہوئے رفیق سفر حاجی عبدالرزّاق کے علاوہ سفر میں عزیزان گرامی مولوی رابع ندوی مولوی واضح رشید ندوی، مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ، مولوی عبدالعزیز بھٹکلی، اور شاہد حسین صاحب اور دہلی کے عبدالمنان صاحب تھے، منگلور ہوائی اڈے پر بھٹکل کے خواص کی ایک بڑی تعداد استقبال کے لیے موجود تھی، ان کے علاوہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے اساتذہ اور طلبہ کی بھی بڑی تعداد موجود تھی، منگلور میں ایک محب سید بیری صاحب کے مہیا کردہ فلیٹ میں جو ندوہ کی طرف منسوب ہے قیام ہوا، عصر کی نماز پڑھ کر وہاں سے بذریعہ کار بھٹکل کے لیے روانگی ہوئی، تقریباً ۳ گھنٹے میں یہ سفر مکمل ہوا۔

بھٹکل میں دو دن قیام رہا، بھٹکل کے پروگراموں میں سب سے اہم پروگرام ۳ر مارچ کو بعد عصر ہوا، جو ایک جلسہ عام کی شکل میں تھا، اس میں شرکت کے لیے بھٹکل اور اطراف واکناف سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوئے تھے، جامعہ اسلامیہ کا پورا میدان شرکت کرنے والوں سے بھر گیا تھا، جلسہ کی صدارت ڈاکٹر علی ملپا صاحب صدر جامعہ اسلامیہ نے کی، اس کے بعد مولوی الیاس

www.abulhasanalinadwi.org

بھٹکلی نے پُراثر انداز میں سپاسنامہ پڑھا، جس میں اہل بھٹکل کے جذبات و احساسات اور اس ناچیز سے تعلق پر بڑے مؤثر انداز میں روشنی ڈالی گئی تھی۔

سپاسنامہ کے جواب میں اپنی مختصر تقریر میں میں نے حاضرین جلسہ کی کثیر تعداد پر مسرت اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا، تعیش و نفس پرستی اور ملحدانہ نظریات و افکار کے امنڈتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی اشد ضرورت ہے، اس نازک ذمہ داری سے جامعہ اسلامیہ جیسے دینی قلعے زمانہ کی نبض پہچانتے ہوئے بخوبی عہدہ برا ہو سکتے ہیں۔ دینی تعلیم کی اشاعت کے سلسلے میں جامعہ اسلامیہ کی ذمہ داری کو اہمیت دیتے ہوئے میں نے کہا جامعہ اسلامیہ کو جنوبی ہندوستان کے مینارۂ نور کا کردار کرنا چاہیئے، جہاں سے علم خالص، فکر صالح، اور عقیدہ صحیحہ کی تابناک کرنیں پھوٹ کر آس پاس کے علاقوں کو منور کریں، اسلامی معاشرہ کی تشکیل پر زور دیتے ہوئے میں نے کہا کہ بھٹکل کا معاشرہ خالص اسلامی رنگ میں اس طرح رنگ جانا چاہیئے کہ دوسروں کے لیے نمونہ ثابت ہو۔ اس کے لیے عقیدہ کی پختگی عمل کی استواری، فرائض اور نوافل کی سخت پابندی کی ضرورت ہے، توحید خالص کے ستون کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے، شرک کے تمام مظاہر سے اپنا دامن بچانے کی فکر کے ساتھ اسلامی اخلاق اور معاملات کے اہتمام کی ضرورت ہے۔

جلسہ عام کے علاوہ رابطہ ادب اسلامی بھٹکل کی طرف سے اہل نوائط کی علمی ادبی اور تعلیمی خدمات پر ایک سیمینار بھی منعقد ہوا، اس کی ایک نشست تنظیم ہال میں ۳ر مارچ کی صبح کو ہوئی جس میں عزیزان مولوی محمد رابع ندوی، مولوی واضح رشید ندوی اور ڈاکٹر اجتباء ندوی اور مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے

www.abulhasanalinadwi.org

شرکت کی، دوسری نشست ۴ر مارچ کو جامعہ اسلامیہ کے میدان میں منعقد ہوئی، اس نشست میں میں نے بھی شرکت کی، بھٹکل سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے میں نے اپنی اختتامی تقریر میں کہا کہ میں بھٹکل کو بیت الکل کہا کرتا ہوں، یہاں کی خصوصیت مہمان نوازی، قدر شناسی، ہر زائر کا محبت اور اپنائیت کے جذبات سے یوں استقبال کرنا ہے کہ کسی کے دل میں اجنبیت کا احساس جنم نہیں لیتا،

اس نشست کے آخر میں تجاویز پیش ہوئیں جن میں سے ایک تجویز بھٹکل میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اگلے سیمینار کے انعقاد کی دعوت سے متعلق تھی،

۴ر مارچ کو بعد عصر جامع مسجد بھٹکل میں درس قرآن کے ختم میں شرکت کے بعد منگلور واپسی ہوئی، اس درس قرآن کا سلسلہ ایک ندوی فاضل اور جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے نائب مہتمم مولوی عبدالباری ندوی نے شروع کیا ہے، جو بڑا مقبول ہے۔

منگلور میں (UNITY HOSPITAL) کے ذمہ دار ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب نے پہلے سے وعدہ لے لیا تھا کہ ان کے اسپتال میں چیک اپ کے لیے کچھ دیر قیام کرنا ہے، انھوں نے قلیل مدت میں چیک اپ کا سارا مرحلہ طے کرا دیا جس کے لیے عام طور پر کئی گھنٹے درکار ہوتے ہیں۔

رات کو ندوہ فلیٹ میں قیام رہا دوسرے دن ۵ر مارچ کو بمبئی روانگی ہوئی۔[1]

---

[1] بنگلور اور بھٹکل کے سفر کی رپورٹ میری ہدایت پر عزیزی مولوی واضح رشید ندوی نے تحریر کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بمبئی میں اپنے قدیم اور مخلص میزبان محمد بھائی کے یہاں سہاگ پیلس میں پانچ دن قیام رہا، ۱۰ر مارچ ۱۹۹۹ء کو اپنے رفقاء عزیزان مولوی محمد رابع ندوی مولوی واضح رشید ندوی اور عزیزان شاہد حسین صاحب و حاجی عبدالرزاق کے ساتھ ہوائی جہاز سے لکھنؤ واپسی ہوئی۔

ضعف و علالت

لکھنؤ پہنچنے کے پانچویں دن طبیعت کی ناسازی اور ضعف کا شدّت سے احساس ہوا، زبان اور گویائی پر بھی اثر تھا، اور جسم کے داہنے حصّہ پر کمزوری اور ناطاقتی کا ایسا اثر معلوم ہوتا تھا کہ ذراسی حرکت بھی مشکل معلوم ہوتی تھی[۱] اضطراراً

[۱] اپنے مہربان اور تعلق والے معالجین کا جن میں ڈاکٹر نظر صاحب پیش پیش تھے، اندازہ اور تشخیص تھی کہ فالج کا اثر ہے۔ ان اہل تعلّق معالجین میں ڈاکٹر نظر احمد صاحب کے علاوہ ڈاکٹر عبدالمعبود خاں صاحب گرین کراس نرسنگ ہوم، ڈاکٹر غوث قریشی و ڈاکٹر عرفان قریشی سحر نرسنگ ہوم، محب گرامی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ڈاکٹر نسیم احمد صاحب ہومیو پیتھ، ڈاکٹر منصور حسن صاحب ماہر امراض قلب اور محبی ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب و ڈاکٹر زبیری صاحب نے خصوصی دلچسپی لی، دماغی امراض کی ماہر فزیشین ڈاکٹر دیو بیکا ناگ سے خاص طور پر مشورہ لیا جاتا رہا، ڈاکٹر نظر صاحب کی خصوصی توجہات کے ساتھ ڈاکٹر عبدالمعبود اور ڈاکٹر کرنل شمسی خاصا وقت دینے اور علاج کی فکر کرتے رہے، ڈاکٹر عبدالمعبود صاحب نے اپنے نرسنگ ہوم کے آلات اور بعض ضروری سامان بھیج دیا تھا کہ کسی فوری ضرورت پر دشواری نہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب فراش ہوجانا پڑا اور نقل وحرکت دشوار محسوس ہوئی، اس علالت اور ناسازی طبع کی اطلاع دور دور تک پہنچی، اور اہل تعارف نے اپنے تعلق اور فکر کا اظہار کیا، نرائن دت تیواری مسز سونیا گاندھی کا خط لے کر آئے، ممتا بنرجی، نریش اگروال، سابق ریاستی کابینی وزیر لوک پتی ترپاٹھی اور ملائم سنگھ یادو سابق وزیر دفاع، احمد حسن صاحب سابق چیرمین اقلیتی کمیشن دیکھنے آئے اور عیادت کی، دینی مدارس ومراکز کے بہت سے ذمہ دار اور اہل حل وعقد تشریف لائے، جن میں مولانا اسعد صاحب مدنی، مولانا محمد سالم صاحب، مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم، مولانا محمد طلحہ صاحب (فرزند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ) مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ اور جو قابل ذکر حضرات آئے، ان میں امیر شریعت بہار واڑیسہ مولانا سید نظام الدین صاحب، مولانا ولی رحمانی صاحب خانقاہ رحمانیہ مونگیر، مولانا ڈاکٹر کلب صادق صاحب نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ، مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی ناظم جامعۃ الرشاد، مولانا احمد علی قاسمی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت، مولانا وقار احمد صاحب صدر مدرس مظاہر علوم وقف، مولانا عبداللہ مغیثی صاحب (اجراڑہ میرٹھ) اور الہ آباد سے مولانا قاری محمد مبین صاحب و مولانا قمر الزماں صاحب اور دار العلوم تاج المساجد بھوپال وجامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے ذمہ داران واساتذہ ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

وزیر اعظم ہند اٹل بہاری باجپئی کی رفقاء کے ساتھ آمد

۲۸؍ مارچ کو وزیر اعظم ہند اٹل بہاری باجپئی ایک ٹیم کے ساتھ جن میں وزیر اعلیٰ یو۔پی کلیان سنگھ، گورنر یو۔پی سورج بھان اور ریاستی صدر بی۔جے۔پی۔ راج ناتھ سنگھ اور لال جی ٹنڈن تھے، دیکھنے آئے، یاد رہے کہ وزیر اعظم ہند اٹل بہاری باجپئی صاحب نے کئی مرتبہ دہلی آنے کی دعوت دی تھی، اور چارٹر پلین بھیجنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن ان سے معذرت کر دی گئی تھی، اب اس بیماری کو تقریب ملاقات و عیادت بنا کر وہ خود تشریف لائے، خاکسار نے ان کی اس آمد اور براہ راست ملاقات سے فائدہ اٹھا کر ایک محب وطن اور خیر خواہ ملک کی حیثیت سے اپنا فرض انجام دیا، اور کہا کہ اس عظیم و عزیز ملک کے بقا و استحکام کے لیے وہ تین شرطیں ضروری ہیں جو اس ملک کے دور اندیش اور صاحب نظر رہنماؤں نے بالخصوص گاندھی جی نے ضروری قرار دے دی تھیں، ایک یہ کہ یہ ملک جمہوری (DEMOCRATIC) ہو، دوسرے کسی خاص مذہب کا حامی اور داعی نہ ہو، بلکہ سیکولر (SECULER) ہو، تیسرے یہ کہ غیر متشدد اور صلح پسند (NON-VIOLENT) ہو، جب کبھی اس کے خلاف کیا جائے گا تو یہ ملک خطرہ میں پڑ جائے گا اور یہاں زندگی دشوار ہو جائے گی، اس لیے ان حقیقتوں کا لحاظ اور ان خطرات کا احساس اور خوف رہنا چاہیے۔

عزیزی مولوی محمد رابع ندوی نے جو اس وقت موجود تھے ہماری پرانی بات نقل کی جو حدیث شریف میں آئی ہے کہ ایک کشتی کے دو طبقے تھے، اوپر کے طبقہ (منزل) میں پانی کا انتظام تھا، نیچے طبقہ کے مسافر بھی مجبور تھے کہ پانی اوپر

www.abulhasanalinadwi.org

سے لائیں اور اپنی ضرورت پوری کریں، پانی کی فطرت ہے کہ گرتا بھی ہے اور چھلکتا بھی ؛ اوپر کی منزل والوں نے اس کے خلاف احتجاج اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، نیچے والوں نے جو پانی کے بغیر رہ نہیں سکتے تھے کہا کہ پھر ہم کشتی ہی میں سوراخ کر کے دریا سے پانی لے لیا کریں گے، اگر اوپر والوں نے اس کی اجازت دیدی اور پانی نہ لے جانے پر اصرار کیا، تو کشتی ڈوبنے سے بچ نہیں سکتی، یہی ہمارے ملک کا انجام ہوگا، اگر ایک طبقہ والوں نے یا ایک مذہب اور پارٹی والوں نے دوسرے طبقہ، مذہب یا قومیت کے لوگوں کو اپنی ضرورت پوری کرنے سے باز رکھا تو یہ ملک تباہی کا شکار ہوگا۔

وزیر اعظم صاحب اور ان کے رفقاء نے یہ باتیں سکون اور خاموشی کے ساتھ سنیں اور تھوڑی دیر بیٹھ کر رخصت ہوئے،

علالت کی شہرت اور عیادت و دعا کی سرگرمی

راقم کی بیماری و کمزوری کی وسیع و عالمگیر خبر مشہور ہوگئی، اور صرف اطراف و نواح کے نہیں بلکہ بیرونی ممالک سے بھی احباب و کرم فرما عیادت کے لیے آنے لگے، جن میں حجاز مقدس بھی تھا، بنگلہ دیش بھی، پاکستان بھی انگلستان بھی، ہندوستان کے دور دراز صوبوں جنوبی ہند، کیرالا، کشمیر اور اطراف و نواح کے لوگ تھے۔

سب سے پہلے حجاز سے محب عزیز و محترم محمد عثمان صاحب اور عزیز گرامی مولوی عبداللہ عباس ندوی، پھر محبی ڈاکٹر عبادالرحمن نشاط صاحب (استاد

www.abulhasanalinadwi.org

انگریزی جامعہ ام القریٰ مکہ معظمہ آئے، جو کئی روز تک لکھنؤ میں مقیم رہے، ہندوستان کے آنے والوں میں سب سے پہلے میزبان قدیم وعزیز بمبئی کے محمد بھائی و محبّ محترم ڈاکٹر سید قمر الدین صاحب اور محب گرامی مولانا عبد الکریم پاریکھ صاحب تھے، انگلستان سے خاص طور پر عیادت کے لیے عطاء اللہ صاحب اور خالد انصاری صاحب آئے، بنگلہ دیش سے متعدد کرم فرما اور وہاں کے دینی و تعلیمی کارکن آتے رہے، کیرالا سے ندوۃ المجاہدین کے سکریٹری اے۔ پی عبد القادر دوسرے مجبی محی الدین ندوی ہوائی جہاز سے آئے، بنگلور، منگلور اور بھٹکل سے معززین اور احباب اور وہاں کے میزبان آتے رہے، جن کا نام اوپر آچکا ہے یہ بھی حسن اتفاق بلکہ تقدیری امر تھا کہ حج کے ایام اس علالت سے متصل تھے، وہاں اپنی بے بضاعتی اور تہی مائیگی کے باوجود علالت کی خبر پہنچ گئی، چنانچہ کثرت کے ساتھ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور منیٰ وعرفات میں دعائیں ہوئیں اور اور مزاج پرسی اور دعا کی اطلاع کے خطوط اور ٹیلی فون آئے، نظام الدین کے مرکز تبلیغ کے ذمہ دار حضرات مولانا زبیر صاحب، مولانا سعد صاحب اور ان کے رفقاء کے خطوط اور ٹیلی فون آئے کہ انھوں نے بڑی توجہ اور خلوص کے ساتھ دعائیں کیں۔

اس بات سے بڑی تسکین و تقویت محسوس ہوئی کہ امام حرم شیخ محمد بن عبد اللہ السُّبَیّل نے بھی دعاؤں کا خصوصی طور پر اہتمام کرایا اور عیادت کا خط بھی مولوی عبد اللہ عباس صاحب ندوی کے ذریعہ ارسال کیا، اور یہ معلوم ہو کر بڑی خوشی ہوئی کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق مدظلہ (ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی)

www.abulhasanalinadwi.org

نے جو کہ سفر حج میں تھے دعاؤں کا غیر معمولی اہتمام فرمایا، اور اپنے متوسلین اور ملنے والوں کو بھی متوجہ کیا، پھر بعد میں اپنے معتمد علیہ حکیم کلیم اللہ صاحب فرزند گرامی محترمی حکیم افہام اللہ صاحب مرحوم کو خیریت لینے کے لیے بھیجا انھوں نے بڑی توجہ سے دیکھا اور نسخہ تجویز کیا، ان کے علاوہ دار العلوم دیو بند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب برابر فون سے دریافت حال کرتے رہے، اور دار العلوم میں دعاؤں وغیرہ کا خصوصیت سے اہتمام کرایا، دار العلوم کے متعدد اساتذہ مزاج پرسی کے لیے آئے جن مولانا سید ارشد مدنی صاحب (صاحبزادۂ گرامی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ) اور مولانا عبد الحق صاحب اعظمی استاد حدیث دار العلوم قابل ذکر ہیں۔

دیگر آنے والوں میں بمبئی سے بابو بھائی مہتہ، بنگلور سے مفتی اشرف علی صاحب مہتمم جامعہ سبیل الرشاد اور ان کے رفیق بھی مولوی مصطفیٰ رفاعی ندوی میر مقصود علی خاں صاحب مدیر روزنامہ "سالار"، جناب ضیاء اللہ شریف صاحب، سید بیری صاحب، سابق وزیر ریلوے جعفر شریف صاحب اور دوسرے محبین آئے، بھٹکل سے پوری پوری جماعت آئی جن میں ڈاکٹر علی ملپا صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں معروف سیاسی قائد جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب اکبر الاجماعت اسلامی ہند کے امیر مولانا سراج الحسن صاحب و نائب امیر مولانا شفیع مونس صاحب اور جناب یونس سلیم صاحب سابق گورنر بہار نے بھی آنے کی زحمت اٹھائی، منگلور سے ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب برابر علاج و صحت کی رفتار فون سے معلوم کرتے رہے اور سفر کرکے

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھنے بھی آئے، انھیں مخلص اہل تعلق ڈاکٹر صاحبان میں ماہر امراض قلب ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب (دہلی) اور معروف سرجن ڈاکٹر احمد عبد الحی (پٹنہ) اور ڈاکٹر نعیم حامد صاحب (کانپور) بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جنھوں نے اپنے مصروف ترین اوقات میں سے اپنا قیمتی وقت نکالا اور دیکھ کر اطمینان ظاہر کیا، اللہ تعالیٰ ان سبھوں کو جزائے خیر دے۔

سعودی سفیر کی آمد

زمانۂ حال کے سعودی عرب کے سفیر متعین دہلی صاحب السعادۃ عبد الرحمٰن ابن ناصر العوہلی نے کئی ہفتے پہلے سے لکھنؤ آنے اور خاکسار کی عیادت کا ارادہ ظاہر کیا تھا، اور عزیز گرامی ڈاکٹر مولوی عبد اللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا، ایک مرتبہ انھوں نے اپنی آمد کی تاریخ بھی معین کر دی، لیکن اس تاریخ کو راقم کا اپنے وطن رائے بریلی جانے کا (جہاں وہ اپنی علالت کی وجہ سے بہت دنوں سے جا نہیں سکا تھا) پروگرام بن گیا تھا، اس لیے ان سے معذرت کی گئی کہ اس دن لکھنؤ میں قیام نہیں رہے گا انھوں نے سفر ملتوی کر دیا اور راقم کے قیام لکھنؤ کے درمیان کسی دن آنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

بالآخر ۸ ارمئی ۱۹۹۹ء کو انھوں نے اپنی آمد کی اطلاع کی اور ظہر کے وقت وہ ہوائی جہاز سے لکھنؤ پہنچے، ان کے ساتھ سعودی عرب کے سفارت خانہ میں دینی امور کے انچارج ولید ابن عبد الکریم الخمیس بھی تھے، دار العلوم کے

www.abulhasanalinadwi.org

ذمہ داروں اور اس کے مہتمم و معتمد اور ان کے رفقاء کی ایک جماعت نے ہوائی اڈہ پر ان کا استقبال کیا، سفیر صاحب دار العلوم کے مہمان خانہ میں جہاں یہ راقم مقیم اور مصروف بہ استراحت و علاج تھا، اپنے رفیق شیخ ولید بن عبد الکریم المخیبس کے ساتھ تشریف لائے، اور بڑی سادگی و تواضع کے ساتھ ملے، جس چارپائی پر راقم تھا اس چارپائی پر بیٹھ گئے الگ کرسی پر بیٹھنا گوارہ نہیں کیا، خطاب میں الوالد کے لفظ سے خطاب کرتے تھے، اور بہت خلوص و توجہ کے ساتھ گفتگو کرتے رہے،

شام کو چار بجے دار العلوم کے عباسیہ ہال میں ان کے استقبال میں جلسہ ہوا جس میں مہتمم دار العلوم مولوی محمد رابع ندوی نے ادارہ کی تعلیمی و ثقافتی کارکردگی پر روشنی ڈالی، اور النادی العربی کے سکریٹری نے مقالہ پڑھا، ڈاکٹر مولوی عبد اللہ عباس ندوی نے خیر مقدمی کلمات کہے، سعودی سفارت خانہ میں دینی امور کے انچارج شیخ ولید ابن عبد الکریم نے طلبہ کو خطاب کیا، اور ندوۃ العلماء اور راقم سے متعلق اپنے تعلق و اعتراف اور قدر دانی کا اظہار کیا، اور کچھ مخلصانہ دعوتی و اصلاحی مشورے دیئے۔

سفیر مملکت شیخ عبد الرحمٰن ابن ناصر العویلی نے جو ایک اپنا خود لکھا ہوا مقالہ اپنے ساتھ لائے تھے پڑھ کر سنایا، اور ایک جذباتی مخلصانہ و عقیدت مندانہ تقریر کی جس میں اپنی آمد پر مسرت و عزت کا اظہار کیا،

عربی تقاریر کا پروفیسر محمد یونس نگرامی نے مؤثر انداز میں اردو میں ترجمہ کیا، اور جلسہ اختتام کو پہنچا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سعودی وفد شام کو دہلی روانہ ہو گیا، اور ایک مؤقر وفد نے ان کو الوداع کہا۔

اسلامی اور عرب ملکوں کے سفارت خانوں کی تاریخ میں یہ ایک مخلصانہ متواضعانہ اور دین وعلم کی قدر افزائی اور اعتراف کا ایک اقدام اور نئی روایت تھی، جو سعودی سفارت خانہ نے قائم کی، واللہ لایضیع أجر المحسنین۔

ایک ندوی فاضل کی وفات

اپنے اس ضعف وعلالت کے زمانہ میں سب سے پہلے ہم کو جس حادثۂ وفات کی خبر ملی وہ ایک ندوی فاضل محب عزیز مولوی عبدالغفار ندوی کے انتقال کی ہے، مرحوم شاہ گنج ضلع جونپور کے رہنے والے تھے اور ممتاز ندوی فاضل تھے، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد رفیق محترم مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی کے قائم کردہ ادارۂ تعلیمات اسلام کے علمی کارکن بنے اور ادارہ کو ترقی دی، اور اس کے ذریعہ قرآن مجید کی زبان کی تعلیم کا پروگرام چلایا، پھر جماعت اسلامی سے تعلق قائم کیا، اور اس کے علاقائی ذمہ دار بنے، اور زندگی بھر اس کے تحت دینی وعلمی خدمت انجام دیتے رہے، قیام لکھنؤ ہی میں رہا، اور انھوں نے اپنا امتیازی مقام بنائے رکھا، راقم سطور سے انھوں نے پڑھا تھا اور اس رشتہ کو وہ برابر نبھاتے رہے، عمر کے آخری سالوں میں فالج کی شکایت میں مبتلا رہ کر ۲۳ر مارچ ۱۹۹۹ء کو داعی اجل کو لبیک

www.abulhasanalinadwi.org

کہا، اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور عفو ودرگزر سے کام لے۔

ایک مخلص عالم دین کی رحلت

خاکسار کے زمانۂ علالت میں دو مخلص اور عظیم القدر علمائے دین کی وفات ہوئی۔

ایک مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری کی جو مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور کے بانی وناظر اور معروف عالم دین ومربّی بزرگ تھے، مولانا کا فیض صرف ان کے مدرسہ ہی کے ذریعہ نہیں بلکہ دور نزدیک پھیل رہا تھا، وہ سلف کے طریقہ پر صلاح وتقویٰ وعظ ونصیحت اور اصلاح باطن کا کام انجام دے رہے تھے، خاص طور پر مشرقی یوپی اور بمبئی میں ان کی صحبت اور وعظ وتقریر سے بڑا اثر پڑا، اور بہت سے لوگوں نے ان سے ارادت اور خصوصی استفادہ کا تعلق قائم کیا، مولانا کا تعلّق پہلے مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری سے تھا، پھر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے تعلق قائم رہا، حضرت شیخ نے بھی اپنی خلافت سے نوازا،

نماز جنازہ اور تدفین میں اتنا اژدحام اور عقیدت مندوں اور حاضرین کی کثرت تھی کہ بہت دنوں سے دیکھنے میں نہیں آئی تھی اور مولانا کی خدمت علم ودین اور مقبولیت وجلالت شان کا ایک مظہر تھا۔

مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن باز کی رحلت: اسی عرصہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

ایک بڑے سانحۂ وفات کی اطلاع ملی جس کی حیثیت شہری ملکی نہیں عالمی ہے، وہ یہ کہ ۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ (۱۳ مئی ۱۹۹۹ء) کو مملکت سعودیہ کے مفتی اعظم جلیل القدر عالم دین، خادم ملّت اور رابطۂ عالم اسلامی کے صدر علامہ عبد العزیز بن باز نے وفات پائی۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ مملکت سعودیہ اور اس انتساب اور مرکز قیام کی وجہ سے عالم اسلامی کے مشہور ترین اور معزز ترین عالم دین، مفتی اور قاضی اور عالمگیر مرکز و ادارہ خدمت و قیادت دین رابطۃ العالم الاسلامی کے صدر تھے، مملکت سعودیہ عربیہ کے وہ سب سے زیادہ قابل اعتماد لائق احترام اور صاحب اعتبار شخصیت تھے، اور وہ بہت ابتدا سے رابطۂ عالم اسلامی کے صدر چلے آرہے تھے، مدینہ طیبہ میں جب جامعہ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا وہ اس کے شیخ و مدیر (چانسلر) تھے، راقم کو ان دونوں اداروں میں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا، انھوں نے کئی موقعوں پر علماء اور اساتذہ کے سامنے اس کو خطاب کرنے کی دعوت دی اور عزّت بخشی، پوری مملکت سعودیہ میں (ان کے علم و صلاح و خلوص کی وجہ سے کسی علمی یا دینی شخصیت کو اتنا اعتبار، اعزاز حاصل نہیں ہوا تھا جتنا ان کو تھا، وہ مملکت کے مفتی اعظم، شیخ الاسلام اور قاضی القضاۃ تھے، کسی کے جنازہ میں اور اس کی متابعت و تدفین میں عرصہ سے اتنا ازدحام نہیں ہوا تھا، جتنا ان کے جنازہ اور تدفین میں ہوا تھا، نماز جنازہ میں لاکھوں کے مجمع کا اندازہ ہے، حرم شریف میں ان کی نماز جنازہ ہوئی اور وہ مکّہ کے میدان "العدل" میں سپرد خاک

کیئے گئے، نمازیں خادم الحرمین شاہ فہد اور متعدد سعودی شہزادگان اور وزراء شریک ہوئے، اور بہت سے ملکوں میں (جن میں لکھنؤ بھی شامل ہے) دعائے مغفرت کی گئی۔ دارالعلوم کی مسجد میں تعزیتی جلسہ ہوا، اور دعا کا اہتمام کیا گیا۔

راقم کے ان سے دوستانہ، مخلصانہ مراسم تھے، مدینہ منورہ کی مجلس استشاری، اور رابطۂ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے جلسوں میں جب راقم کی تقریر ہوتی، تو شیخ اس کو غور سے سنتے، اور دورانِ تقریر میں استحسان اور تائید کا اظہار اللہ اکبر کی تکرار سے کرتے، اور بہت تواضع اور دل بستگی سے ملتے، وہ آنکھوں سے معذور تھے، لیکن انھوں نے اتنے وسیع اور متنوع کام کیئے جو ایک صاحب بصارت و بصیرت موفّق من اللہ بندہ ہی کرسکتا ہے، راقم کے پاس سرکاری طور پر بھی ان کی وفات کی اطلاع آئی، اس نے بھی ضروری جگہوں پر تعزیتی و تعریفی پیغام بھیجے۔ غفر اللہ لہٗ ورفع درجاتہٗ۔

ادیب کبیر شیخ علی طنطاوی کی وفات

ادیب کبیر اور صاحب طرز عربی کے انشاء پرداز علامہ علی طنطاوی کا ذکر "کاروانِ زندگی" کی مختلف جلدوں میں آچکا ہے، ۴ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ ۱۹ جون ۱۹۹۹ء کو محب محترم عثمان صاحب حیدرآبادی کے ٹیلی فون سے وفات کی اطلاع اچانک پہنچی، اور دل و دماغ پر بجلی کی طرح گری، وہ عرصۂ دراز سے حجاز مقدس میں مقیم اور معذور اور صاحب فراش تھے، گذشتہ ایک سفر میں ان سے آخری ملاقات ہوئی تھی، وہ بستر سے اٹھ نہیں سکتے تھے لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی بشاشت و مسرّت کے ساتھ ملے، استاد علی طنطاوی عالم عربی کے ایک ممتاز ترین اہل قلم اور صاحب طرز ادیب تھے، ادبیت، حُسنِ تحریر، قدرت بیانی اور اسلامیت کے لحاظ سے ان کا اور سید قطب شہیدؒ کا کوئی نظیر نہیں تھا، ان دونوں کے اندر اسلام کی حقانیت وادبیت، زمانۂ حاضر کی دین بیزاری احساس کمتری اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت اور اس کی برتری و فوقیت کے خلاف ذہن اور نفسیات پائی جاتی تھیں، اور ان کا ان کی تحریروں میں اظہار ہوتا تھا، راقم کی دو کتابوں "الطریق إلی المدینۃ" اور "کاروانِ زندگی" کے عربی ترجمہ "فی مسیرۃ الحیاۃ" پر ان کا ادیبانہ اور فاضلانہ مقدمہ ہے، جو ادیبانہ بھی ہے اور محبانہ بھی، "الطریق إلی المدینۃ" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"قریب تھا کہ میں اپنی ذات پر سے اعتماد اٹھا لیتا لیکن برادرم ابوالحسن! میں نے جب آپ کی کتاب "الطریق إلی المدینۃ" پڑھی تو مجھے احساس ہوا کہ میرا شوق واپس آرہا ہے، اور معلوم ہوا کہ میرا دل جوہر محبّت سے خالی نہیں ہے، اسی طرح میرا ادب عربی پر سے اعتماد اٹھتا جا رہا تھا، اس لیے کہ ادبائے عرب کے یہاں وہ بلند جذبات نہیں دیکھے جن کا شریف رضی اور بُرعی شعرائے نعت کے یہاں نمونہ دیکھا تھا، لیکن جب میں نے آپ کی کتاب "الطریق إلی المدینۃ" پڑھی تو میں نے اس کو پایا اور دیکھا کہ نثر میں شاعری کا مزا ہے۔"

"فی مسیرۃ الحیاۃ"، جلد اوّل پر چودہ صفحے کا طویل مقدمہ ہے، اس میں

بڑی عالی ظرفی، فراخ دلی کے ساتھ خاندان، رجحانات، تصنیفات اور طرزِ حیات اور طرز تحریر پر تبصرہ کیا ہے، راقم کی کتاب "مختارات" پر بھی انھوں نے تبصرہ کیا اور بڑی فراخ دلی کے ساتھ اس کی داد دی، دمشق میں ثانویہ شرعیہ کے لیے عربی ادب کے منتخبات تیار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس میں علامہ طنطاوی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، سب نے بالاتفاق راقم کی کتاب مختارات کا انتخاب کیا، خود شیخ طنطاوی اپنی خود نوشت سوانح "ذکریات" میں اس کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

> "مدارس کے لیے جن کتابوں سے میں واقف ہوں ان میں سب سے بہتر کتاب صدیق ادیب داعی مخلص شیخ ابوالحسن ندوی کی "مختارات" ہے، اس کی ضرورت ہے کہ مصنفین اس کے اسلوب کو اختیار کریں۔"

ان کے تعلق اور یگانگت اور مناسبت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حجاز میں ریڈیو کے ایک مکالمہ میں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں رہنا پسند کریں گے؟ انھوں نے کہا مکہ معظمہ میں جہاں اس وقت ہوں، یہاں کسی وجہ سے رہنا ممکن نہ ہوا تو اپنے قدیم مسکن دمشق میں، اور اگر وہاں بھی قیام ممکن نہ ہوا تو پھر لکھنؤ میں رہنا پسند کروں گا، ریڈیو کے سائل نے پوچھا کہ لکھنؤ کیا ہے؟ کہا کہ شیخ ابوالحسن ندوی کا وطن و مسکن، پھر اس کے بارے میں چند مدحیہ اور شوقیہ کلمات کہے، اس سے اندازہ ہوگا کہ ان کو راقم سے اور اس کے مرکز و دیار سے کتنا تعلق تھا، ان کی ایک کتاب میں جو خود نوشت سوانح عمری (ذکریات) ہے، تیس ۳۰ صفحے میں

www.abulhasanalinadwi.org

عاجز کا اور اس کی فکر و تصنیفات و دعوت اور ان مرکزوں کا ذکر ہے جس سے راقم کا تعلق ہے معاصر اہل قلم ادباء کے یہاں اس کی مثال ملنی مشکل ہے، ۱۹۵۴ء کے کسی مہینہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء ان کی آمد بھی ہوئی تھی اور انھوں نے اساتذہ و طلبہ کو خطاب بھی فرمایا تھا دار العلوم کے پچاسی ۸۵ سالہ جشن تعلیمی کے موقع پر بھی ان کو دعوت دی گئی لیکن بعض موانع کی بنا پر وہ تشریف نہیں لا سکے،

راقم کی نظر میں سید قطب شہیدؒ اور شیخ علی طنطاوی عہد اخیر کے ممتاز ترین بلکہ منفرد اسلامی الفکر و قلم اور ممتاز ترین بلکہ بے نظیر اور بے مثال ادیب تھے،

اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمائے اور درجے بلند کرے،

امید ہے کہ حرم شریف میں ۴ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ ۱۹ جون ۱۹۹۹ء کو بعد نماز عصر جماعت کثیر کے ساتھ نماز جنازہ ہوئی ہوگی، وفات کے وقت ان کی عمر نوے ۹۰ سال تھی [۱]

---

[۱] ٹیلیفون سے معلوم ہوا کہ ان کی تدفین مکہ معظمہ کے "العدل" قبرستان میں ہوئی، جہاں علامہ شیخ عبد العزیز بن باز مفتی اعظم سعودی عرب اور صدر رابطہ عالم اسلامی حال ہی میں چند روز پہلے مدفون ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کو عالم میں اور اپنے ماحول میں ایک شان امتیازی کی ضرورت ہے

تبلیغی اجتماع میں راقم کی اہم تقریر

۲۷/۲۸/۲۹/ صفر ۱۴۲۰ھ ۱۲/۱۳/۱۴/ جون ۱۹۹۹ء کو لکھنؤ میں (دار العلوم ندوۃ العلماء میں) ایک عظیم تبلیغی اجتماع ہونے والا تھا، جس میں پورے ملک سے جماعتوں، کارکنوں، مقصد سے دلچسپی رکھنے والوں کی شرکت کی امید تھی، اور دہلی کے مرکز تبلیغ کی شرکت اور وہاں کے ذمہ داروں کی آمد کا اطمینان تھا، راقم نے اپنی صحت کی کمزوری اور علالت کے اس سلسلہ کے پیش نظر جو جنوبی ہند کے دورے سے واپسی پر وسط مارچ سے شروع ہوا تھا، اور اس سے شدید ضعف پیدا ہوگیا تھا بمبئی جانے اور کچھ دن اپنے محب مکرم محمد بھائی کے دولت خانہ پر قیام وآرام کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا، اور اس کے انتظامات بھی ہوگئے تھے، لیکن اچانک یہ احساس ہوا کہ اپنے مرکز اور جائے قیام پر ایسے عام اور ہمہ گیر اجتماع کو چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے، اور یہ غلط فہمیوں کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لکھنؤ کے کام کے ذمہ داران کو بھی اس کا شدت سے احساس اور قلق تھا، راقم نے اس کے پیش نظر بمبئی کا سفر ملتوی کردیا، اور قیام کا فیصلہ کیا، جو خیر و برکت کا باعث ہوا، اجتماع میں بہت بڑی تعداد میں کام کرنے والوں اور دعوت سے دلچسپی رکھنے والوں کی آمد ہوئی، اندازہ ہے کہ ایک لاکھ کے قریب مجمع ہوا، دار العلوم ندوۃ العلماء میں ایک

www.abulhasanalinadwi.org

وسیع پنڈال بنایا گیا تھا، جو حاضرین سے بھرا رہتا تھا، اور گرد و پیش میں بھی لوگ مقیم تھے، اور کھانے کے انتظام کے لیے کثیر التعداد ہوٹل قائم تھے، اور ایک درجن مکتبے بھی لگائے گئے تھے جو دینی دعوتی فکری لٹریچر کی بڑی تعداد میں اشاعت کا ذریعہ بنے۔

جلسہ ۱۲ر جون سے شروع ہوا، مرکز نظام الدین سے مولانا زبیر الحسن صاحب (خلف مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم امیر جماعت تبلیغ) اور مولانا محمد سعد صاحب (پسر مولوی محمد ہارون مرحوم فرزند مولانا محمد یوسف صاحبؒ خلف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی جماعت تبلیغ اور مصلح عظیم) بھی شرکت کے لیے آئے اور اجتماع کی سرپرستی و رہنمائی کی۔

راقم کی صحت اتنی کمزور اور وہ اتنا معذور ہو رہا تھا کہ وہ کم سے کم نقل و حرکت اور اجتماع میں جسمانی شرکت سے معذور تھا، گفتگو کرنے اور اظہار خیال سے بھی اس کو دقت ہوتی تھی، خیال تھا کہ کسی وقت چند منٹ کے لیے اجتماع میں حاضر ہو جائے گا لیکن ۱۳ر جون کو اپنے بعض عزیزوں اور معالجین کے ایماء پر چند منٹ کے لیے بعد مغرب اجتماع گاہ چلا گیا، اور وہاں کچھ اظہار خیال کی جرأت کی، اور ایک ایسے پہلو کی طرف اس مجمع عظیم کو توجہ دلائی جو ماحول، ملک اور زمانہ پر اثر انداز ہو سکتا ہے، اور خیر امت اور داعی عالم ہونے کی حیثیت سے اور داعی انسانیت کی حیثیت سے مسلمانوں کا (وہ جہاں بھی رہیں) فرض ہے اور صورت حال، فساد عظیم اور غفلت عام کو دور کرنے کے لیے مؤثر اور ضروری ہے، وہ قرآن مجید کی

www.abulhasanalinadwi.org

تعبیر واصطلاح میں "فرقان" اور اردو میں اس کو "شانِ امتیازی" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، وہ اعتقادی طور پر بھی ہے، اخلاقی ومعاشرتی طور پر بھی، اور ایمانی اور دعوتی سطح پر بھی ہے، اس کو قرآن مجید کی اس آیت میں واضح کیا گیا ہے۔

"يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِن تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ" [1]

تقریر میں عرض کیا گیا کہ آپ کے سامنے جو آیت پڑھی گئی ہے بہت کم لوگوں نے اس پر غور کیا ہوگا، یہ سنسنی خیز، چونکا دینے والی، بالکل ہلا دینے والی بلکہ انقلاب لے آنے والی آیت ہے، بعض وقت جو چیز بہت پڑھی جاتی ہے اس پر کم غور کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے، قادر مطلق، قدیر برحق اور الٰہ برحق ہے، وہ کہتا ہے، "اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے اور تقویٰ" اختیار کرو گے [2] تو اللہ تمہارے اندر ایک "شانِ امتیازی" پیدا کر دے گا، نگاہیں اور انگلیاں تمہاری طرف اٹھیں گی، لوگ کہیں گے کہ دیکھو وہ مسلمان جا رہا ہے، دیکھو وہ اللہ کا بندہ جا رہا ہے، میں مجبور ہوں کہ "فرقان" کا ترجمہ "شانِ امتیازی" سے کر رہا ہوں، فرقان کا لفظ اتنا بلیغ اور وسیع ہے کہ اس کا

---

[1] سورہ انفال آیت ۲۹۔ [2] "تقویٰ" کا لفظ قرآن مجید کی زبان میں اور اس کی اصطلاح میں بہت وسیع اور انقلاب انگیز ہے، وہ عقائد سے لے کر اعمال واخلاق، سیرت وطرز زندگی پر حاوی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پورا مفہوم دوسری زبان میں ادا کرنا مشکل ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان اور وعدہ ہے کہ جب یہ "فرقان" مسلمان میں پایا جائے گا، تو اس کی طرف انگلیاں اٹھیں گی، اور نگاہیں بلند ہوں گی، لوگ اشارے کریں گے، لوگوں کی بعض اوقات نیند اڑ جائے گی اور غفلت دور ہو جائے گی، کہ مسلمان ایسے پاکباز ہوتے ہیں، کسی غیر محرم پر نظر نہیں اٹھاتے راستہ میں کوئی چیز پڑی ہوتی ہے، جس سے ٹھوکر لگ سکتی ہے، تو اس کو یہ ہٹا دیتا ہے، وہ وقار اور خیر خواہی و ہمدردی کے ساتھ چلنے والا اور کام کرنے والا ہوتا ہے، یہی حالت مسلمانوں کی تھی ایک گھرانہ مسلمانوں کا، ایک قبیلہ مسلمانوں کا، ایک زبان بولنے والے مسلمان جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، کہیں پہنچ جاتے تھے، تاریخ شہادت دیتی ہے، کہ پورا ماحول اسلام سے متاثر ہوا، جیسا کہ ہوا چلتی ہے، اور اسلام کی عام اور وسیع پیمانہ پر اشاعت ہوئی، اس وقت دنیا کی جو حالت ہے، شرک و بت پرستی نفس پرستی، دولت پرستی اور ظلم و سفّاکی کی جو ہوا چل رہی ہے، اسے منفرد اور ممتاز جاذب نظر، انقلاب آفریں، عقائد و اخلاق، عمل اور طرز زندگی کی ضرورت ہے، دنیا میں اثر قبول کرنے کا مادہ ہے، اور یہی دنیا کے باقی رہنے کا راز بھی ہے، اس وقت تک دنیا جو باقی رکھی گئی اللہ تبارک و تعالیٰ جو خالق کائنات ہے، اور عالم الغیب والشہادۃ ہے، وہ اس کو باقی رکھے ہوئے ہے، حیرت اور بڑی ندامت اور تاسف کی بات ہے، کہ مسلمان کسی ملک میں اتنی بڑی تعداد میں موجود ہوں اور اس ملک کے باشندوں پر اثر نہ پڑے اور زندگی ایک ہی رخ پر چلتی رہے؟ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے "اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ" پر

www.abulhasanalinadwi.org

پورا عمل نہیں کیا، اگر ہم اللہ سے ڈریں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں صرف عقائد نہیں، عقائد، ایمانیات، جذبات و احساسات اور تعلقات و معاملات و معاشرت میں بھی ایک فرق ہو جائے پھر نتیجہ ہوگا کہ ایک شان امتیازی پیدا ہو جائے گی، اور مسلمانوں کی طرف انگلیاں نہیں بلکہ قدم اٹھیں گے، لوگوں کی زندگی کا رخ بدل جائے گا کہ ان کے قائدین اور رہناؤں کو ان کا سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، اور یہ دولت پرستی، شہوت پرستی، جاہ پرستی، نفس پرستی، منصب پرستی، سیاست پرستی جس کی اس وقت وبا پھیلی ہوئی ہے وہ کم ہو جائے گی، اور غلط قائدین کو اپنے اغراض کو، اپنے فوائد کو، اپنے مفادات کو تھامنا مشکل ہو جائے گا، میرے بھائیو! یہ اس لیے نہیں ہو رہا ہے کہ ہماری زندگی پوری طرح اسلام کے سانچہ میں نہیں ڈھلی، ضرورت ہے کہ ہمارے عقائد بھی صحیح ہوں، ہمارے معاملات بھی، ہمارے اخلاق بھی، ہمارے مقاصد زندگی اور اس کے نشانے وہ بھی صحیح ہوں، دولت کی محبت دوسروں کے مقابلہ میں بہت کم ہو، اندر کی خواہشات اندرونی کمزوریوں میں کھلا ہوا فرق ہو، آپ اگر تاریخ پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ بعض ملکوں میں جن میں مسلمان تھوڑی تعداد میں بھی پہنچے ہیں، ان میں انقلاب آگیا، ترکی، اسپین (اندلس) اور افریقہ کے کتنے ملکوں میں قوت و وسعت کے ساتھ اسلام پھیلا، اور ان ملکوں کا صدیوں تک طرز زندگی بدلا رہا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا

www.abulhasanalinadwi.org

خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (سورہ البقرہ ۲۰۸)

اے اسلام لانے والے جو ایمان لائے ہو داخل ہو جاؤ اسلام میں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دینے میں پورے کے پورے شامل ہو، اور پیروی نہ کرو شیطان کی وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے

اس آیت میں "کافۃً" کا تعلّق صرف داخل ہونے والوں سے نہیں بلکہ جس میں داخل ہو رہے ہیں اس سے بھی ہے، یعنی اعتقادی طور پر بھی عملی طور پر بھی، اخلاقی طور پر بھی، اجتماعی طور پر بھی، قانونی طور پر، اور شعوری وجذباتی طور پر بھی اسلام میں داخل ہو جاؤ، یعنی اسلام میں داخلہ عددی حیثیت سے بھی، اور عملی واعتقادی حیثیت سے بھی ہو، جزوی طور پر اسّی فیصدی، ستّر فیصدی، پچاس فیصدی نہ ہو، سَو فیصدی ہو، توارث، ترکہ کی تقسیم بھی اسلامی تعلیم کے مطابق ہو، حقوق وواجبات بھی صحیح طور پر ادا ہوں، اخلاق ومعاشرت سیرت وزندگی سب دین کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہو۔

بھائیو! یہاں سے عہد کر کے جائیے، کہ ہم پورے اسلام پر عمل کریں گے، اور ہم ایسی زندگی اختیار کریں گے کہ پورا ماحول، قرب وجوار، آس پاس کے لوگ سب متأثر ہوں، لوگ کہیں کہ مسلمان ایک الگ شان کے لوگ ہیں، جہاں لغزش کھا کر لوگ گر جاتے ہیں، جہاں لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں، وہاں یہ مسلمان ثابت قدم رہتا ہے، جہاں انسان ضمیر فروشی کرتا ہے، وہاں مسلمان کو کوئی خرید نہیں سکتا، نہ حکومتیں اور نہ سیاسی ادارے نہ سرمایہ دار نہ کوئی حُسن وجمال، نہ کوئی عزّت وکمال، اگر آج ہمارا اکبر کرٹیبی ہوتا تو پورا ملک اسلام کا

www.abulhasanalinadwi.org

قدرداں اور اسلام سے فائدہ اٹھانے والا ہو جاتا، اور جہاں کہیں ایسا ہوا ایسے ہی انقلاب آیا ہے، آپ ہندوستان میں دیکھیے، خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر آئے، اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے[1] سید علی ہمدانیؒ کشمیر گئے، اور کشمیر کی اکثریت نے اسلام قبول کیا، اور ایسی اور بھی مثالیں ہیں جن سب کا ذکر کرنا مشکل ہے، آپ یہاں سے جائیے تبلیغی اصولوں پر عمل کیجیے، لیکن یہ نہ بھولیے کہ آپ کی زندگی میں ایک امتیازی شان ہونی چاہیے، جس کے لیے قرآن مجید کا لفظ "فرقان" سے زیادہ موزوں کوئی لفظ نہیں ہو سکتا۔

ہندوستان بہرحال ہمارا وطن ہے، ہم کو اللہ نے یہاں پیدا کیا، اور ہمارے لیے اس سرزمین کا انتخاب کیا، آدمی کو اپنے گھر سے محبّت ہوتی ہے یہ ہمارا گھر ہے، اس میں ہمیں ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے، کہ لوگوں کی اصلاح ہو، اور بلکہ زندگی میں انقلاب آئے بلکہ تمام دنیا میں جو اندھیر ہو رہا ہے اس میں کمی ہو، ظلم بند ہو، خدا کا خوف عام ہو، انسانیت کا احترام پیدا ہو، اس طرح انشاء اللہ یہ اجتماع مبارک بھی ہوگا، اور انقلاب انگیز بھی، آج دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بانیوں کی روح خوش ہو رہی ہوگی کہ یہاں اتنا بڑا اجتماع ہو رہا ہے، لیکن اس کی بھی ضرورت ہے کہ آپ کی زندگیوں میں خود انقلاب آئے اور وہ انقلاب لازمی اور انفرادی نہ ہو، بلکہ متعدّی اور اجتماعی بھی ہو، عقائد کے اعتبار سے بھی، اخلاق کے اعتبار سے بھی، معاملات کے اعتبار

---

[1] بعض مؤرخوں نے ایک کروڑ تک کی تعداد لکھی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سے بھی، آپ کی زندگی دوسروں کے لیے مشعل راہ بنے اور دعوت اسلام کا کام دے، اور آپ میں ایک مقناطیسی طاقت پیدا ہو، جو افراد کو بھی کھینچے، معاشرہ کو بھی، ملک کو بھی اور زمانہ کو بھی، وما ذٰلك على الله بعزيز۔"

اس تقریر کا سامعین پر بہت اثر ہوا، اور سامعین اور خود متکلم کو بھی تعجب تھا، کہ جب محدود مجلس میں بھی بولنا مشکل تھا، اس طرح پچیس تیس منٹ کی رواں اور پُرزور تقریر کیسے کی گئی "ھُوَ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ"، لوگوں نے مبارکباد دی، اور مسرت وحیرت دونوں کا اظہار کیا والفضل للہ وحدہٗ

۱۴ر جون کو اجتماع کامیابی اور تائید الٰہی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، اور دہلی مرکز کے ذمہ دار حضرات بھی اور باہر سے آنے والے لوگ بھی مطمئن اور مسرور اور متأثر اپنے مقامات کو واپس ہوئے۔

راقم کی تقریر کی ایک شرارت آمیز رپورٹ اور ایک حریفانہ وجارحانہ صحافی مہم واشتعال انگیزی

تبلیغی اجتماع میں جماعت کے ذمہ داروں کی خواہش پر راقم نے بھی ایک مختصر تقریر کی جو پچھلے صفحات میں آچکی ہے، یہ تقریر ۲۰ منٹ کی ہوئی اور راقم اس بیماری کے بعد جس نے راقم کے ہاتھ پاؤں اور زبان پر اثر ڈالا تھا اور الحمد للہ علاج سے بتدریج خاصی حد تک افاقہ ہوگیا تھا، اتنی دیر تک راقم کی یہ پہلی تقریر ہوئی، اس کا ماحصل یہ تھا کہ مسلمانوں میں دینی، اخلاقی، معاشرتی، تہذیبی ہر حیثیت سے ایک شانِ امتیازی

www.abulhasanalinadwi.org

ہونی چاہیئے (جس کو قرآن مجید نے "الفرقان" کے لفظ سے ادا کیا ہے) جس سے مسلمان پہچانا جائے، اور جس سے ملک اور ماحول میں اصلاح وانقلاب پیدا ہو۔

اس جلسہ کے دو ہفتے کے بعد دہلی کے ایک ہندی روزنامہ "جن ستّا" کے نامہ نگار نے راقم کی اس تقریر سے ہندوستان مخالف مفہوم نکالا، اور نہایت ناقدرانہ انداز میں خبر بنائی اور "نشانِ امتیازی" سے ملک مخالف تصوّر قائم کیا، اور لکھا کہ مولانا نے مسلمانوں کے بڑے مجمع کو علاحدگی اور ملک مخالف جذبہ کی تلقین کی اور اس کا پرچار کرنے کو کہا اور لوگوں میں ایک پمفلٹ بھی تقسیم کر دیا، جس میں اسی بات کی تلقین تھی اور کہا کہ اس کو اپنے ساتھ دیہات لے جایئے اور لوگوں کو دیجئے حالانکہ نہ کوئی پمفلٹ تقسیم ہوا، اور نہ ملک مخالف کوئی بات کہی گئی، بلکہ ملک کو بنانے اور ہمدردی کی تلقین کی گئی، لیکن ہندو فرقہ پرستی اور مسلم دشمنی کے جذبہ سے یہ بات گڑھ لی گئی اور پمفلٹ بانٹنے کا الزام لگایا گیا، اور راقم پر یہ الزام عائد کر دیا گیا کہ راقم نے صرف ملک مخالف پرچار ہی نہیں کیا ہے بلکہ مزید یہ تلقین بھی کی ہے، کہ حاضرین اجتماع اس بات کو ہندوستان کے ہر طرف پہنچائیں اور لوگوں کو ملک کے مفاد کے خلاف تیار کریں، نیز یہ بھی لکھا کہ راقم سے "کرگل" میں لڑنے والوں کے لیے دعا کرنے کو کہا گیا جس سے راقم نے انکار کر دیا، یہ خبر بالکل بے بنیاد اور شرارت آمیز تھی، لیکن اخبار نے اس کو پہلے صفحہ پر اس سرخی کے ساتھ شائع کیا کہ "کرگل میں لڑنے والے فوجیوں کے لیے دعا کرنے سے علی میاں کا انکار"، اخبار کی سرخی پھر اس کے اندر کی خبر نے ملک کے اکثریتی باشندوں کو جو کرگل کی جنگ سے خاص طور پر متأثر چلے آرہے تھے اور پاکستان پر ان کو غصّہ تھا جس کی بنا پر مسلمانوں کو شک کی

نگاہ سے دیکھنے لگے تھے بہت متاثر کیا، اور جگہ جگہ سے ندوہ کے نام فیکس اور فون آنے لگے کہ کیا یہ صحیح ہے؟ [1]

دوستوں نے فوراً توجہ کی اور ایک طرف متعلقہ اخبار کو اس خبر کے غلط اور مفسدانہ ہونے کی تحریر بھیجی اور تردید کا مطالبہ کیا، دوسری طرف جہاں جہاں سے استفسار آرہا تھا ان کو وضاحت روانہ کی اور اخبارات کو بھی تردید بھیجی، الحمدللہ دو روز کے اندر ملک کے بڑے اور وسیع اخباروں نیز اُردو اخباروں میں خاص طور پر یہ تردید شائع ہو گئی، کئی انگریزی اخباروں میں خاکسار کے حق میں معترفانہ و معرّفانہ مضامین شائع ہوئے، اور اخبارات کے سنجیدہ قارئین مطمئن ہوئے، لیکن ہندوؤں کا فرقہ پرست طبقہ مطمئن نہیں ہوا، اور اس کے بیانات و تأثرات مخالفانہ مضمون کے ساتھ اخبارات میں آئے۔

لکھنؤ یونیورسٹی کا ٹربندر دیو ہاسٹل ندوہ کے پرانے دارالاقامہ کے قریب ندوہ کے احاطہ کے متصلاً باہر واقع ہے، وہاں کے طلبار نے ندوہ کو اور راقم کو مذمّت کا نشانہ بنایا اور گالیاں دیں اور پتھر پھینکے، وہ ایسا پہلے بھی کرتے رہے تھے جس کی وجہ سے ہمارے طلبہ متاثر ہوتے تھے اور ان کو غصّہ آتا تھا، لیکن ایسے تمام موقعوں پر طلبار کو روکا اور سمجھایا جاتا ہے، تاکہ بات نہ بڑھے، اس موقع پر بھی روکا گیا، لیکن اس بار بہت سخت پتھراؤ اور گالی گلوج ہوا، جو دن کے

---

[1] نہ کسی نے اس دینی و تبلیغی جلسہ کے موقع پر کرگل میں ہندوستان کی فتح کے لیے دعا کا سوال کیا، نہ اس کا کوئی موقع اور وقت تھا، یہ بالکل بے بنیاد اور من گھڑت خبر اور اشاعت تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک بجے سے شروع ہو کر ڈھائی تین بجے تک جاری رہا، جس کی وجہ سے پولیس بلانی پڑی، ہمارے طلباء نے سکون اور صبر کا، رویہ رکھا، جس کو پولیس نے دیکھا یونیورسٹی طلباء کو جرم میں رنگے ہاتھوں دیکھ لیا، پولیس نے ہنگامہ کو قابو کیا ورنہ مسئلہ فرقہ وارانہ رنگ اختیار کر کے فساد کا پیش خیمہ بن جاتا۔

دوسرے دن اردو اخبارات میں پتھراؤ کی خبر ندوہ کی بے گناہی کے تذکرے کے ساتھ اور انگریزی اور ہندی اخبارات میں ندوہ کے طلباء کے اس میں شریک ہونے کے الزام کے ساتھ آئی۔

اور جب انگریزی کے وقیع اخبار TIMES OF INDIA کے ایک نمائندہ نے یونیورسٹی کے طلباء سے استفسار کیا، تو ان کی یونین کے صدر نے یہ بیان دیا، کہ یہ سب عربی مدرسے دہشت گردی کے اڈے ہیں، ہم ان میں آگ لگا دیں گے۔ حالانکہ دعا کرنے اور دیگر مخالفانہ الزام کی تردید اخبارات میں اور خود "جن ستا" میں آچکی تھی، لیکن فرقہ پرست ہندو عناصر نے اس پر دھیان نہیں دیا، البتہ سمجھدار اور معاملہ فہم ہندوؤں نے اس مخالفانہ خبر پر افسوس کا اظہار کیا، اور ہمدردی کے لیے ندوہ آئے، ان میں قابل ذکر لوگوں میں کانگرس (آئی) کی یوپی کونسل کے لیڈر عمّار رضوی، دیگر کانگرسی ارکان کونسل و اسمبلی کی ایک جماعت کے ساتھ اور رائے بریلی کے کانگرسی ممبر اسمبلی اکھلیش سنگھ اور متعدد ممتاز ارکان اپنی پارٹی کی طرف سے پاس کردہ بیان لے کر آئے، جس میں راقم کی ملک دوستی اور بیرونی ممالک میں ہندوستان کا نام اونچا کرنے والا، ملک کے باشندوں کو انسانی ہمدردی، اخلاق و محبت کا درس دینے والا شخص قرار دیتے ہوئے فرقہ پرستوں کی معاندانہ

www.abulhasanalinadwi.org

روش کی مذمّت کی گئی تھی، اس کے ساتھ سب ارکان نے راقم سے ہمدردی کی باتیں کیں، اسی طرح یو۔پی کونسل میں سماج وادی پارٹی کے لیڈر مسٹر احمد حسن بھی آئے اور ہمدردی کی، اور اگلے روز مخالفانہ مہم چلانے والوں کی مذمّت کا بیان اخبارات میں شائع کیا۔

اس کے اگلے روز سماج وادی پارٹی کے قومی صدر، سابق وزیر دفاع اور سابق وزیر اعلیٰ یو۔پی ملائم سنگھ یادو بھی آئے اور بہت تعلّق اور قدر کی گفتگو کی، اور مخالفین کی مخالفت کو ناکام بنانے کا عزم ظاہر کیا۔

یو۔پی حکومت میں شریک پارٹی کے ارکان نے اسمبلی کے سامنے ہندو فرقہ پرستوں کے معاندانہ حرکت کے خلاف دھرنا بھی دیا، اسی طرح ملک کی مختلف اہم شخصیتوں کی طرف سے بھی ہمدردی کے پیغام آئے، اور متعدد نے خود آ آکر اپنی ہمدردی ظاہر کی، جمعیۃ العلماء ہند کے صدر مولانا اسعد مدنی صاحب کی طرف سے ایک اچھا بیان بھی اخبارات میں شائع ہوا جس میں ہندو فرقہ پرستوں کی اس مذموم حرکت کی مذمّت کی گئی، جن سنّا کے اخبار میں جس روز یہ معاندانہ اور غلط خبر شائع ہوئی تھی، اس کے دوسرے روز انسٹی ٹیوٹ آف انٹگرل ٹکنالوجی INSTITUTE OF INTEGRAL TECHNOLOGY مسلم انجینرنگ کالج کے جلسہ میں وزیر اعظم ہند اٹل بہاری باجپئی کو شریک ہونا تھا، اتفاق سے اس جلسہ کی نظامت عزیزی ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی کو ملی، انھوں نے اپنی نظامتی تقریر میں جن سنّا کی اس معاندانہ خبر کے شائع کرنے کا تذکرہ کیا، اور وزیر اعظم کو توجہ دلائی کہ ایسی شخصیت جس کی ملک دوستی سب کو معلوم ہے، اس کے متعلق فرقہ پرستانہ اور معاندانہ انداز میں اس طرح کی خبر شائع ہونا، ذمہ داران حکومت کی توجہ کی طالب ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اس پر صوبہ کے وزیر لال جی ٹنڈن نے جو اسٹیج پر موجود تھے، وزیر اعظم کے اشارے پر اپنی تقریر میں راقم کے متعلق الزام کی تردید بھی کی اور اس کے متعلق قدر دانی کے الفاظ استعمال کئے۔

ذمہ داروں کا یہ رویہ دیکھتے ہوئے مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء عزیزی مولوی محمد رابع ندوی نے اپنے ایک فیکس کے ذریعہ وزیر اعظم کو لکھنؤ یونیورسٹی یونین کے صدر جو بی۔جے۔پی سے تعلق رکھتے ہیں کے اس بیان کی کٹنگ بھیج کر توجہ دلائی، جس میں انھوں نے تمام مسلم دینی اداروں کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیتے ہوئے ان میں آگ لگادینے کی دھمکی دی ہے، اور اس طرح سے کھلے طریقہ سے اعتراف کر لیا ہے، کہ یونیورسٹی کے نریندر دیو ہاسٹل کے طلباء کی طرف سے سنگ باری ہوئی تھی، یہ کوئی رواروی کا معاملہ نہ تھا، بلکہ با مقصد معاندانہ عمل تھا، اسی کے ساتھ ملک کے سنجیدہ اور معاملہ فہم لوگوں نے اس مسئلہ کی سنگینی کو اس طرح محسوس کیا، جس طرح محسوس کیا جانا چاہیئے، اور اس کو روکنے کی کوشش کا ارادہ ظاہر کیا، یہ ملک کی یکجہتی، اتحاد اور دستورِ ہند میں تسلیم کردہ سیکولر طریقۂ حکومت اختیار کرنے کے سلسلہ میں ایک اچھی علامت ہے، اس کو ذمہ دارانِ حکومت کو بھی محسوس کرنا چاہیئے، امید ہے کہ وہ جب مسئلہ کو سنجیدہ انداز میں دیکھیں گے تو اس کو تسلیم کریں گے۔

علامہ مصطفیٰ زرقاء کی وفات

۳ر جولائی ۱۹۹۹ء کو فقیہ عصر علامہ مصطفےٰ زرقاء کی وفات کا حادثہ پیش آیا،

www.abulhasanalinadwi.org

وفات کے وقت ان کی عمر ستانوے ۹۷ سال کی تھی، عزیز گرامی قدر مولوی علی احمد ندوی احمد آبادی کے ذریعہ جو ریاض سے اپنے وطن احمد آباد آئے ہوئے تھے، ٹیلی فون کے ذریعہ اس سانحہ کی اطلاع ملی،

علاّمہ مصطفیٰ زرقاء اس وقت صرف سعودی عرب ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ممتاز ترین علماء میں تھے، اور فقہ میں تو ان کی نظیر ملنی مشکل ہے، راقم سے بھی ان کے نہ صرف معاصرانہ بلکہ محبّانہ و برادرانہ تعلّقات تھے، راقم ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۶ء) میں جب دمشق یونیورسٹی کے کلیّۃ الشریعہ میں "استاذ زائر" (VISITING PROFESSOR) کی حیثیت سے محاضرات (لکچر) دینے کے لیے مدعو کیا گیا تو اس وقت دمشق میں چار۴ اشخاص خاص طور پر فاضل یگانہ اور محقق زمانہ سمجھے جاتے تھے۔

ایک ڈاکٹر محمد معروف دوالیبی، دوسرے مصطفیٰ زرقاء، تیسرے ڈاکٹر مصطفیٰ السبائی پرنسپل کلیۃ الشریعہ، چوتھے استاذ محمد المبارک استاذ کلیّۃ الشریعہ، ان چاروں سے دمشق کے قیام کے زمانہ میں اور شام (سوریا) کے آمد و رفت کے موقع پر بلکہ بلاد عربیہ کے سفر میں بھی بڑی مواخاۃ اور ربط ضبط رہا، ان میں شیخ مصطفیٰ زرقاء مذاہب اربعہ کی فقہ میں نہ صرف بلاد عربیہ بلکہ پورے عالم اسلام میں امتیاز خاص رکھتے تھے، اور تقابلی مطالعہ اور گہرائی اور وسعت معلومات میں ان کی نظیر ملنی مشکل ہے، خاکسار راقم سے بھی تعارف و تعلّق تھا، اور اس کے متعلّق وہ ایسے بلند کلمات کہتے تھے جن کا وہ اہل نہیں ہے، اس حادثہ کا ان کی قدر و منزلت، علمی امتیاز اور فقہی اختصاص سے واقف لوگوں پر بہت اثر پڑا، دار العلوم ندوۃ العلماء کے شعبۂ حفظ میں قرآن خوانی ہوئی، اور ان کو

www.abulhasanalinadwi.org

ثواب پہنچایا گیا، ان کے متعلق ایک مفصل تعارفی مضمون عزیزگرامی مولوی علی احمد ندوی مقیم ریاض کے قلم سے جو ان کے خصوصی شاگرد اور معاون ورفیق کار رہے "ندائے ملت" "تعمیر حیات" اور اردو رسائل میں نکلا ہے، اس سے ان کی قدرومنزلت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے، غفر اللہ لہ ورفع درجاتہ،

استاذ محمد المجذوب کی وفات

محب فاضل وعظیم فقیہ شیخ مصطفیٰ احمد الزرقاء کے سانحۂ وفات کے بعد ایک دوسرا اہم حادثۂ وفات کی خبر ملی کہ ممتاز شامی فاضل وداعی اور ادیب وانشاپرداز شیخ محمد مصطفیٰ المجذوب نے بھی انتقال کیا، غفر اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہ۔

وہ شمالی شام کے ساحلی شہر لاذقیہ میں عربی ادب کے استاد رہے اور شام کے حالات کے ناموافق ہونے کے بعد وہ مدینہ طیبہ کی جامعہ اسلامیہ میں منتقل ہو گئے اور ادبیات کے استاد رہے، ان کا راقم سے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے اتنا گہرا تعلق تھا، کہ وہ ندوہ کے طلباء کے جامعہ اسلامیہ میں داخلہ کے سلسلہ میں بہت تعاون کرتے تھے اور خاصی دلچسپی لیتے تھے، اور ان طلباء کی دوران تعلیم سرپرستی بھی کرتے تھے، وہ ادب میں خصوصی صلاحیت رکھتے تھے، ان کے افسانوں کے کئی مجموعے ہیں جو زندگی کے حقائق سے تعلق رکھنے والے افسانوں پر مشتمل ہیں، اور ان کا رنگ اصلاحی واسلامی ہے، اس کے ساتھ وہ شاعری بھی کرتے تھے، اور ان کے متعدد شعری مجموعے بھی ہیں، دعوتی کاموں میں وہ سرگرم رہتے تھے جماعت

www.abulhasanalinadwi.org

"الاخوان المسلمون" سے وابستہ تھے، راقم سے ان کا گہرا تعلق تھا اس کی دعوت پر وہ کئی بار ندوۃ العلماء تشریف لائے اور ادب اسلامی پر ندوۃ العلماء میں جو کانفرنس منعقد کی گئی تھی[1] اس میں عربی ادب کے مذاکرۂ علمی میں انھوں نے ناظم مذاکرہ کی ذمہ داری بھی انجام دی تھی، عالم اسلام کی اہم اور منتخب شخصیتوں پر ایک ضخیم کتاب جب مرتب کی تو اس میں راقم کو بھی شامل کیا،[2]

ادھر کچھ عرصہ سے ضعف و پیری اور علالت کی وجہ سے جامعہ اسلامیہ کی مدرسی سے سبکدوش ہوگئے تھے، اور اپنے وطن شام چلے گئے تھے، اور وہیں شہر لاذقیہ میں انتقال کیا، نوّے سال عمر پائی، وہ بڑی دینی حمیت کے اور اپنے علم سے فائدہ پہنچانے کے جذبہ سے متصف تھے۔

اسی دوران ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین خاص میں صوفی انعام اللہ صاحب نے بھی ایک مختصر علالت کے بعد لکھنؤ میں انتقال کیا، وہ ذاکر و شاغل اور دعوت و اصلاح کے کام سے اشتغال رکھنے والے تھے، اور اپنے شیخ کے مجاز بھی تھے، ادھر وہ کئی سالوں سے برابر حج ادا کرتے تھے، اس سال حج کی واپسی پر بیمار ہوئے اور دو ماہ بستر علالت پر رہنے کے بعد ۹ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا، ان کی عمر بہتّر سال تھی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

---

[1] یہ کانفرنس ۱۷، ۱۸، ۱۹ ار اپریل ۱۹۸۱ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں منعقد ہوئی تھی۔

[2] یہ کتاب "علماء و مفکرون کما عرفتهم" کے نام سے دارالاعتصام قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حکیم عبدالحمید کا سانحۂ وفات

جمعہ ۲۳ جولائی ۱۹۹۹ء کو دہلی سے فون کے ذریعہ حکیم عبدالحمید صاحب بانی ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی، و متولّی ہمدرد دواخانہ (وقف) کے انتقال کی خبر ملی، حکیم صاحب کی انتقال کے وقت عمر ۹۲ سال تھی، وہ طویل عرصہ سے علیل تھے، چند ماہ سے وہ کوما جیسی کیفیت میں تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

حکیم صاحب مرحوم اور ان کے بھائی حکیم محمد سعید صاحب مرحوم کا (جو چند ماہ قبل کراچی میں بے دردانہ طریقہ سے دہشت گردی کا شکار ہوئے) راقم سے قریبی تعلّق تھا، مختلف ملّی کاموں میں شرکت کے وقت ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا موقع ملتا تھا، مرحوم حکیم عبدالحمید صاحب ملّت کا بڑا درد رکھتے تھے، اور خیرخیرات اور غرباء و مساکین کی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے، طب یونانی کے احیاء میں انھوں نے قائدانہ رول ادا کیا، ہمدرد دواخانہ (وقف) کی آمدنی کا بڑا حصّہ مسلم اداروں اور غرباء و مساکین کی امداد کے لیے مخصوص تھا، استطاعت کے باوجود متواضع زندگی گزارتے تھے، غیر معمولی انتظامی صلاحیت کے مالک تھے، علاج معالجہ کے ساتھ طب یونانی کی تحقیق و ریسرچ میں مشغول رہتے تھے، وقت کی حفاظت کرتے تھے، علماء اور اہل دین کی بڑی عزّت کرتے تھے۔

---

[1] موصوف کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے، ملاحظہ ہو ص ۱۸۹

www.abulhasanalinadwi.org

وہ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ کے ممبر تھے، راقم کی صحت کی طرف سے فکرمند رہتے تھے، اور خود تشخیص کرتے اکثر دواؤں کا پارسل ارسال کرتے رہتے تھے، جس سے ان کے تعلق کا اظہار ہوتا تھا، مسلمانوں کی تعلیم اور اقتصادی ترقی کی فکر ان پر غالب رہتی تھی، اسی غرض سے انھوں نے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے متعدد ادارے قائم کیے،

حکیم عبدالحمید صاحب ۱۴ ستمبر ۱۹۰۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے اور اپنے والد حکیم عبدالمجید صاحب کے کم عمری میں انتقال کے باعث ۱۳ سال کی عمر میں "ہمدرد" کی ذمہ داریاں سنبھالیں جو اس وقت اپنے ابتدائی دور میں تھا، ادارہ ہمدرد نے ایک یونانی دواساز ادارے کی حیثیت سے حکیم صاحب کی سربراہی میں زبردست ترقی کی، حکیم صاحب نے بیشمار علمی، ثقافتی، سماجی اور رفاہی خدمات کے باعث بڑی شہرت حاصل کی وہ بہت سے قومی وبین الاقوامی اعزازات سے نوازے گئے۔

انھوں نے بہت کم وسائل سے کام شروع کیا اور اس ادارے کو ایک پھولتے پھلتے کاروبار میں بدل ڈالا لیکن تجارت کے فروغ کے ساتھ ان کے ذہن میں عوامی مفاد کی اہمیت بھی تھی، "ہمدرد انڈسٹریز" کے وسائل سے انھوں نے ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن، غالب اکیڈمی، ہمدرد انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل ریسرچ، سنٹر فار سائوتھ ایشین اسٹڈیز، بزنس اینڈ ایمپلائمنٹ بیورو، ہمدرد پبلک اسکول، ہمدرد اسٹڈی سنٹر، مجیدیہ اسپتال، اور جامعہ ہمدرد قائم کئے، ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی ایک شخص پوری یونیورسٹی قائم کرے اور اس کے لیے مالی وسائل بھی مہیا کرے، لیکن حکیم عبدالحمید نے صرف اپنے وسائل

کے بل پر ہی جامعہ ہمدرد قائم کیا، حکیم صاحب کی یہ دور اندیشی، اور جذبۂ حب الوطنی تھا کہ جب لوگ ۱۹۴۷ء میں اپنی جائداد یں چھوڑ کر بھاگ رہے تھے تو اس وقت یہ زمین خرید خرید کر ایک اپنی یونیورسٹی کی تعمیر کے منصوبہ کو عمل میں لانے کے لیے کوشاں تھے، وہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی کے بانی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے چانسلر تھے۔

"ندائے ملّت" لکھنؤ نے ملک کی ممتاز شخصیت اور مسلمانوں کے اہم ملّی بہی خواہ حکیم عبد الحمید پر ایک خصوصی نمبر شائع کیا تھا، اسی دوران حکیم صاحب شدید بیمار ہوئے اور ان کی صحت خطرناک مرحلہ میں داخل ہوگئی،

ذمّہ دارانِ "ندائے ملّت" کی خواہش ہوئی کہ نمبر کا اجراء ان کی زندگی میں ہی ہو جائے اور میرے ہاتھوں سے ہو۔ حکیم صاحب مجھ سے جو محبّت کا تعلّق رکھتے تھے اور مجھے ان کے ملّی جذبات اور سنجیدہ اور ملک و ملّت کے ساتھ خیر خواہانہ جذبہ کی بناء پر بڑی قدر تھی، لہٰذا یہ تجویز میرے لیے پسندیدہ تھی، لیکن ان دنوں میرے لیے کچھ ایسے موانع تھے کہ میں شرکت نہ کر سکا، لیکن مجھے ان کی صحت کی طرف سے تشویش رہی، بالآخر انھوں نے اس دار فانی سے دار بقاء کو رحلت کی، اللہ تعالیٰ ان کو مغفرت و رحمت سے نوازے اور ان کی خدمات کا بہتر صلہ دے اور ملک و ملّت کو ان کی خدمات جلیلہ کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سلطان برونائی ایوارڈ

سلطان برونائی الحاج حسن البلقیہ ایوارڈ علوم اسلامیہ کے کسی شعبہ میں امتیاز پر عالم اسلام کی کسی شخصیت کو آکسفورڈ سنٹر آف اسلامک اسٹڈیز کے توسط سے گزشتہ چار سال سے دیا جاتا ہے، سال ۱۹۹۹ء کے لیے اس کمیٹی نے اسلامی شخصیات کی تاریخ وتذکرہ کے سلسلہ میں راقم کی کوششوں کو سراہتے ہوئے اور اس کی پیش کشوں کو قابل قدر بناتے ہوئے اس کے لیئے خاکسار کا نام طے کیا[۱]

انتخاب کا اعلان آج سے چار ماہ قبل ہوگیا تھا، اور آکسفورڈ سنٹر آف اسلامک اسٹڈیز کے نائب صدر ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف اور ڈائرکٹر ڈاکٹر فرحان نظامی نے ٹیلی فون کے ذریعہ نہ صرف اطلاع بلکہ مبارکباد دی تھی، انعام دیئے جانے کی تاریخ ۲۰ر جولائی طے ہوئی تھی، جس میں راقم کو برونائی جاکر اس کی تقریب میں شرکت کرکے انعام لینا تھا، لیکن آکسفورڈ سنٹر کے ذمہ داروں نے خاکسار کی علالت کو دیکھتے ہوئے تقریب کے انعقاد کی جگہ کا تعین نہیں کیا تھا، جو تاریخ کے قریب آجانے پر خود میری اقامت گاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ طے کردیا گیا، اور اس کے لیے برونائی کے ایک ممتاز فاضل اور حکومت کے سینئر وزیر جناب پہین عبدالعزیز عمر کا برونائی کے سلطان الحاج حسن البلقیہ کی

---

[۱] یہ ایوارڈ اس سے پہلے فقہ اسلامی کی خدمات پر شیخ یوسف القرضاوی کو اور حدیث شریف کی خدمات پر علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ کو اور تفسیری خدمات پر مصر کے ایک بڑے عالم کو الگ الگ سالوں میں دیا جاچکا ہے

نمائندگی کے لیے انتخاب ہوا[1] اور راقم کو ان کے یہاں ہماری اقامت گاہ پہنچنے کی اطلاع دے دی گئی، کہ وہ شنبہ ۲۰؍ جولائی کو صبح دس بجے لکھنؤ پہنچیں گے اور ۱۲ بجے دن میں ایوارڈ دینے کی تقریب ہوگی، اور وہ راقم کے ساتھ کھانا تناول کر کے عصر کے وقت دہلی واپس چلے جائیں گے۔

چنانچہ لکھنؤ میں یہ ذہن بنا لیا گیا تھا، اور اس کا انتظام بھی شروع کر دیا گیا تھا، کہ اچانک معلوم ہوا کہ حکومت ہند نے ان کے لکھنؤ آنے سے سیکورٹی میں دشواری کا عذر بیان کر کے معذرت کر دی، یہ پہلا موقع تھا کہ راقم سے ملاقات کے لیے یا کسی ایسے اعزازی تقریب کے لیے آنے سے کسی حکومتی سطح کے ذی حیثیت شخص کو جس کی حکومت کے حکومت ہند سے اچھے روابط و تعلقات بھی ہوں اس طرح روک دیا جائے، اور معذرت کر دی جائے۔ یہ گزشتہ دنوں فرقہ پرست اور متعصب و تنگ نظر لوگوں کی طرف سے راقم کو بدنام کرنے اور ملک دشمنی اور وطن سے غداری کا اس پر جھوٹا الزام لگانے کا ہی شاخسانہ معلوم ہوتا ہے (خاص طور پر اس لیے بھی کہ ریاست و مرکز دونوں جگہ یہی ذہن رکھنے والے برسر اقتدار ہیں، انھیں شاید یہ بات اچھی نہ لگ سکی کہ میرے ساتھ اس درجہ کی تکریم و اعزاز کا معاملہ ہو) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صوبہ اور مرکز کی حکومت کے ذمہ داروں کے ذہن بھی شکوک و شبہات سے خالی نہیں ہیں، ورنہ لکھنؤ کے حالات ایسے

---

[1] وزیر موصوف سلطان بلقیہ کا بڑا اعتماد رکھتے ہیں، اور اہم موقعوں پر یہی نمائندگی کرتے ہیں، یہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے بنیادی رکن بھی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

نہ تھے کہ باہر کے کسی ملک کی کوئی ممتاز شخصیت جو اس ملک کے باشندہ اور اس ریاست کے ایک متوطن کو اعزاز دینے خود آرہی ہو، (جس کی نظیر کم ملتی ہے) اس کے آنے سے سیکورٹی کا کوئی مسئلہ پیدا ہوا اور اس بنا پر اس سے معذرت کردی جائے، یہ اعزاز کسی ایک شخص اور کسی ایک اسکالر یا ادارہ کا ہی نہیں بلکہ یہ خود ہندوستان کے لیے اعزاز کی بات تھی، اس میں نہ صرف اجازت بلکہ ایک غیر حکومت کی طرف سے حکومتی سطح پر ہونے کی وجہ سے یہاں کی حکومت کے اسی سطح اور درجہ کے وزیر کو شرکت کرکے شکریہ بھی ادا کرنا چاہیئے تھا، اس کو صرف ایک عوامی اور ایک اقلیتی فرقہ کے فرد کا معاملہ سمجھ کر نظر انداز نہ کردینا چاہیئے تھا، اس طرز کے معاملہ سے غیر ممالک میں جو تأثر ہوگا اس سے ہندوستان کی ہی ساکھ پر اثر پڑے گا، اور یہاں کی ہی تصویر خراب ہوگی، سیکورٹی نہ ہونے کا عذر سطحی عذر تھا کیونکہ اسی زمانہ میں صدر کانگریس مسز سونیا گاندھی عیادت کے لیے آئیں جن کے لیے وزیر اعظم جیسی سیکورٹی کی ضرورت پڑتی ہے۔

بہر حال برونائی کے ہائی کمیشن نے اس کا یہ حل نکالا کہ میں خود دہلی جاکر یہ ایوارڈ قبول کروں لیکن میری صحت اس لائق نہ تھی کہ میں اس کے لیے سفر کرتا اور وہاں جاکر یہ ایوارڈ وصول کرتا، میرے عذر کرنے پر سفارت خانہ نے اپنے کسی فرد خاندان کو نمائندگی کرنے کی تجویز رکھی اور چھ افراد کے سفر کا نظم کیا، اس تجویز کے مطابق خواہر زادہ عزیز مولوی محمد رابع حسنی ندوی مع چار پانچ افراد کے (جن میں عزیز گرامی مولوی ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی اور عـــزیزان

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی محمد واضح رشید حسنی، مولوی سید محمد حمزہ حسنی، مولوی سید بلال عبدالحی سلمہم اور عزیزی شاہد حسین تھے) دوشنبہ ۱۹ر جولائی کو بذریعہ طیارہ دہلی روانہ ہوئے، برونائی کے وزیر موصوف جناب پہن عبدالعزیز عمر صاحب دہلی کے حیات ریجنسی ہوٹل میں مقیم تھے، اور اسی ہوٹل میں ڈاکٹر فرحان نظامی صاحب ڈائرکٹر آکسفورڈ سنٹر آف اسلامک اسٹڈیز بھی ٹھہرے ہوئے تھے، یہاں سے جانے والے لوگوں کا بھی اسی جگہ قیام کا انتظام کیا گیا۔

دوسرے دن ۲۰ر جولائی ۱۹۹۹ء (ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ) کو صبح ۹ بجے وزیر موصوف نے وفد کے ارکان سے خصوصی ملاقات کی، اور اپنے لکھنؤ نہ جانے پر افسوس کا اظہار کیا، اور آئندہ کسی موقع پر ندوہ آنے کا وعدہ کیا، ۱۲½ بجے اسی ہوٹل کے ایک مختصر ہال میں ایک نشست رکھی گئی اور لنچ (LUNCH) رکھا گیا، جس میں برونائی سے آئے ہوئے افراد خاص طور پر برونائی یونیورسٹی کے وائس چانسلر پہن ابوبکر اپانگ اور شیخ ازہری عبدالرحمٰن مدیر تحفیظ القرآن للسلطان حسن البلقیۃ برونائی (دارالسلام) قابل ذکر ہیں، اور برونائی کے ہائی کمشنر و دیگر متعلق حضرات بھی تھے، اس تقریب میں عزیزی مولوی عبداللہ حسنی اور مولانا عبدالکریم پاریکھ بھی شریک ہوئے۔

نشست کا آغاز شیخ ازہری عبدالرحمٰن کی تلاوت کلام پاک سے کیا گیا، پھر ڈاکٹر فرحان نظامی ڈائرکٹر آکسفورڈ اسلامک سنٹر نے مختصر تمہیدی تقریر کی جس میں اس ایوارڈ کی تاریخ اور خصوصیت بیان کی، اس کے بعد وزیر موصوف جناب پہن عبدالعزیز عمر نے تقریر کی اور بتایا کہ برونائی کے سلطان الحاج

www.abulhasanalinadwi.org

حسن بلقنیہ کا یہ ایوارڈ اہل علم کی قدر دانی کے لیے ہے، جسے وہ اپنے اسلامی جذبہ سے منتخب علماء اور شخصیتوں کو آکسفورڈ سنٹر کے توسط سے دیتے ہیں، شیخ ابوالحسن علی ندوی نہ صرف اس کے مستحق ہیں بلکہ بھی موزوں اور مناسب ہیں، اور ہم صرف اسی کام کے لیے یہاں سفر کر کے آئے ہیں، ہماری خواہش تو یہ تھی کہ لکھنؤ جا کر مولانا کی خدمت میں ہم خود اسے پیش کرتے، لیکن بعض رکاوٹوں کی بناء پر ہم ایسا نہ کر سکے، اس لیے اب ہم ان کے نمائندہ کے ذریعہ یہ ان کو بھیج رہے ہیں، اس کے بعد باقاعدہ ڈُو شیلڈ یکے بعد دیگرے اہتمام کے ساتھ عزیز القدر مولوی محمد رابع کو پیش کی، ہر شیلڈ پر راقم کا نام سلطان حسن بلقنیہ کا نام اور آکسفورڈ سنٹر کا نام کندہ تھا، اور ایوارڈ کی رقم کا لفافہ حوالہ کیا، اس کے بعد شیخ الحاج ازہری عبدالرحمٰن نے دعا کرائی، اور اسی پر تقریب اختتام پذیر ہوئی،

عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی نے وزیر موصوف کو میرا خط حوالہ کیا، جو ان کی ہندوستان آمد پر مسرت کے اظہار اور لکھنؤ تشریف نہ لا سکنے پر افسوس اور ایوارڈ کے لیے اپنے نام کے انتخاب پر اپنے احساسات پر مشتمل تھا، اسی کے ساتھ وزیر موصوف کو کسی قریبی موقع پر ندوہ آنے کی دعوت بھی دی گئی، جس پر انھوں نے اپنی مسرت کا اظہار کیا اور اس پر اظہار تأسف کیا کہ وہ اس موقع پر ندوہ نہ جا سکے۔

ایوارڈ دیئے جانے کی خبر اسی روز اخبارات میں شائع ہو گئی اور اہلِ تعلق نے اپنے تعلق و محبت کے جذبہ سے اس پر مسرت کا اظہار کیا، اور انتظامیہ کے اس رویہ پر ناپسندیدگی ظاہر کی، کہ ایوارڈ خاکسار تک پہنچانے

www.abulhasanalinadwi.org

میں رکاوٹ ظاہر کی گئی اور برونائی کے وزیر موصوف کو لکھنؤ جانے نہیں دیا گیا،

اس واقعہ پر (جو قابل تشکر واحسان مندی بھی ہے) اور اپنی کمزوریوں اور نقائص کے اعتراف کے ساتھ اس جلد ہفتم کو ختم کیا جاتا ہے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ۔

www.abulhasanalinadwi.org

INDEX

اشاریہ

کاروانِ زندگی حصّہ ہفتم

مرتبہ

محمد غفران ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

شخصیات

(الف)

(امام) ابو حنیفہؒ (نعمان بن ثابت) ۱۴
(امام) احمد بن حنبلؒ ۱۴
(سیّد) احمد بن عرفان الشہیدؒ ۱۹، ۲۲، ۳۵،
۴۶، ۵۷، ۵۸، ۶۲، ۶۷، ۷۶، ۱۳۹، ۱۴۱،
۱۷۰، ۱۹۵، ۲۰۱، ۲۰۸، ۲۲۳، ۲۳۴
امام بخاری (ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل
بن ابراہیم جعفی بخاری) ۲۰، ۲۱
احمد عبداللہ خلیفہ ۲۲،
(مولوی) ابو سبحان روح القدس ۲۴
(مولانا سیّد) انور شاہ کشمیری ۲۹
(مولانا) ابو العرفان خاں ندوی ۳۳، ۳۴، ۱۰۴
(مولانا) اظہار الحسن کاندھلوی ۳۷
(مولانا) اسعد اللہ ۴۴
(جناب) اخلاق الرحمٰن قدوائیؒ
(گورنر بہار) ۴۹
(لسان العصر) اکبر حسین الہ آبادی ۵۲، ۱۲۷،
(ڈاکٹر) احمد عبد الحی ۵۲، ۲۴۸
(علّامہ) اقبال، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶،
۵۹، ۹۴، ۱۲۸، ۱۴۳، ۱۶۰، ۱۶۵،
۱۹۴، ۲۲۲،
(حضرت مولانا) احمد علی لاہوری ۵۳، ۵۶
(مولوی) اجمل قادری ۵۶
(سیّد) ابراہیم حسنی ۵۷
(سیّد) انور حسین نفیس رقم ۵۷
(الاستاذ) امین اللہ ۶۱
(ڈاکٹر) ابوبکر اوانج ۶۱
(ڈاکٹر) اشتیاق حسین قریشی ۷۷، ۷۸،
۱۲۱، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۴۲
(مولانا سیّد) ابو الاعلیٰ مودودی ۳۲،
۷۹، ۸۰، ۹۹، ۱۵۱
(حضرت مولانا) اشرف علی تھانوی ۸۳
انور السادات ۹۷
(حافظ) الاسد۔ ۹۷

www.abulhasanalinadwi.org

(حضرت) ابوعبیدہؓ ۹۷
ابراہیم سلیمان سیٹھ ۱۰۲، ۱۰۳، ۲۳۲،
۲۴۷
اشوک کمار سنگھ ۱۰۲، ۱۰۳
(مولانا) احمد علی قاسمی ۱۰۴
(خواجہ) اقبال ۱۱۰، ۱۱۱
اٹل بہاری باجپئی جی ۱۱۵، ۲۱۳، ۲۴۴،
۲۶۸
(ڈاکٹر) ابرار مصطفیٰ ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۱
(مولوی) اسحاق ندوی ۱۲۳، ۱۹۱،
(مولوی) اسحاق حسینی ندوی ۲۰۲
(حضرت) ابراہیم علیہ السلام ۱۲۴
(حضرت) اسماعیل علیہ السلام ۱۲۴
(حضرت) اسحاق علیہ السلام ۱۲۴
آرنلڈ ٹوائن بی ARNOLD TOYNBEE ۱۲۷
(صوفی) انعام اللہ ۲۷۲
(مولانا شاہ) ابواللیث ۱۳۹، ۲۳۴
انیس چشتی ۲۴، ۱۴۳
۱۷۹، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۳۲، ۲۳۸
(مولوی) ابوالبرکات ندوی ۱۴۸
(ڈاکٹر) آصف (اندور) ۱۴۸
(ڈاکٹر) احمد امین ۱۵۰
اللواء محمد صالح حرب پاشا ۱۵۱
(مفتی سید) امین الحسینی ۱۵۱
(خواجہ) الطاف حسین حالی ۱۵۲
(مولانا) ابوالکلام آزاد ۱۵۴، ۱۹۹، ۲۰۶
(ولی عہد سلطنت شرق اردن) امیر حسن
۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۷
(حاکم سلطنت اُردن) امیر حسین بن
طلال بن عبداللہ ۱۶۳
(شیخ) احمد کفتارو ۱۷۰، ۱۷۱، ۲۲۱
(سید) آدم بنوریؒ ۱۷۴
احنف بن قیسؒ ۱۸۴
(حکیم) افہام اللہ ۱۸۷، ۲۴۷
(مولانا) شاہ ابرار الحق ۱۸۸، ۲۴۶
(داعی الی اللہ) افتخار فریدی ۱۸۹
(مولانا سیّد) اسعد مدنی ۱۹۱، ۱۹۲، ۲۴۳،
۲۶۸
(سیّد) احمد الحسنی ندوی ۲۰۲
(جسٹس) ایم۔ اے۔ احمدی ۲۱۰

www.abulhasanalinadwi.org

آر۔ کے چودھری ۲۱۰
اکھلیش سنگھ ۲۱۲، ۲۱۵، ۲۶۷
آر۔ ایس۔ دویدی ۲۱۴
(شیخ) امین یوسف الخاجا ۲۱۹، ۲۲۰
ابراہیم محمد ابو طلحہ ۲۱۹
(مولوی) احمد فہمی زمزم ۲۳۰
(شاہ) ابو سعید حسنی ۱۳۹، ۲۳۴
(مفتی) اشرف علی ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۴۷
احمد حسن ۲۴۳، ۲۶۸
اے۔ پی۔ عبدالقادر ۲۴۶
(مولانا سید) ارشد مدنی ۲۴۷
ازہری عبدالرحمٰن ۲۷۶، ۲۷۷

(ب) (پ) (ت)

(خواجہ) بہاؤالدین نقشبند ۲۱
(مولوی سید) بلال عبدالحی ۸۲، ۲۷۶
(مولانا سید) بدر علی شاہ ۸۳
(حضرت) بلال حبشیؓ ۹۷
(شری) بالا صاحب بھارودے ۱۴۶
بخت خاں ۱۹۶
بہادر شاہ ظفر ۱۹۶
بُرعی (عربی کا نعت گو شاعر) ۲۱۰
بابو بھائی مہتا ۲۴۷
پرمود نیواری ۲۱۰
پیہن ابوبکر ایابانگ ۲۷۶
پیہن عبدالعزیز عمر ۲۷۳، ۲۷۶
(علامہ) تقی الدّین الہلالی المراکشی ۱۲
(سید) توفیق الحافظ ۷۰
(مولانا) تقی الدّین اعظمی ندوی ۲۱۷، ۲۲۹، ۲۳۲

(ج) (ح)

(سید) جعفر مسعود حسنی ندوی ۱۱، ۲۴
(ڈاکٹر) جلال حفناوی ۵۰
جمال عبدالناصر ۹۷
(مسٹر) جے پرکاش نرائن ۱۰۴
جلیل الرحمٰن ۱۸۲
(پنڈت) جواہر لال نہرو ۱۵۴، ۱۹۹، ۲۰۶
جگدیش چندر بوس ۲۰۵
جعفر شریف ۲۱۰، ۲۳۲، ۲۴۷
(شیخ) حسن البنّاء ۳۵، ۹۷، ۱۵۱

www.abulhasanalinadwi.org

(جناب) حسین امین ۴۹، ۷۵
(ڈاکٹر) حبیب الرحمٰن چغتائی ۵۲
(استاد) حمدی ارسلان ۶۱
(سید) حبیب مدنی ۷۰
(حضرت مولانا سید) حسین احمد مدنیؒ ۷۰، ۱۵۴
(ڈاکٹر سید) حبیب الحق ندوی ۷۳
(سید) حسن مجتبیٰ حسنی ۸۱
(سید) حسن مثنیٰ حسنی ۸۱، ۸۲
(حضرت مولانا) حیدر حسن خاں ٹونکیؒ ۸۳
(حکیم سید) حسان نگرامی ندوی ۸۳
(سید) حامد ۸۶، ۱۰۲، ۱۰۳، ۲۱۰
(الامیر) حسن حسینی پاشا عبدالوہاب ۱۵۱
(ڈاکٹر) حمید اللہ ۱۵۱
(شیخ) حسن حبنکہ ۱۷۳
(مولوی) حشیم ۱۷۳
(شیخ الاسلام) حافظ ابن تیمیہؒ ۱۷۷
(ڈاکٹر) حبیب الرحمٰن ۱۳۶، ۱۳۸، ۲۴۷
(سلطان) حسن البلقیہ ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۷

خ د

(شیخ) خلیل بن محمد بن حسین الانصاری الیمانی
۱۲، ۱۸۱
(پروفیسر) خلیق احمد نظامی ۲۱، ۲۲، ۲۳،
۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳
(حضرت خالد بن ولیدؓ ۹۷
(مولوی) خلیل الرحمٰن ۱۲۹
(فاضل جلیل) خلیل ملاخاطر ۱۷۷
خالد انصاری ۲۴۶
(ڈاکٹر) خلیل اللہ (دہلی) ۲۴۸
دولت راؤ سندھیا ۱۹۶

ر ز

راجیش پائلٹ ۲۳
رومیش بھنڈاری ۲۳
(قاری سید) رشید الحسن ۵۷
(پروفیسر) رائن ہارٹ ڈوزی ۱۲۹
رفیع احمد قدوائی ۱۵۴

راج ناتھ سنگھ ٢١٠، ٢٤٤

رام نریش یادو ٢١٠، ٢١٤

روندر شکلا ٢١٣، ٢١٤

رام نریش اگروال ٢١٠، ٢١٤، ٢١٥، ٢٤٣

(ڈاکٹر) زاہد ارشد ٦١

زبیر فریدی ١٢٠

(مولوی) زبیر ندوی ١٤٩، ١٦١

(مولانا) محمد زبیر الحسن ٢٤٦، ٢٥٨

س ش

(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ٢٤، ١٦١، ١٦٢، ٢٢٦

(استاد) سفیان ٦١

(مولانا) سراج الحسن ١٠٢، ١٠٣، ١٠٧، ٢٤

سلطان ٹیپو (فتح علی) ٧٦، ١٣٩، ٢٢٦، ٢٣٤، ٢٣٥

(ڈاکٹر) سعید انصاری ١٥١

(علامہ سید) سلیمان ندویؒ ١٥١

سی۔ آر۔ داس ١٥٤

سعدی (محمد سعید رحمت اللہ)

(مولانا) سعید احمد خاں ١٧٤، ٢٠٢، ٢٠٣

(شیخ) سلطان بلیاوی ١٧٤

سلمان خورشید ٢١٠

(مسز) سونیا گاندھی ٢١١، ٢١٢، ٢٤٣، ٢٧٥

سلطان بن محمد القاسمی ٢٢٤

(مولوی سید) سلمان حسینی ندوی ٢٠٢، ٢١٧، ٢١٨، ٢٢٤

سلطان بن زائد آل نہیان ٢٢٤

سیف الغریر ٢٢٥

سعید لوتاہ ٢٢٥

(گورنر یوپی) سورج بھان ٢٤٤

(مولانا) سعد (ابن مولوی محمد ہارون) ٢٤٦، ٢٥٨

(امام) شافعیؒ (محمد بن ادریس) ١٤، ١٤٣

(ڈاکٹر) شے ٣٨، ١٧٩

شاہد حامد (پاکستان) ٥٤

(میاں) شہباز شریف ٥٦

(سید) شہاب الدین ١٠٢، ١٠٣

(ڈاکٹر) شکیل احمد ١٠٢، ١٠٣

www.abulhasanalinadwi.org

(سیّد) شہاب الدّین دیسنوی ۱۱۱، ۱۱۲
(علّامہ) شبلی نعمانی ۱۱۲
شاہ نواز خاں ۱۴۸
شکری بک قوتلی (وزیر اعظم سوریا) ۱۵۰
(مولانا) شوکت علی ۱۵۴
الشیخ النجار ۱۶۹
(ڈاکٹر) شبیر علی شبیر محمد ۱۷۳
(تاجر چرم) شمیم ۱۸۲، ۱۸۳
(مولانا) شفیع مونس ۲۴۷
شریف رضی ۲۵۴
(حاجی) شاہد حسین ۴۳، ۱۸۲، ۱۹۷،
۲۷۶، ۲۳۹، ۲۴۲

ص ض

(مولانا قاری سیّد) صدیق احمد باندوی
۲۶، ۴۱، ۴۲، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸
(نواب سیّد) صدّیق حسن خاں ۵۷
(ڈاکٹر) صالح عبداللہ العبود ۶۰، ۶۹
(سید) صباح الدّین ۱۱۲
(حضرت) صدّیق اکبرؓ ۶، ۱۷۷
(شیخ) صالح الحصّین ۱۷۶، ۱۷۷
(حکیم) صابر رضا ۱۸۸
(مولوی) صہیب حسینی ندوی ۲۰۲
ضیاء عبداللہ ۱۷۲، ۱۷۳
(مولانا) ضیاء الدین اصلاحی ۲۴، ۱۱۲، ۲۴۳
ضیاء اللہ شریف ۲۲۶، ۲۳۲، ۲۳۸، ۲۴۷

ط ظ

(مولانا سید) طلحہ حسنی ٹونکیؒ ۵۳، ۵۶
(سید) طارق حسن عسکری ۷۰، ۱۷۲، ۱۷۵
ظلّ عبداللہ ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴
ظفر احمد صدّیقی علیگ ۲۴، ۱۳۳
(مولانا سید) ظہور الاسلام ۴۵
(پروفیسر ڈاکٹر) ظہور احمد اظہر ۵۴، ۵۵، ۱۶۳
ظفر علی نقوی ۲۱۰

ع غ

(علّامہ) عبدالرّحمٰن مبارکپوری ۱۲
(مولانا شاہ) عون احمد قادری ۱۳

(سیّد) شہاب الدّین دیسنوی ۱۱۱، ۱۱۲
(علاّمہ) شبلی نعمانی ۱۱۲
شاہ نواز خاں ۱۴۸
شکری بک قوتلی (وزیر اعظم سوریا) ۱۵۰
(مولانا) شوکت علی ۱۵۴
الشیخ النجار ۱۶۹
(ڈاکٹر) شبیر علی شیر محمد ۱۷۳
(تاجر حرم) شمیم ۱۸۲، ۱۸۳
(مولانا) تشفیع مونس ۲۴۷
شریف رضی ۲۵۴
(حاجی) شاہد حسین ۱۴۳، ۱۸۲، ۱۹۷، ۲۷۶، ۲۳۹، ۲۴۲

ص ض

(مولانا قاری سیّد) صدیق احمد باندویؒ ۲۶، ۴۱، ۴۲، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸
(نواب سیّد) صدّیق حسن خاں ۵۷
(ڈاکٹر) صالح عبداللہ العبود ۶۰، ۶۹
(سید) صباح الدّین ۱۱۲
(حضرت) صدّیق اکبرؓ ۱۷۶، ۱۷۷
(شیخ) صالح المحقّقین ۱۷۶، ۱۷۷
(حکیم) صابر رضا ۱۸۸
(مولوی) صہیب حسینی ندوی ۲۰۲
ضیاء عبداللہ ۱۷۲، ۱۷۳
(مولانا) ضیاء الدین اصلاحی ۲۴، ۱۱۲، ۲۴۳
ضیاء اللہ شریف ۲۲۶، ۲۳۲، ۲۳۸، ۲۴۷

ط ظ

(مولانا سید) طلحہ حسنی ٹونکیؒ ۵۳، ۵۶
(سید) طارق حسن عسکری ۷۰، ۱۷۲، ۱۷۵
ظ۔ عبداللہ ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴
ظفر احمد صدّیقی علیگ ۲۴، ۱۳۳
(مولانا سید) ظہور الاسلام ۴۵
(پروفیسر ڈاکٹر) ظہور احمد اظہر ۵۴، ۵۵، ۱۶۳
ظفر علی نقوی ۲۱۰

ع غ

(علاّمہ) عبدالرّحمٰن مبارکپوری ۱۲
(مولانا شاہ) عون احمد قادری ۱۳

www.abulhasanalinadwi.org

راج ناتھ سنگھ ۲۱۰، ۲۴۴
رام نریش یادو ۲۱۰، ۲۱۴
روندر شکلا ۲۱۳، ۲۱۴
رام نریش اگروال ۲۱۰، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۴۳، ۲۴۴
(ڈاکٹر) زاہد ارشد ۶۱
زبیر فریدی ۱۲۰
(مولوی) زبیر ندوی ۱۴۹، ۱۶۱
(مولانا) محمد زبیر الحسن ۲۴۶، ۲۵۸

(س) (ش)

(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی ۲۴
۱۶۱، ۱۹۲، ۲۲۶
(استاد) سفیان ۶۱
(مولانا) سراج الحسن ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۲۴
سلطان ٹیپو (فتح علی) ۷۶، ۱۳۹،
۲۲۶، ۲۳۴، ۲۳۵
(ڈاکٹر) سعید انصاری ۱۵۱
(علامہ سید) سلیمان ندویؒ ۱۵۱
سی۔ آر۔ داس ۱۵۴
سعدی (محمد سعید رحمت اللہ)
(مولانا) سعید احمد خاں ۱۷۴، ۲۰۲، ۲۰۳
(شیخ) سلطان بلیاوی ۱۷۴
سلمان خورشید ۲۱۰
(مسز) سونیا گاندھی ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۴۳، ۲۷۵
سلطان بن محمد القاسمی ۲۲۴
(مولوی سید) سلمان حسینی ندوی ۲۰۲، ۲۱۷،
۲۱۸، ۲۲۴
سلطان بن زائد آل نہیان ۲۲۴
سیف الغریر ۲۲۵
سعید لوتاہ ۲۲۵
(گورنر یوپی) سورج بھان ۲۴۴
(مولانا) سعد (ابن مولوی محمد ہارون) ۲۴۶، ۲۵۸
(امام) شافعیؒ (محمد بن ادریس) ۱۴، ۱۴۳
(ڈاکٹر) شے ۳۸، ۱۷۹
شاہد حامد (پاکستان) ۵۴
(میاں) شہباز شریف ۵۶
(سید) شہاب الدین ۱۰۲، ۱۰۳
(ڈاکٹر) شکیل احمد ۱۰۲، ۱۰۳

www.abulhasanalinadwi.org

(مولانا مفتی سیّد) عبد الرحیم لاجپوری ۱۳

(علامہ شیخ) عبد العزیز بن باز ۱۴، ۶۴، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۶

(علامہ شیخ) عبد الفتاح ابو غدّہ شامی ۲۷۳، ۱۹، ۲۰، ۲۱

(خواجہ) عبید اللہ احرار ۲۱

(مولانا حکیم سیّد) عبد الحی حسنیؒ ۲۲، ۲۳، ۴۰، ۷۰، ۱۳۹

(ڈاکٹر) عبد اللہ عبد المحسن ترکی ۲۲، ۶۰

(ڈاکٹر) عبد اللہ عباس ندوی ۲۲، ۴۴، ۶۴، ۶۵، ۷۰، ۱۱۱، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۶۱، ۱۷۲، ۲۲۶، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۸

(مولوی سیّد) عبد اللہ حسنی ندوی ۴۴، ۸۲، ۸۵، ۱۶۵، ۱۹۱، ۲۱۸، ۲۷۶

(جناب) عابد سہیل (لکھنؤ) ۲۴

(حضرت مولانا) عبد القادر رائے پوریؒ ۲۶، ۳۳، ۳۵، ۴۴، ۵۷، ۸۲، ۱۶۱، ۱۷۲

(حضرت مولانا) عبد الشکور فاروقیؒ ۳۱، ۸۱

(حاجی) عبد الواحد ۳۲

(شیخ الازہر الامام الاکبر) عبد الحلیم محمود ۳۶

(حاجی) عبد الرزاق نصیر آبادی ۴۰، ۶۳، ۶۹، ۸۴، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۳۵، ۱۴۳، ۱۶۱، ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۹۷، ۲۱۸، ۲۲۹، ۲۳۹، ۲۴۰

(مولوی حافظ) عبد الباری ندوی ۴۰

(مولانا) عبد الوحید فتحپوری ۴۵

(مولانا) عبد الرشید نعمانی جے پوری ۵۷

(مولانا) عبد الجلیل ۵۷

(ڈاکٹر) عدنان وزّان ۶۰

(استاد) عبد الرحمٰن ۶۱

(الدکتور) عبد اللہ صالح العبید ۶۳، ۶۴

(انجینیر) عبد الرشید حیدرآبادی ۶۹، ۱۷۲، ۱۷۵

(ادیب کبیر شیخ) علی طنطاوی ۷، ۷۰، ۲۵۲، ۲۵۴، ۲۵۶

(مولانا) عبد العلیم فاروقی ۸۱، ۱۸۳

(مولوی) عمار عبد العلی ۸۲

(ڈاکٹر سیّد) عبد العلی ۸۲، ۲۰۲

(مولانا سیّد) عبد الغفار نگرامی ندوی ۸۲، ۸۳

www.abulhasanalinadwi.org

(حاجی) عبد الغفور جودھپوری ۸۳، ۸۴
(شیخ) عبد الحمید بن بادیس ۹۶
عبد القادر الجزائری ۹۷
(مفتی) عتیق الرحمٰن عثمانی ۱۰۵، ۱۰۶
عرفان لکھنوی ۱۱۷، ۱۷۱
(مولوی) عنایت اللہ دہلوی ۱۲۹
عبد السّلام ۱۳۶، ۱۳۸
(مولوی) عبد الحمید ندوی ۱۴۰، ۱۴۲
(مولوی) عبد العزیز بھٹکلی ندوی ۱۴۱
۱۸۳، ۲۲۸
(الحاج) عبد الکریم پٹیل ۱۴۲
(مولانا) عبد الباری ندوی ۱۴۵
(قاضی) عبد الحمید ۱۴۸
(شیخ) عبد اللہ المزروع ۱۵۰
(ڈاکٹر) عبد الوہاب عزّام ۲۵۰
عبد الرحمٰن عزّام پاشا ۱۵۱
عباس محمود العقاد ۱۵۱
(امیر) عبد الکریم الخطابی ۱۵۱
(الدکتور) عبد العزیز عزّام ۱۵۱
(علّامہ) عبد العزیز المیمنی ۱۵۱
(استاذ) عبد القدوس ابو صالح ۱۶۵
(الدکتور) عبد السلام العبادی ۱۶۶
(سیّد) عبد الرزّاق کلامی ۱۷۰
(سیّد) عبد الماجد غوری ۱۷۱
(الحاج) عبد القادر نورولی ۱۷۱
عبد اللطیف ساعاتی جونپوری ۱۷۲، ۱۷۵
(فضیلۃ الشیخ) عبد الرحمٰن السدیس (امام حرم)
۱۷۲
(ڈاکٹر) عباد الرحمٰن نشاط ۱۷۴، ۲۴۵
(شیخ) عبد الرحمٰن جبنّکہ ۱۷۳
(حضرت شاہ) علم اللہ حسنی ۱۷۴
عبد الحمید نورولی ۱۷۶، ۱۷۷
(الشیخ) عبد العزیز عبد اللہ الفالح ۱۷۷
(امام مسجد نبوی) علی بن عبد الرحمٰن الحذیفی ۱۷۷
(مولانا) عبد الکریم پاریکھ ۱۷۹، ۱۸۱،
۱۸۲، ۱۸۵، ۱۹۶، ۲۳۲، ۲۳۶،
۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۶، ۲۴۶، ۲۷۶
(مولانا) عبد الماجد دریابادی ۱۸۰

www.abulhasanalinadwi.org

(پروفیسر) علی اشرف ۱۸۷
(مفتی) عبدالقیوم رائے پوری ۱۸۷
(حکیم) عبدالحمید ۱۸۹، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵
(مولوی) عبدالواحد ندوی ۱۹۷
عثمان علی ۲۰۱
علی میاں (مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ)
۱۰۲، ۱۰۳، ۲۰۶، ۲۱۱، ۲۳۲، ۲۳۳،
۲۷۷، ۲۳۵، ۲۵۵، ۲۶۵
عبدالرحمٰن ۲۰۹
(ڈاکٹر) عمار رضوی ۲۱۰، ۲۶۷
(ڈاکٹر) عارف الشیخ ۲۱۹
(شیخ) عبداللہ عزبر ۲۱۹، ۲۲۵
(مولانا) عبداللہ مغیثی ۲۳۲، ۲۳۶، ۲۴۴
(جناب) عمادالدّین خطیب ۲۳۲
عبدالمنّان دہلوی ۲۳۹
عبدالرحمٰن بن ناصر
العوہلی ۲۴۸، ۲۴۹
(مولانا) عبدالغفار ندوی ۲۵۰
(مولانا) عبدالسلام قدوائی ندوی ۲۵۰
(مولانا) عبدالحلیم جونپوری ۲۵۱
(مولوی) عبدالباری ندوی بھٹکلی ۲۴۱
(ڈاکٹر) عبدالمعبود خاں ۲۴۲
(ڈاکٹر) عرفان قریشی ۲۴۲
(ڈاکٹر) عبدالحلیم ۲۴۲
عطاء اللّٰہ ۲۴۶
(مولانا) عبدالحق اعظمی ۲۴۷
(ڈاکٹر) علی ملیّا ۱۴۱، ۲۳۹، ۲۴۷
(سیّد) علی ہمدانیؒ ۲۶۳
(مولوی) علی احمد ندوی ۲۷۰، ۲۷۱
(حکیم) عبدالمجید ۲۷۴
(مولانا) عبدالسلام فاروقی ۸۱
(مولوی سید) غیاث الدّین ندوی ۸۳
(محترم) غلام محمد (آندھرا ٹرانسپورٹ)
۱۴۲، ۱۴۷، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۳۲، ۲۴۲،
۲۴۶، ۲۵۷
(چودھری) غلام رسول مہر ۲۰۸
(ڈاکٹر) غوث قریشی ۲۴۲

www.abulhasanalinadwi.org

ف ق

(استاذ) فہمی زمزم ندوی ۶۱
(سردار) فاروق احمد خاں لغاری ۵۴
(مولوی) فضل ربّی ندوی ۵۷
(ڈاکٹر) فرحان نظامی ۲۷۶، ۲۷۷
(مولانا) فضل رحمٰن گنج مراد آبادی ۸۳
فضل عظیم مراد آبادی ۱۷۴
(حضرت) فاروق اعظمؓ ۱۷۶، ۱۷۷
(سیدہ) فاطمہ ۲۰۲
(خادم الحرمین شاہ) فہد ۲۵۳
(ڈاکٹر) قدرت اللہ باقوی (میسور) ۲۴
(سیّد) قطب شہیدؒ ۹۷، ۲۵۴، ۲۵۶
(ڈاکٹر سید) قمر الدّین ۱۷۹، ۲۴۶
(مولانا) قمر الزّماں ۲۴۳

ک گ

(استاد) کامل الشریف ۶۱، ۶۲
(علاّمہ) کُرد علی ۱۲۹
(جناب) کمال عفّانہ ۱۶۲
کرشن کانت ۱۸۱
(حکیم) کلیم اللہ ۸۸، ۲۴۷
(مولانا) کرامت علی ۱۹۶
(ڈاکٹر) کلب صادق ۲۰۶، ۲۴۳
کلیم الدّین شمس (اسپیکر بنگال) ۲۱۰
(وزیر اعلیٰ) کلیان سنگھ ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۴۴
گاندھی جی (موہن داس کرم چند) ۱۰۴، ۱۵۴، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۴۴
گبّن GIBBAN ۱۰۹
(ڈاکٹر) گووند شراف ۱۷۹

ل م

(مولوی) لقمان خان ندوی ۱۴۹
(وزیر داخلہ) لال کرشن اڈوانی ۲۱۳، اٹل بہاری واجپئی ۲۴۳
اٹل بہاری واجپئی ۲۴۳
ال جی سنڈن ۲۴۴، ۲۶۹
(شاہ) محی الدّین قادری ۱۳
(امام) مالک بن انسؒ ۱۴
(مولانا شاہ) محمد اسمٰعیل شہیدؒ ۱۹، ۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

(مولوی سیّد) محمد واضح رشید ندوی ۱۱، ۱۴، ۶۳، ۶۹، ۸۴، ۱۶۰، ۱۷۲، ۱۷۹، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۷۶

(مولوی سیّد) محمد رابع ندوی ۲۱، ۴۲، ۵۲، ۵۴، ۵۶، ۹۱، ۸۱، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۸، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۷۲، ۱۷۹، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۶، ۲۳۰، ۲۳۴، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۹، ۲۶۹، ۲۷۵، ۲۷۷

(پروفیسر) محمد یونس نگرامی ۲۲، ۱۰۸، ۲۴۹

(پروفیسر) محمد راشد ندوی ۲۴

(مولانا) محمد منظور نعمانیؒ ۲۵، ۲۷، ۳۱، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۴۱، ۸۰، ۱۰۴، ۱۳۳

(حضرت مولانا) محمد الیاس کاندھلویؒ ۲۶، ۳۳، ۲۵۸

(علامہ) مشرقی (عنایت اللہ) ۳۲

(ڈاکٹر) سیّد محمود ۳۴، ۱۰۵، ۱۰۶

(مولانا) مرتضیٰ چاندپوری ۳۴

(مولانا سیّد) محمد علی مونگیری ۳۴، ۵۹

(شیخ) محمد بن عبدالوہاب ۳۵

(مولانا) محمد عمر پالن پوری ۳۷، ۳۸

(امیر تبلیغ حضرت مولانا) محمد انعام الحسن ۳۷، ۲۵۸

(حضرت) مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی) ۳۹

(مولوی سیّد) محمد ثانی ۴۱، ۴۴

(مولانا سیّد) محمد مرتضیٰ (سابق مہتمم کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء) ۴۴

محبوب احمد (چیف جسٹس پاکستان) ۵۴

(راجہ) محمد ظفر الحق ۵۵

(مولانا) محمد ناظم ندوی ۵۷

مرزا غلام احمد قادیانی ۵۸

(استاذ سید) محسن احمد باروم ۶۰

(استاد) محمد ناصر العبودی ۶۱

(شیخ) محمّد امین سراج ۶۱

(شیخ) ڈاکٹر محمد صیام ۶۲

(الحاج) محمد عثمان حیدرآبادی ۲۱، ۶۳، ۷۰، ۱۶۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۸۰، ۲۱۸، ۲۴۵، ۲۵۳

(الحاج) محمد نور ولی ۶۳، ۱۰۱، ۱۷۲

(امام حرم شیخ) محمد بن عبداللہ السّبیل ۶۰، ۶۲، ۶۳، ۱۹۰، ۲۴۶

www.abulhasanalinadwi.org

(شہزادہ) ماجد بن عبدالعزیز ۶۳
(سیّد) محمود الحافظ ۷۰
(سیّد) محمود مدنی ۷۰
ملائم سنگھ یادو ۷۷، ۲۴۳، ۲۶۸
(ڈاکٹر) مسعود الحسن عثمانی ۷۷، ۷۸، ۱۳۴،
۲۶۸
(قاضی) محمد عدیل عبّاسی ۷۸، ۱۳۲
(کرنل) محسن شمسی ۸۰، ۱۸۰، ۲۴۲
(سیّد) محمد معین (عرف عبداللہ میاں) ۸۱
(سیّد) محمد مسلم حسنی ۸۱
(سیّد) محمد الحسنی مرحوم ۸۲، ۲۱۸
محمد حسن غوری ۸۴، ۸۵
(مولانا شاہ) محمد یعقوب مجدّدی ۱۱۴
(مولوی سید) محمود حسنی ندوی، ۸۵، ۱۹۱
(مولوی) محمد کلیم صدّیقی پھلتی ۸۶
(ڈاکٹر سید) محمد اجتبا ندوی ۸۶، ۱۲۰،
۱۶۱، ۱۷۱، ۲۳۰، ۲۴۰
(پروفیسر) محمد محسن عثمانی ندوی ۸۶
محمد اسد ۹۹
(مولانا) محمد نعمان خاں ندوی بھوپالی
۱۱۳، ۱۴۸
(مولانا حافظ) محمد عمران خاں ندوی
۱۱۳، ۱۱۴، ۱۴۸
(مولانا قاری) محمد طیّب ۱۱۶
(جناب) محمود الرحمٰن (وائس چانسلر مسلم
یونیورسٹی) ۱۲۱
(الحاج) منّت اللہ (کانپور) ۱۲۳، ۱۹۱
(مولوی) محمد حمزہ حسنی ندوی ۲۷۶
(سیّد) محمد بیری ۱۳۷، ۲۳۹، ۲۴۷
(جناب) محتشم عبد الغنی ۱۳۸، ۲۳۲، ۲۳۸
(محترم) محی الدین منیری ۱۴۰
(مولوی) محمد الیاس ندوی ۱۴۱، ۲۳۹
(مولوی) محمد غزالی ندوی ۱۴۲
(جناب) مظفّر کولا ۱۴۲
(مولوی قاضی) محمد معین اللہ ندوی ۱۴۷
(مولوی) مشتاق علی ندوی ۱۴۹
(قاضی) مجاہد الاسلام ۱۴۹، ۲۳۶
منصور فہمی پاشا (ادیب و محقق) ۱۵۰

www.abulhasanalinadwi.org

محمد فرید وجدی ۱۵۰
محب الدین الخطیب ۱۵۰
محمد سرور الصبّان ۱۵۱
(علّامہ) محمد بہجۃ الاثری ۱۵۱
(مولانا) محمد علی جوہر ۱۵۴
(شیخ الہند مولانا) محمود حسن دیوبندی ۱۵۴
(مولانا) محمد سلیم مکّی ۱۶۳
(الحاج) محمد یونس سلیم (سابق گورنر بہار)
۱۸۱، ۲۴۷
(قاری) محمد قاسم انصاری ۱۸۱
(الحاج) ملک محمد ہاشم ۱۸۳
(حکیم) محمد سعید ۱۸۹، ۲۷۳
(مفتی) منظور احمد مظاہری ۱۹۱
(ڈاکٹر) محمد اقبال ملک ۱۹۷
(مولانا سیّد) محمد طاہر ۲۰۲
(شیخ الحدیث مولانا) محمد زکریاؒ ۲۰۲، ۲۰۳،
۲۱۷، ۲۴۳
(ڈاکٹر) محمد مسلم ۲۱۵
محمد بن راشد آل مکتوم ۲۱۶، ۲۲۰

(شیخ) متولی شعراوی ۲۱۶
(مولوی) مصطفیٰ رفاعی ندوی ۲۳۲، ۲۴۷
(مولوی) ممشاد علی قاسمی ۲۳۶
(ڈاکٹر) منصور حسن ۲۴۲
ممتا بنرجی ۲۴۳
(مولانا) محمد سالم ۲۴۳
(مولانا) محمد یونس ۲۴۳
(مولانا) محمد طلحہ ۲۴۳
(مولانا سیّد) محمد سلمان (ناظم مظاہر علوم) ۲۴۳
(مولانا) محب اللہ ندوی ۲۴۳
(مولانا قاری) محمد مبین ۲۴۳
محی الدین ندوی (کیرالا) ۲۴۶
(مولانا) مرغوب الرحمٰن ۲۴۷
میر مقصود علی خان ۲۴۷
(مولوی) محمد ہارون مرحوم ۲۵۸
(مولانا) محمد یوسفؒ ۲۵۸
(خواجہ) معین الدین چشتیؒ ۲۶۳
(علّامہ) مصطفیٰ زرقاء ۱۵۱، ۲۶۹، ۲۷۰،
۲۷۱
(ڈاکٹر) محمد معروف دوالیبی ۲۷۰

www.abulhasanalinadwi.org

(ڈاکٹر) مصطفیٰ السباعی ۲۷۰

(استاذ) محمد المبارک ۲۷۰

(استاذ) محمد المجذوب ۲۷۱

ن

(مولوی) نذر الحفیظ ندوی ۱۵، ۲۴، ۲۱۶

(پروفیسر) نثار احمد فاروقی ۲۴، ۸۶، ۲۲۳

(نواب سیّد) نور الحسن ۵۷

(شیخ) نور الدّین بیلانیہ ۶۱

(مولانا) نسیم احمد فریدی ۷۳، ۲۳۶

(حضرت) نظام الدّین اولیاءؒ ۱۱۰، ۱۱۱

(پروفیسر) نفیس احمد (علی گڑھ) ۱۲۰

(مولوی) ناصر الاسلام ندوی ۱۴۱

(مولوی) نسیم ندوی ۱۷۲

(حکیم) نعیم اللہ ۱۸۸

(مولانا سید) نظام الدین (امیر شریعت بہار) ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۴۳

نرائن دت تیواری (سابق وزیر اعلیٰ یو۔پی) ۲۱۱، ۲۴۳

(سیّد) نعمان ۲۳۴

(ڈاکٹر) نظر احمد ۲۴۲

(ڈاکٹر) نسیم احمد ۲۴۲

(ڈاکٹر) نعیم حامد (کانپور) ۲۴۸

و

(پروفیسر) وارث کرمانی ۲۴

(حضرت شاہ) ولی اللہ دہلویؒ ۱۷، ۱۹، ۳۹، ۱۳۹، ۲۱۶

(ڈاکٹر) وان سالم وان ۶۱

ونوبا بھاوے ۱۰۴

(سر) ولیم ہنٹر ۱۵۷، ۱۹۵

وجوناتھ سنگھ (پرنسپل) ۱۹۸

وکیل احمد انصاری ۲۲۶

(مولانا) ولی رحمانی ۲۴۳

(مولانا) وقار احمد ۲۴۳

ولید بن عبد الکریم الخمیس ۲۴۸، ۲۴۹

(مولانا شاہ) وصی اللہ فتحپوری ۲۵۱

ہ

ی

ہاشمی رفسنجانی ۱۷۷

ہومی بھابھا ۲۰۵

(راجہ) ہندو راؤ ۲۳۴

www.abulhasanalinadwi.org

(حضرت) یعقوب علیہ السّلام ۱۲۴
یٰسین صاحب (کنٹرز نان کے ایک
اچھے صحافی ۱۳۹
(حضرت) یوسف علیہ السّلام ۲۲۸، ۲۳۳
(سیّد) یوسف نعمت ۲۳۵
(شیخ) یوسف القرضاوی ۲۷۳

کتابیات

(الف)

اضواء ۱۱
الرائد (عربی پندرہ روزہ) ۱۱، ۶۳، ۶۹
۸۴، ۱۶۰، ۲۱۵
الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام ۲۳، ۷۰
الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ۲۴
الہند فی العہد الاسلامی ۲۴
الفرقان ۲۶، ۳۷
اسلام کیا ہے؟ ۲۹
آپ حج کیسے کریں ۲۹
ارمغان (ماہنامہ) ۸۶، ۸۷
اسلام ایٹ دی کراس روڈ ۹۹
ISLAM AT THE CROSS ROAD
A GUIDE TO MODERN WICKEDNESS
۹۸
اُردو نیوز جدّہ ۱۰۱، ۱۰۲
اخبار الاندلس ۱۲۹
الرسالہ (عربی ماہنامہ) ۱۴۱
المنار (عربی ماہنامہ) ۱۴۱
الفتح (ماہنامہ قاہرہ) ۱۵۱
۱۵۱ INTRODUCTION TO ISLAM
۱۵۷ OUR INDIAN MUSALMANS
اسمعوھا منی صریحۃ ایہا العرب ۱۶۵، ۱۶۷
۱۷۳، ۱۷۷
اسلام کا تعارف ۱۷۵
(THE ISLAM AN INTRODUCTION)
العقیدۃ والعبادۃ والسلوک ۱۷۷
اِن دنوں (اردو روزنامہ) ۲۰۶
انجیل ۲۲۸
الف لیلۃ ولیلۃ ۲۲۹
الطریق الی المدینۃ ۲۵۴

www.abulhasanalinadwi.org

ب پ ت ٹ

بخاری شریف ۱۶۶

البعث الاسلامی (عربی ماہنامہ) ۸۲، ۸۵، ۱۶۱

بصائر ۱۱

پائنیر (انگریزی روزنامہ) ۵۹

پائنیر (انگریزی روزنامہ) ۵۹

تحفۃ الأحوذی ۱۲

تقویۃ الایمان ۱۹

تاریخ دعوت وعزیمت ۵۸

تعمیر حیات ۶۰، ۶۳، ۱۱۱، ۲۷۱

تذکرہ مشائخ چشت ۱۷۱

تحدیث بالنعمۃ ۸۴

تبلیغ رسالت جلد ہفتم ۱۹۵

تریاق القلوب ۱۹۵

تورات ۲۲۸

ٹائمس آف انڈیا ۲۴، ۲۱۵، ۲۶۸

TIMES OF INDIA

ج ح د

جن ستا (ہندی روزنامہ، دہلی) ۲۶۷، ۲۶۸

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حفاظت دین اور قیادت مسلمین کے آثار ومراکز ۴۰

حجۃ اللہ البالغہ ۵۴

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اکابر ومشاہیر کی نظر میں ۲۳۶

دو ہفتے امریکہ میں ۲۰

دین وشریعت ۲۹

دور الأمۃ الاسلامیہ فی انقاذ البشریۃ واسعادہا ۴۹

دعوت (سہ روزہ دہلی) ۱۰۷

دید وشنید ۱۱۲

دائرۃ المعارف (عربی انسائیکلوپیڈیا) ۱۵۰

ر ز س

رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام ۱۷۰، ۱۷۷

راشٹریہ سہارا ۲۱۵

زوال وسقوط رومۃ الکبریٰ ۱۰۹

DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE

سنن الترمذی ۱۲، ۲۹

سیرت سید احمد شہیدؒ ۳۱، ۱۹۶

www.abulhasanalinadwi.org

(حضرت) یعقوب علیہ السّلام ۱۲۴
یٰسین صاحب (کنٹرز مان کے ایک اچھے صحافی ۱۳۹
(حضرت) یوسف علیہ السّلام ۲۲۸، ۲۳۳
(سیّد) یوسف نعمت ۲۳۵
(شیخ) یوسف القرضاوی ۲۷۳

کتابیات

(الف)

اضواء ۱۱
الرائد (عربی پندرہ روزہ) ۱۱، ۶۳، ۶۹، ۸۴، ۱۶۰، ۲۱۵
الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام ۲۳، ۷۰
الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند ۲۴
الہند فی العہد الاسلامی ۲۴
الفرقان ۲۶، ۳۷
اسلام کیا ہے؟ ۲۹
آپ حج کیسے کریں ۲۹
ارمغان (ماہنامہ) ۸۶، ۸۷
اسلام ایٹ دی کراس روڈ ۹۹
ISLAM AT THE CROSS ROAD
A GUIDE TO MODERN WICKEDNESS ۹۸
اردو نیوز جدّہ ۱۰۱، ۱۰۲
اخبار الاندلس ۱۲۹
الرسالہ (عربی ماہنامہ) ۱۴۱
المنار (عربی ماہنامہ) ۱۴۱
الفتح (ماہنامہ قاہرہ) ۱۵۱
INTRODUCTION TO ISLAM ۱۵۱
OUR INDIAN MUSALMANS ۱۵۷
اسمعوها منّی صریحۃ ایہا العرب ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۳، ۱۷۷
اسلام کا تعارف ۱۷۵
(THE ISLAM AN INTRODUCTION)
العقیدۃ والعبادۃ والسلوک ۱۷۷
اِن دنوں (اردو روزنامہ) ۲۰۶
انجیل ۲۲۸
الف لیلۃ ولیلۃ ۲۲۹
الطریق الی المدینۃ ۲۵۴

www.abulhasanalinadwi.org

SAVIOURS OF ISLAMIC SPIRIT ۱۳۸

سیرت سلطان ٹیپو شہیدؒ ۱۴۱

سلسلۃ اعلام العلماء (ابوالحسن علی الحسنی

الندوی الامام المفکر الداعیۃ الادیب) ۲۲۱

سالار (اردو روزنامہ بنگلور) ۲۳۲،

۲۳۶، ۲۴۷

(ص) (ض) (ع) (غ)

صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم

والتحصیل ۲۱

صمصام الاسلام ۱۹۹

صورتان متضادتان للاسلام ۱۷۷

ضحی الاسلام ۱۵۰

عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید ۱۷

عبرت نامہ اندلس ۱۲۹

غابر الاندلس وحاضرھا ۱۲۹

علماء و مفکرون کما عرفتہم ۲۷۲

(ف) (ق)

فی مسیرۃ الحیاۃ ۶، ۷، ۲۵۴

فجر الاسلام ۱۵۰

فتوح الشام ۱۶۹

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے ۲۹

قومی آواز (اردو روزنامہ) ۴۹، ۵۷،

۸۶، ۱۰۳، ۱۱۸

قومی تنظیم (پٹنہ) ۴۹

قادیانیت تحلیل و تجزیہ ۵۸، ۱۹۲

قادیانیت کا ظہور اور اس کا دعویٰ

اور دعوت اور اس کے مؤید و سرپرست

۵۸، ۶۲

قادیانیت نبوّت محمدی کے خلاف

ایک بغاوت ہے (از امام حرم) ۶۳

(ک) (م)

کاروان زندگی ۱۴، ۲۳، ۲۵، ۵۳،

۷۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۶۲،

۱۶۴، ۱۶۵، ۱۸۱، ۲۵۳، ۲۵۴

کاروان ایمان و عزیمت ۵۷

کتاب الأغانی ۲۲۹

کاروان ادب (سہ ماہی مجلّہ) ۲۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

معارف الحدیث ۲۹
ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین ۹۳،
۹۴، ۱۶۶، ۲۲۱
محمد علی جناح ۱۱۲
محمڈن پرسنل لا ۱۵۹
مسئولیۃ الامۃ الاسلامیہ امام الامم
والعالم ۱۶۶
مشکلات القرآن ۱۸۰
مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ
۲۳۶
مختارات ۲۵۵
مسلم ایجوکیشن ۱۸۷

(ن) (و) (ہ)

نزہۃ الخواطر ۲۳، ۲۴، ۷۰، ۱۳۹
نقوش اقبال ۵۳
نتائج الحرمین ۱۷۴
ندائے ملّت ۲۷۱، ۲۷۵
وصایا اساطین الدین والأدب والسیاسۃ
للشبان ۱۴۹
ہندوستان کا نصاب درس اور عہد بہ عہد
اس کے تغیرات ۴۰
ہندوستان ٹائمس ۷۹، ۸۰، ۲۱۳،
۲۱۴، ۲۱۵
ہندوستانی مسلمان ۱۵۷

مقامات

(الف) (ب)

اسپین (اندلس) ۱۰، ۳۴، ۹۱، ۱۲۸،
۱۲۹، ۲۶۱،
اُتر پردیش ۲۳، ۲۴، ۷۷، ۷۹، ۱۰۲،
۱۱۶، ۱۵۵

امریکہ ۳۸، ۵۹، ۶۴، ۶۶، ۶۷، ۸۸،
۹۲، ۹۷، ۱۰۱، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۷۴، ۱۷۹
ایشیا ۵۳
انڈونیشیا ۵۹، ۶۱، ۲۲۷
استنبول ۶۱

www.abulhasanalinadwi.org

اسرائیل ۴، ۶۴، ۶۶، ۶۷، ۸۸، ۹۷

اجمیر ۸۳، ۲۶۳

آسٹریلیا ۱۱۱

اعظم گڑھ ۱۱۱، ۱۱۲

اوکھلا (دہلی) ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۴۹، ۱۶۱

اندور ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹

اورنگ آباد ۱۷۲، ۲۳۲

انہونہ ۱۸۷

افغانستان ۱۹۵

امارات عربیہ متحدہ ۲۲۴

العین ۲۱۷

اجراڑہ (میرٹھ) ۲۴۳

الہ آباد ۲۴۳

انگلستان ۲۴۶

العدل (مکّہ معظّمہ کا میدان) ۲۵۲، ۲۵۶

افریقہ ۲۶۱

احمد آباد ۲۷۰

آکسفورڈ سنٹر ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۷

برصغیر ۸، ۱۱، ۱۷، ۳۷، ۳۹، ۵۲،
۵۸، ۱۵۴، ۱۶۴، ۱۶۷،

بخارا ۲۱، ۱۹۳

بیروت ۴۲

بمبئی ۳۸، ۹۳، ۱۱۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۷،
۱۶۲، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۳۲، ۲۳۹،
۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۷، ۲۵۱، ۲۵۷

بہار ۴۹، ۵۲، ۵۹، ۷۳

بھوپال ۵۷، ۱۱۳، ۱۴۸، ۱۴۹، ۲۳۲

برطانیہ ۹۷، ۱۵۸

بستی ۱۳۲، ۱۳۳

بھٹکل ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۲۲۰،
۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۶، ۲۴۷

برما ۱۴۸، ۱۹۳

بیگوسرائے (بہار) ۱۷۴

بنگلور ۱۱۸، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۲،
۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸،
۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۶، ۲۴۷

بالاکوٹ ۲۰۸

بنگلہ دیش ۲۴۵، ۲۴۶

www.abulhasanalinadwi.org

برونائی ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۶

(پ) (ت) (ٹ)

پاکستان ۸، ۱۱، ۵۳، ۵۴، ۵۶،
۱۵۱، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۷، ۱۸۹،
۲۴۵، ۲۶۵

پٹنہ ۴۹، ۱۱۲، ۱۹۷، ۲۰۱

پنجاب ۵۴

پیرس ۹۸

پونا ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۷،

ترکی ۲۰، ۲۲، ۱۶۳، ۱۹۰، ۱۹۳

تاشقند ۱۹۳

ٹونک ۸۳، ۸۵

(ج) (ح) (د)

جنوبی ہند ۱۳، ۱۳۵، ۱۴۹

جمشید پور ۳۳، ۱۰۴

الجزائر ۴۸، ۹۶، ۹۷

جنوبی افریقہ ۵۹، ۷۴

جدّہ ۶۰، ۷۰، ۱۰۱، ۱۷۱، ۱۷۵، ۱۷۸، ۲۱۸

جودھ پور ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶

جے پور ۸۳، ۸۵

جاجمئو (کانپور) ۱۲۳، ۱۹۱

جزائر شرق الہند ۱۹۰

جزیرۃ العرب ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴

جونپور ۲۵۰

حجاز مقدّس ۱۱، ۷۰، ۱۴۸، ۱۵۰،
۱۷۸، ۲۴۵، ۲۵۵

حلب ۲۰

حیدر آباد ۲۳۳

حیات ریجنسی ہوٹل ۲۷۶

درۂ بولان ۳۲

دبئی ۴۷، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۹۲، ۲۱۶،
۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۳،
۲۲۴، ۲۲۵

دائرہ شاہ علم اللہ ۸۱، ۴۹، ۱۹۱،
۲۰۲، ۲۰۸

دہلی ۳، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۱۰۲، ۱۱۶، ۱۱۷،
۱۲۰، ۱۱۳، ۱۴۹، ۱۶۱، ۱۸۲، ۲۲۶،
۲۳۲، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۷،
۲۶۴، ۲۶۵، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶

www.abulhasanalinadwi.org

دمشق ۱۷۰، ۲۵۵، ۲۷۰
دیوبند ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴

ڈ ر س ش

ڈربن (جنوبی افریقہ) ۷۳
ریاض ۲۰، ۱۶۰، ۲۷۱
رائے پور ۲۶
رائے بریلی ۲۶، ۳۲، ۳۳، ۴۰، ۷۶، ۸۳، ۱۴۹، ۱۸۷، ۱۹۱، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۴۸، ۲۶۷
راوڑکیلا ۳۳، ۱۰۴
رومۃ الکبریٰ (روم) ۱۰۹
سمرقند ۲۰، ۲۱
سعودی عرب ۲۲، ۴۷، ۹۳، ۱۷۸، ۱۹۰، ۲۰۹، ۲۴۸، ۲۵۱،
سہارنپور ۲۶، ۳۳، ۴۴، ۱۰۴، ۱۰۷، ۲۰۲، ۲۰۳
سدھونہ ۸۳
سلطانپور ۱۰۸
سیتاپور ۱۳۳
سندھ ۱۸۹
شام (سوریا) ۲۰، ۳۵، ۹۷، ۱۶۳، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۷، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲
شارقہ ۴۷
شرق اردن ۱۰۹
شاہ گنج ۲۵۰

ط ع ف ق

طائف ۱۷۲
عالم عرب ۳۵، ۹۷
عظیم آباد ۹۴
علی گڑھ ۷۲، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۳۳، ۱۸۸، ۲۳۲
عمّان (شرق اردن) ۱۰۹، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱
عرفات ۱۷۵، ۱۷۸، ۲۴۶
فورٹ سنڈیمن ۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

فتح پور ۴۵
فرانس ۹۷
فلاڈلفیا ۱۰۹، ۱۷۴، ۱۷۹
قاہرہ ۶۱، ۹۴، ۱۷۰
قدس ۱۹۰

ک گ ل

کوئٹہ ۳۲
کرناٹک ۳۴، ۱۳۷
کراچی ۵۴، ۵۷، ۱۱۸، ۱۸۹، ۲۷۴
کلکتہ ۱۰۴
کانپور ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۹۰، ۱۹۱
کیرالا ۱۳۸، ۲۴۶
کوثر باغ (پونہ) ۱۴۳
کویت ۱۴۸
کالی کٹ ۲۳۲
کاننور ۲۳۷
کشمیر ۲۶۳
کرگل ۲۶۵، ۲۶۶
گجرات ۱۳، ۱۰۵
گونڈہ ۴۰
گورا مئو (سلطانپور) ۱۰۸
گیا (بہار) ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۱
گھوری گھاٹ ۲۰۱
گوالیار ۱۹۶، ۲۳۴
لکھنؤ ۲۵، ۲۶، ۳۵، ۴۱، ۴۲، ۵۳،
۵۷، ۷۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۱۶، ۱۲۳، ۱۳۴
۱۳۵، ۱۴۰، ۱۴۹، ۱۶۱، ۱۷۲، ۱۸۰،
۱۸۲، ۱۸۶، ۱۹۷، ۲۷۲، ۲۷۴
لاہور ۳۲، ۵۳، ۵۴، ۵۶، ۶۰، ۷۰،
۷۵، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۱۶۳
لندن ۷۲، ۹۸
لوناوالا ۱۴۲
لکھنیا (بہار) ۱۷۴
لاذقیہ ۲۷۱

م

مئی ۲۴، ۲۵، ۱۷۵، ۷۸، ۲۴۶
مدینہ طیبہ ۲۶، ۶۹، ۷۰، ۷۷، ۹۷، ۱۲۹،

www.abulhasanalinadwi.org

۱۶۶، ۱۶۲، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۶۶، ۱۶۸،
۲۰۳، ۲۴۶
میسور ۳۴، ۱۰۵
مونگیر ۳۴
مصر ۳۵، ۹۳، ۹۶، ۱۴۸، ۱۹۳، ۱۹۰
مغرب اقصیٰ ۴۸، ۱۹۳، ۱۹۳،
مراکش ۴۸، ۱۹۳، ۱۹۳
ملیشیا ۵۹، ۶۱، ۱۹۰، ۱۹۳، ۲۲۶،
۲۳۰، ۲۳۵،
مکہ معظمہ ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۹، ۷۱،
۱۵۳، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵
مہاراشٹر ۶۶، ۲۳۵، ۲۴۶، ۲۵۵
میرٹھ ۱۰۲، ۱۰۳
منگلور ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸،
۱۳۹، ۱۴۲، ۱۸۱، ۲۲۶، ۲۳۸،
۲۳۹، ۲۴۶
مزدلفہ ۱۶۵
مدراس ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۶، ۲۳۲
مظفرنگر ۲۰۲
منصورپور ۲۰۲
مرکز البستان فندق دبی ۲۲۰

(ن) (و) (ھ) (ی)

نصیرآباد ۴۰
نیپال ۷۹
نگرام ۸۲
ناگپور ۱۸۵
نظام الدین (دہلی) ۴۹، ۱۴۹، ۲۰۳، ۲۴۶
۲۵۸
نئی دہلی ۲۱۱
ویلور ۱۸۳
وجدہ ۱۹۳
ہندوستان ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۷، ۱۸،
۲۰، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۸، ۲۹، ۳۱،
۳۳، ۳۵، ۳۹، ۴۸، ۵۲، ۵۸،
۵۹، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۷۰، ۷۱، ۷۳،
۷۵، ۹۲، ۹۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۹،
۱۲۷، ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۶

www.abulhasanalinadwi.org

۱۵۱، ۱۵۵، ۱۶۰، ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۶۷،
۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۸، ۱۹۰،
۱۹۵، ۲۰۴، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۹، ۲۲۱،
۲۲۳، ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۴۶، ۲۶۳،
۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۷
۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷،
ہنھورا (باندہ) ۴۲
یورپ ۵۲، ۵۹، ۶۷، ۹۱، ۱۴۸
یرموک ۹۷

متفرقات

ادارے، تنظیمات، جامعات

الف

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ۹، ۱۸،
۱۰۲، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۵۸، ۲۰۹، ۲۴۳
اُردو اکیڈمی لکھنؤ ۲۲
انجمن اسلام ۱۱۱
آر۔ ایس۔ ایس ۱۱۶، ۱۹۸
انجمن حامی مسلمین بھٹکل ۱۳۸
امارت شرعیہ ۵۲، ۱۴۹، ۲۰۱
الامین (ٹرسٹ) ۲۲۶
اورنٹیل کالج لاہور ۵۳، ۵۴، ۵۶، ۱۶۳
آکسفورڈ یونیورسٹی ۲۱، ۲۲، ۷۲، ۸۰،
اسلامک اسٹڈیز سنٹر آکسفورڈ ۲۱،
۷۲، ۱۷۱، ۲۷۳، ۲۷۶
اسلامک سنٹر جنیوا ۱۵۱
المجمع العلمی العربی دمشق ۲۴
المجمع العربی شام ۱۷۰
انسٹی ٹیوٹ آف انٹگرل ٹکنالوجی
INSTITUTE OF INTEGRAL
TECHNOLOGY ۲۶۸
اُمّ القریٰ یونیورسٹی مکہ معظمہ ۲۲، ۶۰،
۱۷۴، ۲۴۶
ادارہ الہندسۃ والانشاء ۱۶۱
المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی
(دارالعلوم ندوۃ العلماء) ۶۳، ۶۹، ۸۴، ۸۸

(ب) (پ) (ت)

بستان ادب لاہور ۱۲۹

پیام انسانیت ۱۰۸، ۱۴۵، ۱۹۶، ۲۲۸

برونائی یونیورسٹی ۲۷۶

پٹنہ یونیورسٹی ۴۳

تحریک الاخوان المسلمین ۱۵۱، ۲۷۲

تحریک آزادی فلسطین ۱۵۱

(ج)

جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی) ۸۶، ۱۱۸، ۱۹۷

جامعہ اسلامیہ بھٹکل ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱

جامعہ عربیہ عرب لیگ ۱۵۱

جامعہ اشرفیہ ۵۶

جامعہ الزرقاء ۱۶۸، ۱۶۹

جامعہ امام محمد ۱۷۷

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ۶۹

جمعیات الشبان المسلمین ۱۵۱

جامع ازہر ۲۱۶

جامعۃ العین ۲۲۶

جامعۃ الرشاد ۲۴۳

جامعہ کاشف العلوم اورنگ آباد ۲۴۳

جماعت اسلامی ہند ۱۰۲، ۱۰۳

جمعیۃ علماء ہند ۲۶۸

جامعہ ہمدرد ۲۷۵

(ح) (خ)

حضرت شاہ ولی اللہ اکیڈمی (پھلت) ۲۳۶

حاجی غلام محمد اعظم ایجوکیشن ٹرسٹ ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵

خدا بخش لائبریری ۴۹، ۵۱، ۵۲

خانقاہ رحمانیہ مونگیر ۲۴۳

(د)

دارالعلوم دیوبند ۲۱، ۲۶، ۲۹، ۳۶، ۱۸۸، ۲۰۵، ۲۴۷

دارالمبلغین ۳۱

www.abulhasanalinadwi.org

دارالشروق ودارالمعرفہ ۶۰
دارالعلوم حرم مکّی مدرسہ صولتیہ ۶۲، ۱۷۳
دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۱۱۱، ۱۱۲، ۲۴۲
دارالعلوم تاج المساجد بھوپال ۱۱۳
۱۱۴، ۲۴۳
دارالعلوم ندوۃ العلماء ۱۱، ۱۵، ۲۰،
۲۱، ۲۲، ۲۶، ۲۷، ۴۰، ۴۱، ۴۲،
۵۲، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۷۲، ۷۳، ۷۷،
۷۸، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۸،
۱۱۶، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۷۲، ۱۹۰،
۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۴۸، ۲۴۹،
۲۵۶، ۲۵۷، ۲۷۰، ۲۷۲
دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ جودھپور ۴۸،
دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی ۱۲۹
دینی تعلیمی کونسل ۴۷، ۷۵، ۷۶، ۷۷،
۷۸، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۳۲، ۲۰۶
دکن مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ ۱۴۵
دارالمنارہ جدّہ ۱۵۰
دارابن کثیر دمشق ۲۲۱
دارالعلوم سبیل الرشاد ۲۲۶، ۲۲۷،
۲۳۲، ۲۳۶، ۲۴۷
دارالاعتصام ۲۷۲

ر س ص

رابطہ عالم اسلامی مکّہ مکرمہ ۱۳، ۲۶،
۶۱، ۱۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۷۴
رابطہ ادب اسلامی ۵۳، ۵۴، ۵۵
۱۵۹، ۱۶۴، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۴۱
سندھ یونیورسٹی ۷۳
صابو صدیق ٹیکنکل انسٹی ٹیوٹ ۱۱۱

ع غ ف

عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ۱۵۱
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۲۷۵
غالب اکیڈمی نئی دہلی ۸۶
فندق الاشراف مدینہ منوّرہ ۶۹

ق ک

قاہرہ یونیورسٹی ۵۰
کلیۃ الالٰہیات ۶۱

www.abulhasanalinadwi.org

کراچی یونیورسٹی ۱۱۸
کلیۃ الشریعہ جامعہ دمشق ۱۵۱
کلیّۃ الدعوۃ واصول الدین عمّان ۱۶۴
کلیۃ الشریعہ شاخ جامعہ دمشق ۱۷۰
کیمبرج یونیورسٹی ۱۸۷
کنگ عبد العزیز یونیورسٹی ۱۸۷

(ل) (م)

لکھنؤ یونیورسٹی ۹۰، ۱۰۸، ۲۶۶، ۲۶۹
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ ۲۲، ۷۱، ۸۶، ۱۰۳، ۱۱۶، ۱۱۹، ۲۱۱
مجلس مشاورت ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۲۴۳
مدرسہ فلاح المسلمین (امین نگر رائے بریلی) ۱۴۰، ۱۴۱
مدرسہ سیّد احمد شہید کٹولی ۴۲
مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ ۴۹، ۵۱، ۵۲
معہد الکوثر انڈونیشیا ۶۱
معہد الفلاح انڈونیشیا ۶۱
معہد التربیہ الاسلامیہ ملیشیا ۶۱
مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی ۸۵
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ۱۱، ۳۶، ۹۹، ۱۶۶
مدرسہ الفلاح (آزاد نگر اندور) ۱۴۸
مدرسہ ضیاء العلوم کھجرانا ۱۴۸
مگدھ یونیورسٹی ۱۹۸
مجلس دعوت الحق ہردوئی ۲۴۶
مدرسہ ریاض العلوم (گورینی) ۲۵۱
معہد تحفیظ القرآن (دار السّلام) ۲۷۶

(ن) (و) (ہ)

ندوۃ العلماء ۳۶، ۳۹، ۹۹، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۳، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۳، ۲۷۴، ۲۷۳، ۱۸۸، ۱۹۷، ۲۰۶
ندوۃ المجاہدین ۲۴۶
ورلڈ سنٹر آف اسلامک ایجوکیشن ۱۸۷
ہارڈورڈ یونیورسٹی امریکہ ۷۳
ہمدرد دواخانہ ۲۷۴

www.abulhasanalinadwi.org

ہمدرد انڈسٹریز ۲۷۴
ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن ۲۷۴
ہمدرد انسٹی ٹیوٹ ۲۷۴
ہمدرد پبلک اسکول ۲۷۴
ہمدرد اسٹڈیز سنٹر ۲۷۴
سنٹر فار ساؤتھ ایشین اسٹڈیز ۲۷۴
بزنس اینڈ ایمپلائمنٹ بیورو ۲۷۴

مساجد

مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء ۲۹، ۳۸، ۴۲
مسجد واقع شیران والا دروازہ لاہور ۵۶
شاہی مسجد لاہور ۵۶
حرم شریف مکہ مکرمہ ۶۰، ۷۱
حرم شریف مدینہ منورہ (مسجد نبوی) ۶۰، ۶۹، ۱۷۲، ۱۷۷، ۱۷۸
مسجد اقصیٰ ۶۲
حرمین شریفین ۶۳، ۱۵۰، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۹
باری مسجد ۹۹، ۱۱۸، ۱۸۱
جامع مسجد علی گڑھ ۱۲۲
مسجد نور منگلور ۱۳۹
جامع مسجد بھٹکل ۱۴۱
مسجد اعظم پونہ ۱۴۴
مسجد حذیفہ الیمان عمان ۱۶۳
مسجد مدینۃ الحجاج ۱۶۹

اسپتال

یونٹ ہاسپٹل ۱۳۸
مستشفیٰ اُمّ القریٰ العام ۱۷۳
سحر نرسنگ ہوم ۲۹، ۴۱، ۲۴۲
گرین کراس نرسنگ ہوم ۲۴۲
مجیدیہ اسپتال ۲۷۴

سیاسی جماعتیں

کانگرس ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۶۷، ۲۷۵
بی۔جے۔پی ۱۱۵، ۱۵۵، ۲۱۰، ۲۴۴
بہوجن سماج پارٹی ۲۱۰
انڈین یونین مسلم لیگ ۲۳۲
سماج وادی پارٹی ۲۱۵، ۲۶۸

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org